راہِ عمل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی کا مجموعہ

برائے

اصلاح وتربیت

مرتبہ

مولانا جلیل احسن ندوی

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاص نیّت

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی، فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے، اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے نیت کی ہوگی۔ تو (مثلاً) جس نے اللہ ورسول کے لیے ہجرت کی ہوگی اسی کی ہجرت واقعی ہجرت ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دُنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی تو اُس کی ہجرت دُنیا کے لیے یا عورت کے لیے ہی شمار ہوگی۔

یہ حدیث اصلاح وتربیت کے باب کی نہایت اہم حدیث ہے حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اگر نیت ٹھیک ہے تو اس کا ثواب ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا۔ کوئی عمل چاہے وہ دیکھنے میں نیک ہو، اُس کا اجر آخرت میں صرف اسی

صورت میں ملے گا جبکہ وہ خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو، اگر اس عمل کا محرک دُنیا طلبی ہو، اگر اُسے اپنی کسی دُنیاوی غرض پوری کرنے کے لیے انجام دیا گیا ہو تو آخرت کے بازار میں اُس کی کوئی قیمت نہ لگے گی، اُس کا یہ عمل وہاں کھوٹا سکہ قرار پائے گا۔ اِس حقیقت کو آپؐ نے ہجرت کی مثال دے کر واضح کیا کہ دیکھو ہجرت کتنا بڑا نیکی کا کام ہے لیکن اگر کوئی خدا اور رسول کے لیے نہیں بلکہ کسی اپنی دُنیاوی غرض کے حصول کے لیے ہجرت (ترکِ وطن) کرتا ہے تو آخرت میں اُسے اِس عمل کا جو بظاہر بہت بڑی نیکی ہے، کچھ ثواب نہ ملے گا بلکہ اُلٹا اُس پر جعل سازی اور فریب دہی کا مقدمہ قایم ہو گا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، اللہ تمھاری شکل وصورت اور تمھارے مال کو نہ دیکھے گا بلکہ تمھارے دِلوں اور تمھارے اعمال کو دیکھے گا۔

---

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ۔ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ اِسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ قیامت کے دِن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے خلاف فیصلہ سُنایا جائے گا جس نے شہادت پائی ہوگی، اُسے خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا پھر خدا اُسے اپنی سب نعمتیں یاد دِلائے گا اور اُسے وہ سب نعمتیں یاد آجائیں گی، تب پوچھے گا کہ تو نے میری نعمتیں پاکر کیا کام کیے؟

وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِیْءٌ
فَقَدْ قِيْلَ۔ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى
وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ
الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِهٖ
فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا
عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَ
عَلَّمْتُهٗ وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ
كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ هُوَ
عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ
فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى
وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَ رَجُلٌ
وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ
الْمَالِ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا
قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ
مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا
اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ
فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ
اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ
فِی النَّارِ۔ (صحيح مسلم)

وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری خوشنودی کی خاطر (تیرے دین سے لڑنے والوں کے خلاف جنگ کی یہاں تک کہ میں نے اپنی جان دے دی، خدا اس سے کہے گا تو نے یہ بات غلط کہی کہ میری خاطر جنگ کی۔ تو نے صرف اس لیے جنگ کی (اور جانبازی دکھائی) کہ لوگ تجھے جری اور بہادر کہیں، سو دُنیا میں تجھے اس کا صلہ مل گیا، پھر حکم ہوگا کہ اس "مردِ شہید" کو مُنہ کے بل گھسیٹتے لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک دوسرا شخص خدا کی عدالت میں پیش کیا جائے گا جو دین کا عالم و مُعلّم اور قرآن کا قاری ہوگا، اُسے خدا اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور اُسے سب نعمتیں یاد آجائیں گی، تب اس سے کہے گا، ان نعمتوں کو پاکر تو نے کیا عمل کیے؟ وہ عرض کرے گا خُدایا میں نے تیری خاطر تیرا دین سیکھا اور تیری خاطر دوسروں کو اس کی تعلیم دی اور تیری خاطر قرآن مجید پڑھا، خدائے تعالیٰ فرمائے گا، تم نے جھوٹ کہا، تم نے تو اس لئے علم سیکھا تھا کہ لوگ تمہیں عالم کہیں، اور قرآن اس غرض سے تم نے پڑھا تھا کہ لوگ تمہیں قرآن کا جاننے والا کہیں، سو تمہیں دُنیا میں اس کا صلہ مل گیا۔ پھر حکم ہوگا اس کو چہرہ کے بل گھسیٹتے لے جاؤ

اور جہنم میں پھینک دو۔ چنانچہ اُسے گھسیٹتے ہوئے لے جاکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور تیسرا آدمی وہ ہوگا جس کو اللہ نے دُنیا میں کشادگی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا، ایسے شخص کو خدا کی جناب میں حاضر کیا جائے گا اور وہ اُسے اپنی سب نعمتیں بتائے گا، اور وہ ساری نعمتوں کو جان لے گا، اور اقرار کرے گا کہ ہاں یہ سب نعمتیں اُسے دی گئیں تھیں۔ تب اس سے اس کا رب پوچھے گا میری نعمتوں کو پاکر تو نے کیا کام کیے؟ وہ جواب میں عرض کرے گا، جن جن مدّات میں خرچ کرنا تیرے نزدیک پسندیدہ تھا سب ہی مدّات میں مَیں نے تیری خوشنودی کے لیے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جھوٹ کہا، تو نے یہ سارا مال اس لیے لٹایا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، سو یہ لقب تجھے دُنیا میں مل گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اُس کو چہرہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ اُسے لے جاکر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(توضیح) اوپر کی تینوں روایتیں جس حقیقت کو وضاحت سے سامنے لاتی ہیں وہ یہ ہے کہ آخرت میں کسی نیک کام کی ظاہری شکل پر کوئی انعام نہیں مل جائے گا، وہاں تو صرف وہی کام اجر و ثواب کا مستحق ہوگا جس کو خدا کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہوگا۔ بڑے سے بڑا نیکی کا کام اگر اِس لیے کیا گیا ہے کہ دوسرے اس سے خوش ہوں یا لوگوں کی نگاہ میں اس کی وقعت بڑھے تو خدا کی نگاہ میں اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ آخرت کے بازار میں اُس کی کوئی قیمت نہیں، ایسا عمل خُدا کی میزان میں کھوٹا بلکہ جعلی سِکّہ قرار پائے گا۔ نہ ایسا ایمان وہاں کام آئے گا اور نہ ایسی عبادات۔

جب حقیقت یہ ہے اور اس کے حقیقت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ——— تو ہمیں دکھاوے اور نام نمود کے تباہ کن جذبے سے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنا ہوگا، ورنہ ساری محنت برباد ہو جائے گی۔ اور سرمایہ کی بربادی کا علم وہاں ہوگا جہاں آدمی کوڑی کوڑی کا محتاج ہوگا۔

ایمانیات

(۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) ...... قَالَ فَأَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ؟ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔ (صحیح مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے..... کہ آنے والے شخص نے (جو درحقیقت جبرئیل علیہ السّلام تھے اور حضور کے پاس انسانی شکل میں آئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو، اُس کے فرشتوں کو، اُس کی بھیجی ہوئی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، اور آخرت کو حق جانو اور حق مانو، اور اس بات کو بھی مانو کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے چاہے وہ خیر ہو، چاہے شر۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل ایک دن حضورؐ کی خدمت میں انسانی شکل میں آئے اور اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے، آپؐ نے سب کے جواب دیئے۔ ان میں سے ایمان سے متعلق سوال وجواب یہاں نقل کیا گیا ہے۔

تشریح:۔ ایمان کے اصل معنٰی ہیں کسی پر اعتماد کرنا اور اس کی وجہ سے اس کی بات کو سچ ماننا، جب آدمی کو کسی کی سچائی کا یقین ہوتا ہے تب ہی اس کی بات کو مانتا ہے، ایمان کی اصل روح یہی اعتماد و یقین ہے، اور آدمی کے مؤمن ہونے کے لیے ضروری ہے

ہے کہ اِن تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو اللہ کی طرف سے رسُولوں کے ذریعہ آتی ہیں، ان میں سے بنیادی ایمانیات کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے، ان کی الگ الگ مختصر تشریح یہ ہے :-

(۱) ایمان باللہ یعنی اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ سے موجود مانا جائے، اُس کو کائنات کا پیدا کرنے والا اور کائنات کا تنہا انتظام کرنے والا مانا جائے، تسلیم کیا جائے کہ اُس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں، نہ دُنیا کو پیدا کرنے میں اور نہ دُنیا کا انتظام چلانے میں۔ اور مانا جائے کہ ہر طرح کے عیب اور ہر قسم کی کمی سے اُس کی ذات پاک ہے، اور وہ تمام اچھی صفتوں کا مالک اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے وجود کو تسلیم کیا جائے اور یقین کیا جائے کہ وہ پاکیزہ لوگ ہیں، وہ خُدا کی نافرمانی نہیں کرتے، ہر وقت خُدا کی بندگی میں لگے رہتے ہیں، وفادار غلام کی طرح مالک کا ہر حکم بجا لانے کے لیے ہاتھ باندھے اُس کے حضور میں کھڑے رہتے ہیں، دُنیا میں نیک کام کرنے والوں کے لیے دُعائیں کرتے ہیں۔

(۳) ک[illegible]بوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے رسُولوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً جو ہدایت نا[illegible]مے [illegible] کو سچا مانے، اُن میں آخری ہدایت نامہ قرآن مجید ہے۔ اگلی اُمّتوں [illegible] اپنی کتابیں بگاڑ ڈالیں [illegible] اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آخری کتاب بھیجی جو [illegible] اور واضح ہے، جس میں کوئی [illegible] نہیں [illegible] اور جو ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ ہے، اور اب اِس کتاب کے سوا دُنیا میں کوئی ایسی [illegible] نہیں [illegible] خُدا تک پہنچا جا سکتا ہو۔

(۴) رسُولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنے رسُول خُدا کی طرف سے آئے سب

سچے ہیں، ان سب رسُولوں نے بلاکسی کمی بیشی کے خدا کی باتیں لوگوں تک پہنچا ئیں، اِس سلسلہ کی آخری کڑی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اب اِنسانوں کی نجات صرف آپؐ کے طریقے کی پیروی میں ہے۔

(۵) آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اِس حقیقت کو تسلیم کرے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں اِنسانوں کی زندگی کے پُورے ریکارڈ کی جانچ پڑتال ہوگی، تو جس کے اعمال پسندیدہ ہوں گے وہ انعام پائے گا، اور جس کے اعمال ناپسندیدہ ہوں گے وہ سزا پائے گا۔ سزا بھی لامحدود ہوگی اور انعام بھی لامحدود۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو مانا جائے کہ دُنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، خُدا کے حکم سے ہو رہا ہے، یہاں صرف اُسی کا حکم چلتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا کا کارخانہ کسی اور ڈھب پر چل رہا ہو، ہر خیر وشر اور ہدایت وگمراہی کا ایک قانون ہے جس کو اس نے پہلے سے بنا دیا ہے۔ خدا کے شکرگزار بندوں پر جو مصیبت آتی ہے جن مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں اور جو آزمایش اُن پر آتی ہے، یہ سب حالات اُن کے رَب کے حکم اور پہلے سے طے کیے ہوئے قاعدے قانون کے تحت آتے ہیں۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب

(۵) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤَخَّرَةُ الرَّحْلِ. فَقَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک سفر میں) میں آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوہ کا صرف پچھلہ حصہ تھا، آپؐ نے فرمایا، اے معاذ بن جبل! میں نے کہا حضور غلام

جَبَلٍ، فَقُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعِبَادِ؟ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ سَعْدَيْكَ، قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ؟ قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ

(بخاری و مسلم)

حاضر ہے، فرمائیں (آپ نے سکوت اختیار کیا) پھر کچھ دور چلنے کے بعد پکارا اے معاذ بن جبل! میں نے وہی لفظ دُہرائے جو پہلی بار کہے تھے (لیکن آپ نے کچھ نہیں کہا) پھر کچھ دور چلنے کے بعد آپؐ نے پکارا، معاذ بن جبل! میں نے تیسری بار بھی وہی پہلا جملہ کہا (یعنی حضور غلام حاضر ہے ارشاد فرمائیں) تب آپ نے فرمایا، تم جانتے ہو، اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ و رسول ہی بہتر علم رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی بندگی کریں اور بندگی میں کسی غیر کو ذرا بھی ساجھی نہ بنائیں — پھر آپؐ نے تھوڑی دور چلنے کے بعد فرمایا، اے معاذ! میں نے کہا، ارشاد ہو، یہ غلام آپ کی بات غور سے سنے گا، اور وفادارانہ آپ کی اطاعت کرے گا، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا، اللہ و رسول ہی خوب واقف ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی کرنے والے بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے

حضرت معاذؓ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے، کہ میں بالکل آپ کے قریب بیٹھا ہوا تھا، سننے اور سنانے میں کوئی دقت نہ تھی، آپؐ کے ارشاد کو بڑی آسانی سے سن سکتا تھا، لیکن جو بات آپ فرمانا چاہتے تھے بڑی اہم تھی اس لیے آپ نے تین بار پکارا اور کچھ ارشاد نہیں فرمایا

یہ اِس لیے کیا تاکہ مجھ پر اِس بات کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے اور میں خوب کان لگا کر بات سنوں. حضورؐ کے ارشاد سے توحید کی اہمیت معلوم ہوئی کہ یہ جہنم کے عذاب سے بچانے والی ہے۔ جو چیز خدا کے غضب سے بچانے والی ہو اور جنت کا حقدار بنانے والی ہو، اِس سے زیادہ قیمتی چیز بندہ کی نگاہ میں اور کیا ہوگی۔

(۶) قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ، قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءُ الزَّکٰوۃِ وَصِیَامُ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ)

حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ عبدالقیس کی نمایندگی کرنے والے لوگوں سے) پوچھا، جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ اُنھوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر علم رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز ٹھیک طریقے پر ادا کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔

(۷) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ (مشکوٰۃ)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی خطبہ دیا، اس میں یہ ضرور فرمایا کہ "جس کے اندر امانت نہیں اُس کے اندر ایمان نہیں، اور جس کو عہد کا پاس نہیں اس کے پاس دین نہیں"۔

حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق جن کی پُوری فہرست اللہ کی کتاب میں ہے، ادا نہیں کرتا وہ ایمان کی پختگی سے محروم ہے، اور جو شخص کسی بات کو نباہنے کا قول و قرار دے پھر اُسے نہ نباہے، اِس عہد کو پُورا نہ کرے، وہ دینداری کی نعمت سے محروم ہے، جس کے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط جمی ہوتی ہیں وہ تمام حقوق کی

اَدائیگی میں اَمین ہوتا ہے، کسی حق کی اَدائیگی میں وہ خیانت نہیں کرتا۔ اِسی طرح جس آدمی کے اندر دینداری ہوگی وہ عہد کو مَرتے دم تک نباہے گا۔ یاد رہے کہ سب سے بڑا حق اللہ کا ہے، اُس کے رسُول کا ہے، اُس کی بھیجی ہوئی کتاب کا ہے۔ اور سب سے بڑا عہد وہ ہے جو آدمی اپنے خدا سے اور اُس کے بھیجے ہوئے نبی سے اور نبی کے لائے ہوئے دین سے کرتا ہے۔

(۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ رض قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ، قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ۔ (مُسلم ــــ عمرو بن عبسہ)

حضرت عمرو بن عبسہ رض فرماتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان نام ہے صبر اور سماحت کا۔

یعنی ایمان یہ ہے کہ آدمی خدا کی رَاہ اپنے لیے پسند کرے اور اس راہ میں جو مصیبت پیش آئے اُس کو برداشت کرے اور خدا کے سہارے آگے بڑھتا جائے (یہ صبر ہے) نیز آدمی اپنی کمائی خُدا کے محتاج و بے سہارا بندوں پر خُدا کی خوشنودی حاصِل کرنے کے لیے خرچ کرے اور خرچ کرکے خوشی محسوس کرے (یہ سماحت ہے) نیز یہ لفظ نرم خُوئی اور عالی ظرفی کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

(۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ۔ (بخاری ــــ ابوامامہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے اللہ کے لیے دوستی کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک رکھا اُس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا۔

مطلب یہ کہ آدمی اپنی تربیت کرتے کرتے اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ جس سے جڑتا ہے اور جس سے کٹتا ہے خدا کی خوشنودی حاصِل کرنے کے لیے اس سے جُڑتا ہے اور اُس سے کٹتا ہے دین کی خاطر کِسی سے محبت کرتا ہے اور کِسی سے نفرت، اُس کی محبت اور نفرت اپنی کسی ذاتی غرض اور دُنیاوی مفاد کے لیے نہیں ہوتی بلکہ صرف خدا اور اُس کے دین کی خاطر ہوتی ہے۔

جب آدمی کی یہ حالت ہو جائے، تب سمجھو کہ اُس کا ایمان مکمل ہوا۔

(۱۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَّضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ (بخاری و مسلم ــــ عباسؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ایمان کا مزہ چکھا اُس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب بنا کر اور اسلام کو اپنا دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول تسلیم کر کے خوش ہو گیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اپنے آپ کو دے کر اور اسلامی شریعت کی پیروی کر کے اور اپنے آپ کو نبیؐ کی رہنمائی میں دے کر پوری طرح مطمئن ہے، اس کا فیصلہ ہے کہ مجھے کسی اور کی بندگی نہیں کرنی ہے، اور ہر حالت میں اسلام پر چلنا ہے، اور حضورؐ کے سوا کسی دوسرے انسان کی رہنمائی میں زندگی نہیں گزارنی ہے۔ جس شخص کا حال یہ ہو جائے تو سمجھ لو کہ ایمان کی مٹھاس اُس نے پالی۔

رسُول پر ایمان لانے کا مطلب

(۱۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتٰبُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ۔ (مسلم ــــ جابرؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہترین کلام اللہ کی کتاب اور بہترین سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے (جس کی پیروی کی جانی چاہیے)۔

(۱۲) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِیَ وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، مجھ سے حضورؐ نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو اس طرح زندگی گزار سکے کہ تیرے دل میں کسی کی بدخواہی نہ ہو تو ایسی ہی زندگی بسر کر۔ پھر فرمایا اور یہی میرا طریقہ ہے (کہ میرے دل میں کسی کے لیے کھوٹ

يَا بُنَيَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (مسلم)

نہیں)۔ اور جس نے میری سُنّت (طریقہ) سے محبت کی تو بلاشبہ اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔

(۱۳) جَاءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ، فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَّلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (مسلم ــــ انسؓ)

تین آدمی حضورؐ کی عبادت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے حضورؐ کی بیویوں کے پاس آئے، جب اُنھیں بتایا گیا تو اُنھوں نے آپؐ کی عبادت کی مقدار کو کم تصور کیا اُنھوں نے اپنے جی میں سوچا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا کیا مقابلہ؟ اُن سے نہ تو پہلے گناہ ہوئے نہ بعد میں ہوں گے (اور ہم معصوم نہیں، پس ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے) چنانچہ اُن میں سے ایک نے اپنے لیے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ پوری رات نوافل میں گزارے گا اور دوسرے نے یہ کہا کہ میں ہمیشہ نفلی روزے رکھوں گا، دن میں کبھی کھانا نہ کھاؤں گا اور تیسرے صاحب نے کہا میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا (جب آپ کو اس کی اطلاع ملی) تو آپ اُن کے پاس گئے اور کہا کیا وہ تم ہی لوگ ہو جنھوں نے ایسا ایسا کہا ہے! پھر آپؐ نے فرمایا بلاشبہ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اور اُس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں۔ لیکن دیکھو میں (نفلی) روزے کبھی رکھتا ہوں، کبھی

نہیں رکھتا۔ اِسی طرح میں (رات میں) نوافل بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور دیکھو میں بیویاں بھی رکھتا ہوں (سو تمھارے لیے خیریت میرے طریقہ کی پیروی میں ہے) اور جس کی نگاہ میں میری سُنّت کی وقعت نہیں، جو میری سُنّت سے بے رُخی برتے اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں"۔

(۱۴) صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَرَخَّصَ فِیْہِ فَتَنَزَّہَ عَنْہُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰہَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَنَزَّہُوْنَ عَنِ الشَّیْءِ اَصْنَعُہٗ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُہُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّ ہُمْ لَہٗ خَشْیَۃً (بخاری و مسلم ــــ عائشہؓ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ایک کام کو کرنے سے لوگوں کو روک دیا تھا پھر آپؐ نے وہ کام کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اب آپؐ اُس کے کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ اُس پر بھی کچھ لوگ وہ کام کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے جب آپ کو اُن کی اس ذہنیت کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے تقریر کی اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، کیوں کچھ لوگ اس کام کے کرنے سے بچ رہے ہیں۔ جس کو میں کرتا ہوں۔ خُدا کی قسم میں اُن سب سے زیادہ خُدا کا علم رکھتا ہوں اور اُن سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

(۱۵) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَتَاہُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنْ یَّھُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَّکْتُبَ بَعْضَھَا فَقَالَ اَمُتَھَوِّکُوْنَ اَنْتُمْ کَمَا تَھَوَّکَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصٰرٰی؟ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِھَا بَیْضَاءَ نَقِیَّۃً، وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَّا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ (مسلم ــــ جابرؓ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمرؓ آئے اور کہا کہ ہم کو یہودیوں کی کچھ باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں، تو آپؐ کی کیا رائے ہے؟ کیا ان میں سے کچھ ہم لکھ لیں؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم بھی گمراہی کے کھڈ میں گرنا چاہتے ہو، جیسے یہود و نصاریٰ اپنی کتاب کو چھوڑ کر کھڈ میں گر گئے؟ میں تمھارے پاس وہ شریعت لایا ہوں جو سُورج کی طرح روشن اور آئینہ کی طرح صاف ہے، اور اگر آج موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو اُنھیں بھی میری پیروی کرنی پڑتی۔

یہودیوں نے اپنی کتاب، توراۃ کی تعلیم کو بگاڑ ڈالا تھا، لیکن اس میں بگاڑ ہی بگاڑ نہ تھا، کچھ سچی باتیں بھی تھیں، جنھیں مسلمان سنتے اور پسند کرتے، اگر حضورؐ اجازت دے دیتے تو دین میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی، کون سا مذہب ہے جس میں کچھ سچی اور اچھی باتیں نہیں پائی جاتیں؟ حضورؐ نے جو جواب حضرت عمرؓ کو دیا اس سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ صاف و شفاف چشمہ جس کے اپنے گھر میں موجود ہو اُسے گدلے حوض کی طرف رُخ نہ کرنا چاہیے۔

(۱۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص (مطلوبہ درجہ کا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا ارادہ اور اُس کے نفس کا میلان میری لائی ہوئی (کتاب، قرآن) کے تابع نہیں ہو جاتا

مطلب یہ کہ رسول پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ آدمی اپنی خواہش، اپنے ارادہ اور اپنے قلبی رُجحانات کو رسول کی لائی ہوئی ہدایت کے تابع کر دے، قرآن مجید کے ہاتھ میں اپنی خواہش کی لگام دے دے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو رسول پر ایمان لانے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

(۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (بخاری و مسلم ـــــ انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص (مطلوبہ درجہ کا) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کی نگاہ میں اُس کے باپ، اُس کے بیٹے اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مومن تب ہی بنتا ہے جب رسول اور اُن کے لائے ہوئے دین کی محبت تمام محبتوں پر غالب آجائے، بیٹے کی محبت کسی اور راستے پر چلنے کو کہتی ہے باپ کی محبت کسی اور راستے پر چلانا چاہتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے راستے پر

چلنے کا مطالبہ کرتے ہیں، تو جب آدمی ساری محبتوں اور اُن کے تقاضوں کو ٹھکرا کر صرف حضورؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کو تیار ہو جائے تو سمجھ لیجیے کہ وہ پکّا مومن ہے، مُحِبِّ رسُول ہے، ایسا ہی آدمی اسلام کو درکار ہے، اور ایسے ہی لوگ دُنیا کی تاریخ بناتے ہیں، کچّا ایمان، بیوی بچوں اور باپ اور بھائی کی محبتوں پر قینچی کہاں چلا سکتا ہے۔

(۱۸) إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهِ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰذَا؟ قَالُوْا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ إِذَا حَدَّثَ، وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهٗ إِذَا أُؤْتُمِنَ، وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔ (مشکوٰۃ۔ عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ)

عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، تو آپؐ کے کچھ اصحابؓ آپؐ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، تو آپؐ نے پُوچھا تمھارے اِس کام کا محرک کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، اللہ اور اس کے رسُول کی محبت۔ آپؐ نے فرمایا جن لوگوں کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اللہ و رسُول سے محبت کرتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں، اور جب اُن کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو (بہ حفاظت) مالک کے حوالہ کریں، اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

آپؐ کے وضو کا پانی لے کر برکت کے لیے چہروں اور ہاتھ پر ملنا آپؐ سے محبت کی وجہ سے تھا، یہ کوئی بُرا کام نہیں تھا جس پر حضورؐ انھیں ڈانٹتے، البتہ آپؐ نے انھیں بتایا کہ محبت کا اونچا مقام یہ ہے کہ اللہ اور رسُول نے جو احکام دیئے ہیں اُن پر عمل کیا جائے۔ آپؐ جو دین لائے ہیں اُسے اپنی زندگی کا دین بنایا جائے رسول کی پیروی رسُول کی محبت کا سب سے اونچا مقام ہے بشرطیکہ وہ رسولؐ سے قلبی لگاؤ کے ساتھ کی جائے۔

(۱۹) جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّکَ قَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ، فَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنْ کُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَہَاہُ (ترمذی)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے حضورؐ سے کہا، میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپؐ نے فرمایا، جو تم کہتے ہو اس پر غور کرلو، اس نے تین بار کہا کہ بخدا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر و فاقہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار فراہم کرلو۔ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی طرف فقر و فاقہ سیلاب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتے ہیں۔

کسی سے محبت کرنے اور اُسے محبوب بنانے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ اس کی پسند کو اپنی پسند اور اس کی ناپسندیدگی کو اپنی ناپسندیدگی بنا دیا جائے محبوب جس راستہ پر چلتا ہے اس راستہ کو اپنی زندگی کا راستہ بنا دیا جائے، اس کی قربت و صحبت اور اُس کی خوشنودی کی خاطر ہر چیز قربان کی جائے اور قربان کرنے کے لیے تیار رہا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ایک ایک نقشِ قدم اور ایک ایک نشانِ راہ معلوم کیا جائے اور اس پر چلا جائے! آپؐ نے جس راہ میں چوٹیں کھائی ہیں، اس راہ میں چوٹیں کھانے کا دم داعیہ پیدا کیا جائے۔ غارِ حرا بھی آپؐ کی راہ ہے اور بدر و حنین بھی آپؐ کی راہ ہے۔

دین کی راہ پر چلنے کے نتیجے میں فقر و فاقہ کی مار پڑے گی، اور معلوم ہے کہ معاشی مار سب سے بڑی مار ہے اس کا مقابلہ صرف توکل اور محبت الٰہی کے ہتھیار سے کیا جا سکتا ہے۔ مومن ایسے وقت میں یہ سوچتا ہے کہ اللہ میرا وکیل ہے، میں بے سہارا نہیں ہوں، اور یہ کہ میں غلام ہوں، غلام کا کام صرف اپنے مالک کی مرضی پوری کرنی ہے، اور یہ کہ میں جس کام پر لگا ہوا ہوں وہ رحیم و عادل

ہے میری محنت ماری نہیں جاسکتی۔ اس کا اس ڈھنگ پر سوچنا ہر مصیبت کو آسان کر دیتا ہے۔ شیطان کے ہر ہتھیار کو بے کار کر دیتا ہے۔

قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب

(۲۰) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَنِ اقْتَدٰى بِكِتٰبِ اللّٰهِ لَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ "فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى"۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دُنیا میں بے راہ ہوگا اور نہ آخرت میں اس کے حصہ میں محرومی آئے گی۔ پھر اُنھوں نے یہ آیت پڑھی فَمَنِ اتَّبَعَ الخ جو شخص میرے ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دُنیا میں بھٹکے گا اور نہ آخرت میں بدبختی سے دوچار ہوگا۔"

(۲۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ وَّمُحْكَمٍ وَّمُتَشَابِهٍ وَّاَمْثَالٍ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

حضورؐ نے ارشاد فرمایا، قرآن مجید میں پانچ چیزیں ہیں۔ حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال، پس حلال کو حلال سمجھو، حرام کو حرام قرار دو، محکم (قرآن کا وہ حصہ جس میں عقیدہ اور قانون وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے) پر عمل کرو، اور متشابہ (قرآن کا وہ حصہ جس میں غیب کی باتیں بیان ہوئی ہیں جیسے جنت، دوزخ، عرش، کرسی وغیرہ) پر ایمان رکھو (اور اس کی کُرید میں مت پڑو) اور امثال (قوموں کی تباہی کے عبرتناک قصے) سے

عبرت حاصل کرو۔

(۲۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَرَّمَ حُرُمٰتٍ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَسَکَتَ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْھَا۔ (مشکوٰۃ۔ جابرؓ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں انھیں برباد نہ کرنا اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے اُن کا ارتکاب نہ کرنا اور کچھ حد بندیاں کی ہیں انھیں پھلانگ کر آگے نہ بڑھنا، اور کچھ چیزوں سے اس نے بلا بھولے خاموشی اختیار کی ہے تم اُن کی کرید میں نہ پڑنا۔

---

(۲۳) عَنْ زِیَادِ بْنِ لَبِیْدٍؓ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَقَالَ ذَالِکَ عِنْدَ اَوَانِ ذَھَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ یَذْھَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُہٗ اَبْنَاءَنَا وَیُقْرِئُہٗ اَبْنَاؤُنَا اَبْنَاءَھُمْ؟ فَقَالَ ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ زِیَادُ کُنْتُ لَاُرَاکَ مِنْ اَفْقَہِ رَجُلٍ بِالْمَدِیْنَۃِ اَوَلَیْسَ ھٰذِہِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصٰرٰی یَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ لَا یَعْمَلُوْنَ بِشَیْئٍ مِّمَّا فِیْھِمَا (ابن ماجہ)

حضرت زیاد بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خوفناک چیز کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ ایسا اس وقت ہوگا جبکہ دین کا علم مٹ جائے گا، تو میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ علم کیونکر مٹ جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھ رہے اور اپنی اولاد کو پڑھا رہے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنی اولاد کو پڑھاتے رہیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا خوب اے زیاد! میں تمھیں مدینہ کا انتہائی سمجھدار آدمی سمجھتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل کی کتنی تلاوت کرتے ہیں پر ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے؟

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب

(۲۴) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَلَا نَتَّکِلُ عَلٰی کِتٰبِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ ؟ قَالَ اعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ اَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ السَّعَادَۃِ فَسَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَۃِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الشَّقَاوَۃِ فَسَیُیَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَۃِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ لکھی جا چکی ہے لوگوں نے اس پر کہا، اے اللہ کے رسول! پھر ہم اپنے لکھے ہوئے کا کیوں نہ سہارا لیں اور عمل چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، عمل کرو کیونکہ ہر شخص کو اسی چیز کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے، جو خوش نصیب ہے اس کو جنتی کاموں کی توفیق ملتی ہے اور جو بدنصیب (جہنمی) ہے اس کو جہنمی کاموں کی توفیق ملتی ہے، اس کے بعد حضورؐ نے سورہ اللّیل کی یہ دو آیتیں پڑھیں (جو اوپر حدیث میں درج ہوئیں جن کا مطلب یہ ہے کہ) جس نے مال خرچ کیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور بہترین بات کی تصدیق کی (یعنی اسلام لایا)، تو ہم اس کو اچھی زندگی (یعنی جنت) کی توفیق دیں گے اور جس نے اپنا مال دینے میں بخل سے کام لیا اور (خدا سے) بے پروا اور اچھی زندگی کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف والی زندگی (جہنم) کی توفیق دیں گے

یعنی اللہ کے یہاں یہ بات طے ہے کہ آدمی اپنے کن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوگا اور وہ کن اعمال کی وجہ سے جنّت میں جائے گا۔ خُدا نے اس "تقدیر" کو بڑی تفصیل سے قرآن مجید میں بیان کیا ہے اور حضورؐ نے بھی وضاحت سے پیش فرما دیا ہے، اب یہ آدمی کا اپنا کام ہے کہ وہ جہنم کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہے یا جنت کی راہ پر، دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا یہ اُس کی ذمّہ داری ہے، اور اُس کی ذمّہ داری اِس لیے ہے کہ خُدا نے اُس کو ارادہ کی آزادی بخشی ہے اور راستہ کے انتخاب میں آزاد چھوڑا ہے، یہی آزادی اُس کو سزا دلوائے گی اور اسی کی بدولت وہ جنت پائے گا ــــــ لیکن بہت سے کُند ذہن اپنی ذمہ داری کو خُدا کے سر ڈال دیتے اور اپنے کو مجبور سمجھ لیتے ہیں۔

(۲۵) عَنْ اَبِیْ خِزَامَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَرَأَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَدَوَاءً نَتَدَاوٰی بِہٖ تُقَۃً نَتَّقِیْھَا ھَلْ یَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ شَیْئًا؟ قَالَ ھِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ۔ (ترمذی)

اُبی خزامہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ دُعا تعویذ جسے ہم اپنی بیماریوں کے سلسلے میں کرتے ہیں اور یہ دوائیں جو ہم اپنے مرض کو دُور کرنے میں استعمال کرتے ہیں اور یہ احتیاطی تدابیر جو ہم دُکھوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے اختیار کرتے ہیں، کیا یہ اللہ کی تقدیر کو ٹال سکتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہیں۔"

حضورؐ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس خدا نے یہ بیماری ہمارے لیے لکھی اسی خدا نے یہ بھی طے کیا کہ یہ فلاں دوا سے اور فلاں تدبیر سے دُور کی جا سکتی ہے، خدا بیماری کا خالق بھی ہے اور اُس کو دور کرنے والی دوا کا بھی۔ سب کچھ اُس کے طے شدہ ضابطے اور

قاعدہ قانون کے تحت ہے۔

(۲۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمٰتٍ، اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ إِلَّا قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ (مشکوٰۃ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جبکہ میں آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا آپؐ نے فرمایا، اے لڑکے میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں (غور سے سُن!) دیکھ تو خدا کو یاد رکھ تو خُدا تجھے یاد رکھے گا تو خدا کو یاد رکھ تو خدا کو اپنے سامنے پائے گا، جب مانگے تو خدا سے مانگ، جب تو کسی مشکل میں مدد کا طالب ہو تو خدا سے مدد طلب کر، خدا کو اپنا مددگار بنا، اور اس بات کا یقین کر کہ لوگ متحدہ طور پر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو ______ اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے (یعنی کسی کے پاس دینے کو کچھ ہے ہی نہیں کہ دے گا، سب کچھ تو خدا کا ہے، وہ جتنا دینے کا کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے اُتنا ہی ملتا ہے چاہے جس ذریعے سے ملے) اور اگر لوگ اکٹھا ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے۔ (تو پھر اللہ ہی کو اپنا واحد سہارا بنانا چاہیے)

(۲۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، طاقتور مومن بہتر، اور خدا کو زیادہ پسند ہے بہ نسبت کمزور

اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ، وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ، اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ، وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰہُ، مَا شَاءَ فَعَلَ، فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ۔ (مشکوٰۃ ــ ابوہریرہؓ)

مُومن کے، اور دونوں ہی میں خیر و منفعت ہے، اور تو (آخرت میں) نفع دینے والی چیز کا حریص بن، اور اپنی مشکلات میں خدا سے مدد طلب کر اور ہمت نہ ہار، اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آپڑے تو یوں مت سوچ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا، بلکہ یوں سوچ کہ اللہ نے یہ مقدر فرمایا، جو اُس نے چاہا وہ کیا ـــــ اِس لیے کہ "لو" (اگر) شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے"۔

اِس حدیث کے پہلے حِصہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو وہ مُومن ہے جو جسمانی اور فکری قوت زیادہ رکھتا ہے تو ظاہر ہے جب وہ اپنی ساری قوت خدا کی راہ میں خرچ کرے گا تو دین کا کام اس کے ہاتھوں زیادہ انجام پائے گا بہ نسبت اس شخص کے جو کمزور ہے، جس کی صحت خراب ہے، یا فکری لحاظ سے اونچا نہیں تو خُدا کی راہ میں وہ بھی اپنی قوتوں کو لگائے گا مگر اتنا کام تو نہیں کر سکتا ہے جتنا پہلا آدمی کرتا ہے۔ اِس لیے اُسے دوسرے کے مقابلہ میں انعام زیادہ ملنا ہی چاہیے، البتہ دونوں چونکہ ایک ہی راہ ـ خدا کی راہ ـــــ کے مُسافر ہیں۔ اِس لیے اِس کمزور مُومن کو تھوڑا کام کرنے کی وجہ سے انعام سے محروم نہ کیا جائے گا۔ اصل میں قوت والے مُومن کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اپنی قوت کی قدر کرو، اُس کے ذریعہ جتنا آگے بڑھ سکتے ہو بڑھو، کمزوری آجانے کے بعد آدمی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر پاتا، اور آخری حِصہ کا مطلب یہ ہے کہ مُومن اپنی ذہانت اور اپنی تدبیر و قوت کو سہارا نہیں بناتا، بلکہ اُس پر جب مصیبت آتی ہے تو اس کا ذہن یوں

سوچتا ہے کہ یہ مصیبت میرے رب کی طرف سے آئی ہے، یہ تو میری تربیت کے کورس کا ایک حصہ ہے اور اس طرح یہ مصیبت اس کے توکل کو بڑھانے کا ذریعہ بن جاتی ہے

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ہوا، اُسے "غمِ جاناں" بنا دیا

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب

(۲۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰى سَمْعَهٗ وَحَنٰى جَبْهَتَهٗ يَنْتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا ذَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ
(ترمذی — ابوسعید خدری)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں عیش و آرام اور بے فکری کی زندگی کیسے گزار سکتا ہوں جبکہ حال یہ ہے کہ اسرافیلؑ صور مُنھ میں لیے، کان لگائے، پیشانی جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب حکم ہوتا ہے صُور پھونکنے کا ؟ (صور بگل کو کہتے ہیں، جس کے ذریعہ فوج کو خطرہ کی خبر دی جاتی ہے یا انھیں اکٹھا کرنے کے لیے بجایا جاتا ہے۔ قیامت کے صُور کی حقیقت کون جان سکتا ہے ؟) لوگوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسولؐ! پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا یہ پڑھتے رہو "حَسْبُنَا الخ" (اللہ ہم کو بس ہے اور وہ بہتر کارساز و سرپرست ہے)۔

لوگ آپؐ کی بے چینی اور فکر کو دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوئے اور پوچھا کہ جب آپؐ کا یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا، بتایئے کہ ہم کیا کریں کہ اُس دن کامیاب ہوں آپؐ نے ان کو بتایا کہ خُدا پر بھروسہ رکھو، اُس کی وِلایت اور سرپرستی میں زندگی

گزارو، اُس کی بندگی میں جینے والے کامیاب ہوں گے ۔

(۲۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ رَأْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاُ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔ (ترمذی ۔ ابن عمرؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ یہ تین سورتیں پڑھے، اذا الشمس کورت، اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت (ان تینوں سورتوں میں قیامت کا نہایت مؤثر انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے)

(۳۰) قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۔ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ، قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ، قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا ۔ (ترمذی ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" (اس دن زمین اپنے سارے احوال بیان کرے گی) اور صحابہؓ سے پوچھا، جانتے ہو، احوال بیان کرنے کا مطلب کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، اللہ ورسول کو ہی علم ہے، آپؐ نے فرمایا کہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی، بیان کرے گی کہ فلاں مرد اور فلاں عورت نے میری پیٹھ پر فلاں دن فلاں وقت بُرا یا اچھا کام کیا، یہی مطلب ہے اس آیت کا، لوگوں کے اعمال کو آیت میں "اخبار" کہا گیا ہے۔

(۳۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص سے اللہ براہِ راست گفتگو کرے گا (سنا

سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ
تَرْجُمَانٌ وَّلَا حَاجِبٌ يَّحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ
اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ
عَمَلِهٖ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا
مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا
يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا
النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ (متفق علیہ۔عدیؓ)

لے گا، اور وہاں نہ تو اُس کا کوئی سفارشی ہوگا
اور نہ کوئی اوٹ ہوگی جو اُسے چھپالے، یہ شخص اپنی
داہنی جانب دیکھے گا (کہ کوئی سفارشی اور
مددگار ہے) تو سوائے اپنے اعمال کے اُسے اور
کوئی نظر نہ آئے گا، پھر بائیں طرف تاکے گا تو
اُدھر بھی سوائے اپنے اعمال کے اور کوئی دکھائی
نہ دے گا، پھر سامنے کی طرف نظر دوڑائے گا
تو اُدھر بھی صرف دوزخ (اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ) دیکھے گا ـــــ تو اے لوگو!
آگ سے بچنے کی فکر کرو، ایک کھجور کا آدھا حصّہ ہی دے کر سہی۔!

اس موقع پر حضورؐ لوگوں کو انفاق (خدا کے دین اور خدا کے بے سہارا بندوں پر خرچ کرنا) کی تعلیم دے رہے تھے اس لیے صرف اسی کا ذکر کیا، فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس صرف ایک کھجور ہے اور وہ اسی کا آدھا حصہ دیتا ہے تو یہ بھی خدا کی نگاہ میں قیمتی ہے، وہ مال کی کمی بیشی نہیں دیکھتا بلکہ خرچ کرنے والے کے جذبہ کو دیکھتا ہے۔

(۳۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَيْ فُلُ
اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ
وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ
تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ؟ فَيَقُوْلُ بَلٰى، قَالَ
فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (قیامت
کے دن) ایک بندہ، خدا کے حضور آئے گا، خدا
اس سے کہے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت
و شرف نہیں بخشا تھا؟ کیا تجھے بیوی نہیں دی
تھی؟ کیا تیرے قبضہ میں گھوڑے اور اونٹ
نہیں دیئے تھے؟ اور کیا ہم نے تجھے مہلت نہیں

فَيَقُولُ لَا، فَيَقُولُ فَإِنِّيْ قَدْ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ، ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيْ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتٰبِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِيْ بِخَيْرٍ مَّا اسْتَطَاعَ فَيَقُوْلُ هٰهُنَا إِذًا، ثُمَّ يُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ، فَيَتَفَكَّرُ فِيْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْهَدُ عَلَيَّ، فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ، وَيُقَالُ لِفَخِذِهٖ انْطِقِيْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ، فَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِيْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (مسلم ــ ابوہریرہؓ)

دی تھی؟ تو اپنی حکومت چلاتا اور لوگوں سے مالیہ وصول کرتا تھا؟ وہ ان نعمتوں کا اقرار کرے گا پھر اللہ اس سے پوچھے گا، کیا تو سمجھتا تھا کہ ایک دن ہمارے سامنے پیش ہوگا؟ وہ کہے گا نہیں، تو اللہ اس سے کہے گا کہ جس طرح تو نے مجھے دُنیا میں بھلائے رکھا اسی طرح آج میں تجھے بھلا دوں گا ــ پھر ایسا ہی ایک دوسرا (منکرِ قیامت) خدا کے حضور آئے گا اور اس سے بھی اسی طرح سوال ہوگا ــ پھر ایک تیسرا شخص پیش ہوگا اور اللہ اس سے وہی سوالات کرے گا جو پہلے دونوں آدمیوں سے کیے گئے (جو کافر تھے) تو یہ جواب میں کہے گا "اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسُولوں پر ایمان لایا تھا، میں نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، تیری راہ میں اپنی دولت خرچ کرتا تھا (حضورؐ نے فرمایا) اور اسی طرح پُوری قوت سے اپنے اور بہت سے نیک کام گنائے گا؛ تب اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا بس رُک جاؤ۔ پھر اللہ فرمائے گا، ہم ابھی تیرے خلاف گواہی دینے والا بلاتے ہیں تو وہ اپنے جی میں سوچے گا کہ بھلا وہ کون ہے، جو میرے خلاف گواہی دے گا۔ پھر اس کے منھ کو مُہر لگا کر بند کر دیا جائے گا (کیونکہ یہ اللہ کے

حضور بھی جھوٹ بولنے سے نہ شرمائے گا جس طرح دُنیا میں نبی اور مومنین کے سامنے بے شرمی جھوٹی پاکبازی کا ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا، اور اس کی ران، گوشت اور ہڈیوں سے پوچھا جائے گا تو وہ سب اس شخص کے ایک ایک مکارانہ عمل کو ٹھیک ٹھیک بیان کردیں گے اور اس طرح اللہ باتیں بنانے کا دروازہ بند کردے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ آدمی ہے جس نے دُنیا میں منافقت برتی۔ اور یہ شخص ہے جس پر خدا کا غصہ ہوا۔

(۳۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوتِهِ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ؟ قَالَ اَنْ يُّنْظَرَ فِيْ كِتٰبِهٖ فَيُتَجَاوَزَ عَنْهُ، اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ — يَا عَائِشَةُ — هَلَكَ۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کو بعض نمازوں میں یہ دُعا کرتے سُنا اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا (اے اللہ! مجھ سے آسان محاسبہ کیجیو) تو میں نے پوچھا "آسان محاسبہ" کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، آسان محاسبہ یہ ہے کہ اللہ بندہ کا نامۂ اعمال دیکھے اور اُس کی بُرائیوں سے درگزر کرے۔ پھر فرمایا اے عائشہؓ! جس کا حساب لیتے وقت ایک ایک چیز کی کُرید کی گئی تو اُس کی خیر نہیں۔

قرآن مجید اور دوسری احادیث میں صاف طور پر یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ پر چلتے ہیں اور بدی کی طاقتوں سے لڑتے رہتے ہیں یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اُن کی زندگی کی مُہلت ختم ہوگئی، تو قیامت میں اللہ ان کی غلطیوں کو معاف کردے گا اور نیک کاموں کی قدر فرماتے ہوئے انھیں جنت میں داخل کرے گا۔

(۳۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضؓ اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ مَنْ یَّقْوٰی عَلَی الْقِیَامِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" فَقَالَ یُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْهِ کَالصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ - (مشکوٰۃ)

ابو سعید خدری رضؓ کہتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ اس دن جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے "یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (اے مخاطب! تو اس دن کا تصور کر جب لوگ حساب کتاب کے لیے ربّ العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے) اس دن بھلا کون لوگ کھڑے رہ سکیں گے (جبکہ وہ ایک دن ہزار برس کے برابر ہوگا) آپؐ نے فرمایا (اس دن کی سختی مجرموں اور باغیوں کے لیے ہے، انھیں وہ ایک ہزار برس کا معلوم ہوگا، مصیبت میں گرفتار آدمی کا دِن لمبا ہوتا ہے، کاٹے نہیں کٹتا) وہ دِن مومن کے لیے ہلکا ہوگا، صرف ہلکا ہی نہیں ہوگا بلکہ فرض نماز کی طرح اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے گا

(۳۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ" (بخاری ۔ مسلم)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ جس کے بارے میں کسی کان نے نہیں سُنا اور کسی کے دل میں اس کا گزر تک نہیں ہوا۔ تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو "فَلَا تَعْلَمُ الخ" (کوئی شخص نہیں جانتا کہ نیک بندوں کے لیے کتنی خوشیاں ہیں جو پوشیدہ رکھی گئی ہیں، قیامت میں ملیں گی)

(۳۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (بخاری۔مسلم)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور دُنیا کے سرُوسامان سے بہتر ہے۔

"کوڑا رکھنے کی جگہ" سے مُراد وہ مختصر جگہ ہے جہاں آدمی اپنا بستر بچھا کر پڑ رہتا ہے مطلب یہ کہ خدا کے دین پر چلنے میں کسی کی دُنیا تباہ ہوجائے تمام ساز وسامان سے محروم ہوجائے اور اس کے بدلے جنّت کی مختصر اور تھوڑی سی زمین مل جائے تو یہ بڑا سستا سودا ہے، فانی چیز کی قربانی دینے کے نتیجہ میں اللہ نے اُسے وہ چیز دی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

(۳۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ، وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ وَّلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دُنیا کے سب سے زیادہ خوش حال دوزخی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب آگ اس کے جسم پر اپنا پورا اثر دکھائے گی تب اُس سے پوچھا جائے گا کہ کبھی تو نے اچھی حالت دیکھی ہے؟ تجھ پر کبھی عیش وآرام کا زمانہ آیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، تیری قسم اے میرے رب! کبھی نہیں۔ پھر دُنیا میں انتہائی تنگی کی حالت میں زندگی گزارنے والے جنتی کو لایا جائے گا، جب ان پر جنت کی نعمتوں کا رنگ خوب چڑھ جائے گا تب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی تنگی دیکھی ہے؟ کبھی تجھ پر تکلیف کا دَور گزرا ہے؟ وہ کہے گا اے

میرے رب! میں کبھی تنگ دستی اور محتاجی میں گرفتار نہیں ہوا، میں نے تکلیف کا کوئی دور کبھی نہیں دیکھا۔

(۳۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ (بخاری مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کو لذتوں اور نفس کی خواہشوں سے گھیر دیا گیا ہے اور جنت کو سختیوں اور مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے۔

مطلب یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی پوجا کرے گا اور دُنیا کی لذتوں میں پڑے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جس کو جنّت لینے کی تمنّا ہو تو وہ کانٹوں بھری راہ اختیار کرے اپنے نفس کو شکست دے کر اُسے ہر مشقّت اور ہر ناگواری کو اللہ کی خاطر گوارا کرنے پر مجبور کرے، جب تک کوئی شخص اس دُشوار گزار گھاٹی کو پار نہیں کرتا، آرام و راحت میں کیسے پہنچے گا۔

(۳۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَارَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ ھَارِبُھَا وِمِثْلَ الْجَنَّۃِ نَامَ طَالِبُھَا۔ (ترمذی)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم کی آگ سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے۔ اور جنت سے زیادہ عمدہ چیز نہیں دیکھی کہ جس کا چاہنے والا سو رہا ہے

مطلب یہ کہ کسی خطرناک چیز کو دیکھنے کے بعد آدمی کی نیند اُڑ جاتی ہے وہ اس سے بھاگتا ہے، اور جب تک اطمینان نہ ہو جائے سوتا نہیں، اسی طرح جس کو کسی اچھی چیز کی فکر ہو جاتی ہے، تو جب تک وہ مل نہ جائے نہ سوتا ہے نہ چین سے بیٹھتا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو جنت کی تمنا کرنے والے سو کیوں رہے ہیں؟ یہ جہنم سے بھاگنے کی فکر کیوں نہیں کرتے؟ جس کو کسی چیز کا ڈر ہوتا ہے وہ بے خبر نہیں سوتا اور جس کے اندر اچھی چیز کی تڑپ ہوتی ہے وہ چین سے نہیں بیٹھتا۔

(۴۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا ، لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُھُمْ وَ یَعْرِفُوْنَنِیْ ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّھُمْ مِنِّیْ ، فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ ۔ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ ۔

(بخاری ، مسلم ، سہل بن سعد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اپنی اُمّت کو خطاب کرکے) ارشاد فرمایا" میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا استقبال کروں گا ، اور تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا ، جو میرے پاس آئے گا کوثر کا پانی پیے گا ، اور جو پیئے گا اُسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی ، اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے ، میں اُنھیں پہچانتا ہوں گا ، اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے لیکن انھیں میرے پاس پہنچنے سے روک دیا جائے گا ، تو میں کہوں گا ، یہ میرے آدمی ہیں (انھیں مجھ تک آنے دو) ۔ تو جواب میں مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے دین میں کتنی نئی چیزیں (بدعات) داخل کر دی ہیں تو (یہ سُن کر) میں کہوں گا ، دُوری ہو ، دُوری ہو اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے میرے بعد دین کے نقشہ کو بدل ڈالا ۔

یہ حدیث اپنے اندر سب سے بڑی بشارت بھی رکھتی ہے اور بہت بڑا ڈراوا بھی ۔ بشارت یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں کا استقبال فرمائیں گے جنھوں نے آپ کے لائے ہوئے دین کو بلا کمی بیشی کے قبول کیا اور اُس پر عمل کیا ۔ اور جو لوگ جان بوجھ کر دین میں نئی چیزیں دین کے نام پر داخل کریں گے جو دین سے ٹکراتی ہیں تو ایسے لوگ حضورؐ تک پہنچنے اور کوثر کا پانی پینے سے محروم رہ جائیں گے ۔

(۴۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ

ابوہریرہؓ کی روایت ہے ، حضور صلے اللہ علیہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِہٖ اَوْ نَفْسِہٖ۔ (بخاری)

وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت وہ حاصل کرسکے گا جس نے دل کے پُورے خلوص کے ساتھ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا۔

حضورؐ کا یہ ارشاد اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہایت مختصر ہے لیکن اپنے معنیٰ کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے توحید اختیار نہ کی، جس نے اسلام قبول نہ کیا، جو شرک کی گندگی ہی میں پڑا رہا اُس کو حضورؐ کی شفاعت حاصل نہ ہوگی۔ اِسی طرح جس نے زبان سے تو کلمہ کہا اور دین میں داخل ہوا، لیکن دل سے اُس کو سچّا نہ جانا، وہ بھی حضورؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ حضورؐ صرف اُن لوگوں کے لیے شفاعت فرمائیں گے جو دل سے ایمان لائے ہوں، جو توحید کی حقانیت پر یقین رکھتے ہوں، جیسا کہ دوسری حدیث میں مُسْتَیْقِنًا بِھَا قَلْبُہٗ کے الفاظ آئے ہیں، پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ یقین، عمل پر اُبھارتا ہے، آدمی کو اپنے بچہ کے کنویں میں گرنے کی اطلاع ملتی ہے تو جونہی اُسے اس خبر پر یقین ہوتا ہے اسی وقت فکرمند ہوکر اس کی جان بچانے کے لیے دوڑ پڑتا ہے، یہی حال قلبی ایمان کا ہے، یہ آدمی کے اندر نجات کی فکر پیدا کرتا اور عمل پر اُبھارتا ہے۔

(۲۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ .... قَالَ (رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَکُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا،

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا (جب سُورۂ شعراء کی آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (اپنے قریبی اہلِ خاندان کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو آپؐ نے قریش کو جمع کیا اور) فرمایا:۔

وَيَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ
اللهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا
أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا ، وَيَا
صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللهِ لَا أُغْنِي
عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا ، وَيَا فَاطِمَةُ
بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِي مَا شِئْتِ
مِنْ مَّالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ
شَيْئًا۔ (بخاری مسلم)

"اے گروہ قریش! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو۔ میں خدا کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ٹال سکتا۔ اے عبد مناف کے خاندان والو! میں تم سے اللہ کے عذاب کو کچھ بھی نہیں ٹال سکتا۔ اے عباسؓ بن عبدالمطلب! (حقیقی چچا) میں اللہ کے عذاب کو تم سے ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔ اے صفیہؓ! رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حقیقی پھوپی، میں تم کو اللہ کے عذاب کو ذرا بھی نہیں ہٹا سکتا۔ اے میری بیٹی فاطمہؓ تو میرے مال میں سے جتنا مانگے میں دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو تجھ سے نہیں ٹال سکتا۔ (پس اپنے بچانے کی فکر کر کہ ایمان اور عمل ہی وہاں کام آئیں گے)۔

(۳۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ، قَامَ فِيْنَا
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ
يَوْمٍ ، فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ
أَمْرَهُ ثُمَّ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ
يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهِ بَعِيْرٌ
لَهُ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَغِثْنِيْ
فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ
لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
عَلٰى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ دیا جس میں مال غنیمت کی چوری کے مسئلہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کیا، پھر آپؐ نے فرمایا، میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ ہے جو زور سے بلبلا رہا ہے، اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمائیے۔ (اس گناہ کے وبال سے بچائیے) تو میں کہوں، میں تیری کچھ بھی مدد

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ، لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ يَّقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَّهَا صِيَاحٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ، لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ ۔ (بخاری مسلم بالفاظِ مسلم)

نہیں کرسکتا میں نے تو تجھے دُنیا میں یہ بات پہنچا دی تھی ـــــ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دِن اِس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کوئی گھوڑا ہے جو ہنہنا رہا ہے، اور یہ شخص کہہ رہا ہے، اے اللہ کے رسُول! میری مدد کو دوڑیے' تو میں کہوں۔ میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا، میں نے تو تجھے دُنیا میں بات پہنچا دی تھی' میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اُس کی گردن پر کوئی بکری سوار ہے، اور وہ ممیا رہی ہے اور یہ کہہ رہا ہے' اے اللہ کے رسُول! میری مدد کو پہنچیے۔ تو میں اُس کی فریاد کے جواب میں کہوں، میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا، میں نے تو تجھے دُنیا میں احکام پہنچا دیئے تھے ـــــ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دِن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اُس کی گردن پر کوئی آدمی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے' اے اللہ کے رسُول! میری مدد کو پہنچیے' تو میں اُس کے جواب میں کہوں، میں یہاں تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا، میں نے تو تجھے دُنیا میں بات پہنچا دی تھی ـــــ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دِن

اِس حال میں نہ دیکھوں کہ اُس کی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے لہرا رہے ہیں، اور وہ کہہ رہا ہے، اے اللہ کے رسُول! میری مدد فرمائیے تو میں اس کے جواب میں کہوں' میں تیرے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا، میں نے تو تجھے دُنیا میں بات پہنچا دی تھی ـــــ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دِن اِس حال میں نہ پاؤں کہ اُس کی گردن پر سونا چاندی سوار ہے، اور وہ کہہ رہا ہے، اے اللہ کے رسُول! میری مدد فرمائیے تو میں اُس کے جواب میں کہوں، میں تیرے گناہ کی پاداشں کو ذرا بھی نہیں ٹال سکتا' میں نے تو تجھے دُنیا میں بات پہنچا دی تھی۔"

جانوروں کے بولنے اور کپڑے کے لہرانے کا مطلب یہ ہے کہ مال غنیمت کی یہ یہ چوریاں قیامت کے دن چھپائی نہ جاسکیں گی۔ ہر گناہ چیخ چیخ کر بتائے گا، اور اُس کے مجرم ہونے کا اعلان کرے گا۔ وَاضح رہے کہ یہ صرف مال غنیمت کی چوری کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، ہر بڑے گناہ کا یہی حال ہوگا۔ اللہ اس بُرے انجام سے ہر مسلمان کو بچائے۔ اور بُرا وقت آنے سے پہلے توبہ کی توفیق نصیب ہو۔

عبادات

نماز کی اہمیت

(۴۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا، ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ ؟ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالَ فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلٰوٰتِ الْخَمْسِ یَمْحُوا اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔ (بخاری، مسلم، ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر کوئی نہر ہو جس میں وہ ہر دن پانچ بار غسل کرتا ہو تو بتاؤ اُس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہ سکتا ہے ؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ نہیں، اُس کے جسم پر ذرا بھی میل کچیل نہیں رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے۔ اللہ ان نمازوں کے ذریعہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

اِس حدیث کے ذریعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ نمازیں اِنسان کے گناہوں کو معاف کیے جانے کا ذریعہ بنتی ہیں اور اس بات کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ نماز سے انسان کے دل میں شکر کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ خدا کی اطاعت کی راہ میں برابر بڑھتا جاتا ہے اور نافرمانیوں سے اُس کا ذہن دُور ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر اُس سے کبھی کوئی غلطی ہوتی بھی ہے

تو جان بوجھ کر نہیں ہوتی۔ اور فوراً وہ اپنے رب کے سامنے گر پڑتا ہے، رو رو کر معافی مانگتا ہے۔

(۴۵ الف) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ اِنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" فَقَالَ الرَّجُلُ أَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو اِس گناہ کے بارے میں بتایا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ، اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ۔ اس پر اُس آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسُول! کیا یہ میرے لیے خاص ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، میری اُمت کے سب لوگوں کے لیے ہے۔

یہ حدیث اوپر کی حدیث کی مزید تشریح کرتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نماز گُناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اس حدیث میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ ایک صاحبِ ایمان آدمی ہے، وہ جان بوجھ کر گُناہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن اِنسان ہی تھا، راستہ میں جذبات کی رَو میں بہہ کر اُس نے ایک اجنبی عورت کو چوم لیا۔ اس پر اُس کو اتنی پریشانی ہوئی کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے یہ کہا کہ میں نے ایک قابل سزا کام کیا ہے مجھ پر حد جاری ہونی چاہیے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ہُود کے آخری رکوع کی وہ آیت اس کو سُنائی جو اوپر درج ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مُومنین کو دن اور رات کے اوقات میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا

ہے۔ اور پھر فرمایا، اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ یعنی نیکیاں بُرائیوں کو ختم کرتی ہیں اور اُن کا کفارہ بنتی ہیں۔ اِس پر اُس شخص کو اطمینان ہوا اور اُس کی پریشانی دُور ہوئی۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کتنے اونچے پیمانہ کی تربیت دی تھی۔

(۴۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ، اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ۔

(ابو داؤد۔ عبادۃؓ بن صامت)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ پانچ نمازیں ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے تو جس شخص نے بہتر طریقہ پر وضو کیا اور ان نمازوں کے مقررہ وقتوں میں انھیں ادا کیا اور رکوع وسجود ٹھیک سے کیے، اور اس کا دل اللہ تعالےٰ کے سامنے نمازوں میں جھکا رہا تو اللہ تعالےٰ نے اُس کی مغفرت اپنے ذمے لی۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے، اگر چاہے گا تو اُس کو بخش دے گا، اور چاہے گا تو اُس کو عذاب دے گا۔

---

(۴۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا۔ فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ

عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ آپؐ نے ایک دن نماز پر تقریر فرمائی اور کہا جو شخص اپنی نمازوں کی ٹھیک طور سے دیکھ بھال کرے گا تو وہ اس کے لیے قیامت کے دن روشنی اور دلیل بنیں گی اور باعث نجات ہوں گی۔

لَہٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْھَانًا وَّنَجَاۃً۔ (اور جو اپنی نمازوں کی دیکھ بھال نہیں کرے گا تو
ایسی نماز اس کے لیے نہ تو روشنی بنے گی اور نہ دلیل بنے گی اور نہ نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

اِس حدیث میں "محافظت" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی دیکھ بھال اور نگرانی کے ہیں، اور اس سے مُراد یہ ہے کہ آدمی کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے ٹھیک سے وضو کیا ہے یا نہیں، وقت کے اندر نماز پڑھ رہا ہے یا نہیں، اور رکوع وسجود کا کیا حال رہا ہے اور آخری بات یہ کہ نماز میں اس کے دل کی کیا کیفیت رہی ہے، آیا دُنیا کے کاروبار اور خیالات کی وادیوں میں وہ بھٹکتا رہا ہے یا اپنے خُدا کی طرف متوجہ رہا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس نے اِس طرح کی نمازیں پڑھی ہوں اور اس کے دل کا یہ حال رہا ہو تو زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی وہ خدا کا بندہ بننے کی کوشش کرے گا اور آخرت میں کامیاب ہوگا۔

(۴۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰۤی اِذَا اصْفَرَّتْ وَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَّا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا۔ (مسلم، انس رض)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس میں زردی آجاتی ہے اور مُشرکین کی سُورج پُوجا کا وقت آجاتا ہے تب یہ اُٹھتا ہے اور جلدی جلدی چار رکعتیں مار لیتا ہے (ایسے جیسے مُرغی زمین پر چونچ مارتی ہے اور پھر اُٹھا لیتی ہے) یہ شخص اللہ کو اپنی نماز میں ذرا بھی یاد نہیں کرتا۔

اِس حدیث کے ذریعہ مُومن اور مُنافق کی نماز کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ مُومن اپنی نماز وقت پر پڑھتا ہے، رکوع اور سجدہ ٹھیک سے کرتا ہے، اُس کا دِل خُدا

کی یاد میں لگا ہوتا ہے۔ اور منافق نماز ٹھیک وقت پر نہیں پڑھتا، رکوع و سجدہ ٹھیک سے نہیں کرتا اور اُس کا دل خدا کے حضور نہیں ہوتا ـــــــ ویسے تو ہر نماز اہم ہے لیکن فجر و عصر کی اہمیت اور فضیلت زیادہ ہے۔ عصر کا وقت غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ بالعموم لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ رات آنے سے پہلے خرید و فروخت کر لیں اور اپنے پھیلے ہوئے کاموں کو سمیٹ لیں۔ اِس لیے اگر مومن کا ذہن بیدار نہ ہو تو عصر کی نماز خطرہ میں پڑ سکتی ہے اور صبح کی نماز کی اہمیت اِس لیے ہے کہ نیند کا وقت ہوتا ہے سب کو معلوم ہے کہ رات کے آخری حصہ کی نیند بڑی گہری اور میٹھی ہوتی ہے۔ اگر انسان کے دِل میں ایمان زندہ نہ ہو تو اپنی محبوب نیند کو چھوڑ کر خدا کی یاد کے لیے نہیں اُٹھ سکتا۔

(۴۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلٰٓئِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلٰٓئِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ، ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْاَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے جو زمین کے انتظام پر مامور ہیں وہ اپنی ڈیوٹی بدلتے ہیں اور فجر و عصر کی نماز میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ پھر جو فرشتے تمھارے اندر رہے ہیں وہ اپنے رب کے حضور جاتے ہیں تو وہ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم اُن کے پاس پہنچے تھے تو انھیں نماز پڑھتے پایا تھا۔ اور جب ہم نے انھیں چھوڑا ہے تو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے۔

یہ حدیث فجر و عصر کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہے۔ فجر کی نماز میں رات کے

فرشتے شرکت کرتے ہیں اور وہ فرشتے بھی جنھیں دِن میں اپنا کام کرنا ہے ۔اسی طرح عصر کی نماز میں بھی دونوں قسم کے فرشتے مؤمنین کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتے ہیں ۔مؤمن کی اِس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ ان کو فرشتوں کا ساتھ نصیب ہو۔

(۴۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ، فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ ۔ (مشکوٰة)

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ تمھارے سارے کاموں میں سب سے زیادہ اہمیت میرے نزدیک نماز کی ہے جو شخص اپنی نماز کی حفاظت کرے گا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہے گا تو وہ اپنے پورے دین کی حفاظت کرے گا اور جو نماز کو ضایع کردے گا تو وہ اور ساری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ برباد کردینے والا ثابت ہوگا۔

(۵۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ، اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ،

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سات قِسم کے لوگوں کو اللہ اپنے سایہ میں جگہ دے گا اُس دن جس دن سوائے اللہ کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) منصف بادشاہ (۲) وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی بندگی میں گزری (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد سے اٹکا رہتا ہے جب مسجد سے نکلتا ہے تو پھر دوبارہ مسجد میں داخل ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے (۴) وہ دو آدمی جن کی دوستی کی

وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ۔

(متفق علیہ۔ابوہریرہؓ)

بنیاد اللہ اور اللہ کا دین ہے۔اسی جذبہ کے تحت وہ اکٹھا ہوتے اور یہی جذبہ لیے جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ آدمی جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے (۶) وہ آدمی جس کو کسی اونچے خاندان کی حسین و خوب صورت عورت نے بدکاری کی دعوت دی تو اس نے محض خدا کے خوف کی بنا پر اس دعوت کو رد کر دیا۔ (۷) وہ آدمی جس نے اس طرح صدقہ کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ دایاں ہاتھ کیا دے رہا ہے۔

(۱۵) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ۔

(مسند احمد)

شداد ابن اوس فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا تو اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا تو اس نے شرک کیا۔

اس ارشاد کے ذریعہ حضورؐ یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ جو بھی نیکی کا کام کیا جائے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، نیت یہ ہو کہ یہ میرے مالک کا حکم ہے اور مجھے اسی کی خوشنودی کی فکر ہے، دوسروں کی نگاہ میں پارسا بننے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے جو نیکی کا کام کیا جائے گا اس کی کوئی قیمت نہیں، قیمت تو صرف اس نیکی کی ہے جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کی گئی ہو۔

نماز باجماعت

(۵۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔

(بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بلا عذر شرعی) مسلمانوں کی جماعت سے الگ تھلگ اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

اصل حدیث میں "فذ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنٰی الگ تھلگ رہنے والے کے ہیں جماعت کی نماز میں ہر طرح کے مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ امیر بھی، غریب بھی، خوش پوشاک بھی اور پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے بھی۔ تو جن لوگوں کے اندر بڑائی کا غرور ہوتا ہے اور مال داری کے نشہ میں بدمست ہوتے ہیں۔ اِس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اُن کے ساتھ کوئی اور کھڑا ہو، اِس لیے وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس ذہنی بیماری کا علاج یہ بتایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اپنے کمرے میں یا مسجد میں تنہا نماز نہ پڑھو۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ بالعموم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں شیطانی وساوس کم پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کا خدا سے تعلق مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے نماز با جماعت کا درجہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق ستائیس گنا بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہی حقیقت ہے جو اگلی حدیث (۵۳) میں بیان ہوئی ہے۔

(۵۳) اِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوتُہٗ مَعَ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آدمی کی نماز جو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ پڑھتا ہے

رَجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلٰوتِهٖ مَعَ الرَّجُلِ وَ مَا اَكْثَرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ۔

(ابوداؤد۔ ابی بن کعب)

زیادہ ایمانی نشو ونما کا باعث بنتی ہے، اس نماز کے مقابلہ میں جو وہ اکیلے پڑھتا ہے۔ اور جو نماز اُس نے دو آدمیوں کے ساتھ پڑھی وہ ایک آدمی کے ساتھ پڑھی گئی نماز کے مقابلہ میں ایمان کی زیادتی کا باعث بنتی ہے اور پھر جتنی ہی زیادہ تعداد میں لوگ پڑھیں تو وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر ہے (اتنا ہی خدا سے تعلق مضبوط ہوگا)۔

(۴۵) مَا مِنْ ثَلٰثَةٍ فِىْ قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ۔

(ابوداؤد۔ ابودرداءؓ)

جس کسی بستی یا دیہات میں تین مسلمان ہوں اور وہاں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جاتی ہو تو اُن پر شیطان غلبہ پالیتا ہے تو (اے مخاطب) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کرلے کیوں کہ بھیڑیا صرف اُس بکری کو کھاتا ہے جو اپنے چرواہے سے دُور اور اپنے گلہ سے الگ ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں پر خدا کی رحمت ہوتی ہے اور وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن اگر کہیں جماعت قایم نہ کی جائے تو اللہ اپنی حفاظت ونگرانی کا ہاتھ اُن سے کھینچ لیتا ہے اور وہ شیطان کے قابو میں چلے جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کو جس طرح چاہتا ہے شکار کرتا ہے اور جس راہ پر چاہتا ہے چلاتا ہے جیسے بکریوں کا ریوڑ کہ اپنے چرواہے کے قریب رہتی ہیں۔ تو وہ دوہری حفاظت میں رہتی ہیں ایک مالک کی حفاظت دوسرے باہمی اتحاد، اِن دونوں وجہوں سے بھیڑیا شکار نہیں کر پاتا۔ لیکن اگر کوئی بیوقوف بکری اپنے چرواہے کی منشار کے خلاف گلہ سے نکل کر پیچھے رہ

جائے یا آگے نکل جائے تو نہایت آسانی سے بھیڑیا اُس کا شکار کرلیتا ہے، کیونکہ یہ کمزور بھی ہے اور مالک کی حفاظت سے بھی اُس نے اپنے آپ کو محروم کرلیا ہے۔

(۵۵) مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ ـــــ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ ـــــ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی۔ (ابوداؤد۔ ابن عباسؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جس شخص نے خدا کی طرف بلانے والے (مؤذن) کی آواز سنی اور اُسے کوئی ایسا عذر بھی لاحق نہیں ہے جو اُس کی پکار پر دوڑنے سے روکتا ہو تو اُس کی یہ نماز جو اُس نے اکیلے پڑھی ہے (قیامت کے دن) قبول نہ کی جائے گی۔ لوگوں نے اس پر حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ عذر سے کیا مُراد ہے؟ اور کون کون سی چیزیں عذر بنتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ڈر اور بیماری۔

"ڈر" سے مُراد جان کی ہلاکت کا ڈر ہے کسی دشمن کی وجہ سے یا درندہ اور سانپ کی وجہ سے اور "مرض" سے مُراد وہ حالت ہے جس کی وجہ سے آدمی مسجد تک نہیں جا سکتا۔ شدید طوفانی ہوا، بارش اور معمول سے زیادہ سردی، بھی عُذر میں داخل ہے۔ البتہ ٹھنڈے ممالک کی سردی عُذر نہیں ہے بلکہ گرم علاقوں میں بعض اوقات سخت سردی آجاتی ہے اور یہ ان کے لیے مُہلک ہوتی ہے۔ ایسی سردی بلاشُبہ عُذر بن سکتی ہے۔ اسی طرح عین وقت پر آدمی کو اگر بڑے یا چھوٹے استنجا کی ضرورت محسوس ہو تو یہ بھی عُذر میں شامل ہے۔

(۵۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَاَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِیْضٌ،

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ (حضورؐ کے زمانہ میں)، ہمارا حال یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے اس شخص کے جو

إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ ، وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى ، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ ، وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ ۔ فَإِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى ۔ وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ ۔

(مسلم)

منافق تھا اور اس کا نفاق معلوم تھا اور سوائے مریض کے (بلکہ اس زمانے کے لوگوں کا حال یہ تھا) کہ مرض میں مبتلا ہوتے پھر بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچتے اور جماعت میں شرکت کرتے نیز عبداللہ ابن مسعودؓ نے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو سنّتُ الہدیٰ سکھائی (سنّت الہدیٰ اُن سنّتوں کو کہتے ہیں جن کو قانونی حیثیت حاصل ہے۔ اور وہ اُمّت کو کرنے کے لیے بتائی گئی ہیں) اور سنّت ہدیٰ میں سے وہ نماز بھی ہے جو اس مسجد میں پڑھی جائے جس میں اذان ہوتی ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ مطیع و فرماں بردار بندے کی حیثیت سے کل قیامت میں اللہ سے ملے تو اس کو ان پانچوں نمازوں کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور انھیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ نے تمھارے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو سُننِ ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ میں سے ہیں۔ اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسے کہ یہ منافق لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے طریقہ کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی (صلعم) کے طریقہ کو چھوڑا تو صراطِ مستقیم کو گم کر دو گے

امامت

(۵۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ ـ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ ـ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ ـ

(ابو داؤد)

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ امام ذمّہ دار ہے اور مؤذن امانت دار، اے اللہ! امامت کرنے والوں کو نیک بنا۔ اور اے اللہ! اذان دینے والوں کی مغفرت فرما۔

امام کے ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کی نماز کا ذمّہ دار ہے اگر وہ نیک اور صالح نہ ہو تو سب کی نماز خراب کرے گا۔ اس لیے حضورؐ دُعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! اماموں کو نیک و صالح بنا، اور مؤذّن کے امانت دار ہونے کے معنٰے یہ ہیں کہ لوگوں نے اپنی نماز کے معاملہ کو اُس کے حوالہ کر دیا ہے، اُس کا فرض ہے کہ وقت پر اذان دے تاکہ اذان سُن کر لوگ تیاری کریں اور اطمینان سے جماعت میں شریک ہو سکیں۔ اگر وقت پر اذان نہ ہو تو عین ممکن ہے کہ بہت سے لوگ جماعت سے محروم رہ جائیں یا دو ایک رکعت چھوٹ جائے۔

یہ حدیث ایک طرف تو اماموں اور مؤذنوں کو یہ ہدایت دیتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری محسوس کریں، دوسری طرف اُمّت کو بتایا جا رہا ہے کہ امامت کے لیے صالح و پرہیزگار آدمی کا انتخاب کرے اور اذان کے لیے ایسے آدمی کو مقرر کرے جس کے اندر ذمّہ داری کا احساس ہو۔

(۵۸) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں

قَالَ إِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ، وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ۔ (بخاری، مسلم ابوہریرہؓ)

سے کوئی امامت کرے تو (حالات کا اندازہ کرکے اور نمازیوں کا لحاظ کرتے ہوئے) ہلکی نماز پڑھائے اس لیے کہ تمھارے پیچھے کمزور بھی ہوں گے، بیمار اور بوڑھے لوگ بھی۔ (البتہ) جب تم میں سے کوئی اپنی (انفرادی) نماز پڑھے تو جتنی لمبی نماز پڑھنی چاہے پڑھے۔"

(۵۹) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا، فَمَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ، فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ، فَاِنَّ مِنْ وَّرَائِهٖ الْكَبِيْرَ وَالصَّغِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابومسعود انصاریؓ کا بیان ہے کہ ایک آدمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اُس نے کہا کہ فلاں امام فجر کی نماز لمبی پڑھاتا ہے اس کی وجہ سے صبح کی نماز باجماعت میں میں دیر سے پہنچتا ہوں (ابومسعودؓ فرماتے ہیں) میں نے کسی وعظ و تقریر میں حضورؐ کو اتنا غصہ کرتے نہیں دیکھا جتنا اُس دن کی تقریر میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا، اے لوگو! تم میں سے بعض امامت کرنے والے اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت سے بدکاتے اور متنفر کرتے ہیں (خبردار) تم میں سے جو بھی امامت کرے اختصار سے کام لے، کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے بھی ہوں گے، بچے بھی، اور کام کاج پر نکلنے والے ضرورت مند بھی۔

اختصار سے کام لینے کا مطلب یہ نہیں کہ اُلٹی سیدھی، جلدی جلدی نماز پڑھ پڑھا دی جائے اور چار رکعت نماز ڈیڑھ منٹ میں پوری کر دی جائے ایسی نماز اسلام کی

نماز نہیں ہے۔ البتہ نمازیوں کا اور وقت و حالات کا ضروری حد تک لحاظ کیا جانا چاہیے۔

(۶۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ، فَقَالُوْا لَهُ نَافَقْتَ يَا فُلَانُ۔ قَالَ لَا۔ وَاللهِ لَآتِيَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ، وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُعَاذٍ۔ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ؟ إِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى۔ (بخاری، مسلم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مُعاذ بن جبلؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مسجد نبویؐ میں نفل کی نیت سے) نماز پڑھتے، پھر جاکر اپنی قوم کی امامت کرتے، تو اُنھوں نے ایک رات عشاء کی نماز حضور علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، اور پھر جاکر امامت کی اور سورۂ بقرہ شروع کی، تو ایک آدمی نے سلام پھیر دیا اور الگ اپنی نماز پڑھ کر گھر کو چلا گیا، دوسرے نمازیوں نے (نماز پڑھنے کے بعد) اس سے کہا، تونے نفاق کا کام کیا۔ اُس نے کہا نہیں، میں نے منافقانہ حرکت نہیں کی۔ بخدا میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا (اور مُعاذ کی لمبی نماز کا قصہ بیان کروں گا) چنانچہ اُس نے آکر کہا اے اللہ کے رسولؐ ہم آبپاشی کے اونٹ رکھتے ہیں (اُجرت پر لوگوں کے باغات اور کھیتوں کی سینچائی کا کام کرتے ہیں) دن بھر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، اور مُعاذ کا حال یہ ہے کہ عشاء کی نماز آپؐ کے ساتھ پڑھ کر گئے، اور سورۂ بقرہ شروع کردی (ہم دن

بھر کے تھکے ماندے کیسے اتنی دیر تک کھڑے رہ سکتے ہیں ؟) آپؐ یہ سُن کر مُعاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر فرمایا:"اے مُعاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا پڑھا کرو، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى پڑھا کرو، سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى پڑھا کرو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم، عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھتے۔ حضرت مُعاذؓ حضورؐ کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہوتے، پھر جانے میں کچھ وقت لگتا، پھر سُورۂ بقرہ جیسی لمبی سُورتیں پڑھتے، اچھا خاصا وقت اس میں لگتا اور اُدھر حال یہ کہ لوگ دن بھر کھیتوں اور باغوں میں کام کرتے کرتے تھک کر چور ہو جاتے، ایسے حالات میں اور ایسے لوگوں کے درمیان لمبی نماز پڑھانے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوں۔ اِس پر حضورؐ نے حضرت مُعاذؓ کو مُتنبہ کیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت معاذؓ سے راضی ہو کہ ان کے عمل سے اُمّت کے اماموں کو کتنی بڑی ہدایت ملی۔

زکوٰۃ، صدقۂ فِطر، عُشر

(۱۶) إِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَاءِهِمْ۔ (متفق علیہ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالےٰ نے لوگوں پر صدقہ فرض کیا گیا ہے جو اُن کے مال دار لوگوں سے لیا جائے گا اور اُسے اُن کے ضرورت مندوں کو لوٹایا جائے گا۔

صدقہ کا لفظ زکوٰۃ کے لیے بھی اِستعمال ہوتا ہے جس کا ادا کرنا قانوناً ضروری ہے، اور یہاں یہی مُراد ہے اور اُس کا اطلاق ہر اُس مال پر بھی ہوتا ہے جو بطورِ خود آدمی اپنی

خوشی سے خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث کا لفظ "تُرَدُّ" (لوٹایا جائے گا) صاف صاف بتاتا ہے کہ زکوٰۃ جو مال داروں سے وصول کی جائے گی وہ دراصل سوسائٹی کے غریبوں اور حاجت مندوں کا "حق" ہے جو انھیں دِلوایا جائے گا۔

(۶۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِىْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ۔ (صحیح بخاری)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا اور پھر اُس نے اُس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی اُس کا یہ مال قیامت کے دن نہایت زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کے سر پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (یہ انتہائی زہریلے ہونے کی علامت ہے) اور وہ اُس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اُس کے دونوں جبڑوں کو یہ سانپ پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ۔

یعنی وہ لوگ جو اپنے مال کو خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ خیال کریں کہ اُن کا یہ بخل اُن کے حق میں بہتر ہوگا بلکہ وہ بدتر ثابت ہوگا۔ ان کا یہ مال قیامت کے دن اُن کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ یعنی وہ اُن کے لیے سخت تباہی کا باعث ہوگا۔

(۶۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جس مال میں سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے اور وہ اسی میں ملی جُلی رہے تو وہ مال کو تباہ کرکے چھوڑتی ہے۔

——— "تباہ کرنے" سے مُراد یہ نہیں ہے کہ جو کوئی شخص زکوٰۃ نہ دے اور خود ہی کھائے، تو لازمًا ہر حالت میں اُس کا پُورا سرمایہ تباہ ہو جائے گا، بلکہ تباہی سے مُراد یہ ہے کہ وہ مال جس سے فائدہ اُٹھانے کا اُس کو حق نہ تھا، اور جو غرباء ہی کا حِصّہ تھا اُس نے اُسے کھا کر اپنے دین وایمان کو تباہ کیا۔ امام احمد بن حنبل سے یہی تشریح منقول ہے اور ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ زکوٰۃ مار کھانے والے کا پُورا سرمایہ آنًا فانًا تباہ ہو گیا ہے۔

(۶۴) فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَ الصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسٰكِيْنِ (ابو داؤد)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فِطرہ کی زکوٰۃ کو اُمت پر فرض (واجب) کیا تاکہ وہ اُن بیکار اور بے حیائی کی باتوں سے جو روزہ کی حالت میں روزہ دار سے سرزد ہو جاتی ہیں، کفارہ بنے اور غریبوں مسکینوں کے کھانے کا انتظام ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ صدقہ فِطر جو شریعت میں واجب کیا گیا ہے اُس کے اندر دو مصلحتیں کام کر رہی ہیں۔ ایک یہ کہ روزہ دار سے روزہ کی حالت میں باوجود کوشش کے جو کوتاہی و کمزوری رہ جاتی ہے اس مال کے ذریعہ اُس کی تلافی ہو جاتی ہے، اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ جس دن سارے مُسلمان عید کی خوشی منا رہے ہوتے ہیں۔ اُس دن سوسائٹی کے غریب لوگ فاقہ سے نہ رہیں، بلکہ اُن کی خوراک کا کچھ نہ کچھ انتظام ہو جائے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ گھر کے سارے ہی لوگوں پر فطرہ واجب کیا گیا ہے اور نمازِ عید سے پہلے دینے کی تاکید آئی ہے۔

(۶۵) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْكَانَ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زمینیں بارش کے پانی سے یا بہتے چشمے سے سیراب ہوتی ہوں یا

عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ (بخاری، ابن عمرؓ)

دریا سے قریب ہونے کی وجہ سے پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو، اُن کی پیداوار کا دسواں حصّہ بطور زکوٰۃ نکالا جائے گا اور جن کو مزدور لگا کر سینچا جائے اُن میں بیسواں حصّہ ہے۔

روزہ

(٦٦) عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ۔ (مشکوٰۃ)

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں فرمایا، اے لوگو! ایک بڑی عظمت والا، بڑی برکت والا مہینہ قریب آگیا ہے، وہ ایسا مہینہ ہے کہ جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالےٰ نے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس مہینہ کی راتوں میں تراویح پڑھنا نفل کر دیا ہے (یعنی فرض نہیں ہے بلکہ سُنّت ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے) جو شخص اس مہینہ میں کوئی ایک نیک کام اپنے دل کی خوشی سے بطور خود کریگا تو وہ ایسا ہو گا جیسے کہ رمضان کے سوا اور مہینوں میں فرض ادا کیا ہو، اور جو اس مہینہ میں فرض ادا کرے گا تو وہ ایسا ہو گا جیسے کہ رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کسی نے ستّر فرض ادا

کیے۔ اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ اور یہ مہینہ سوسائٹی کے غریب اور حاجت مندوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔

"صبر کا مہینہ" ہونے سے مطلب یہ ہے کہ روزوں کے ذریعہ مومن کو خدا کی راہ میں جمنے اور اپنی خواہشات پر قابو پانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ آدمی ایک مقررہ وقت سے لے کر دوسرے مقررہ وقت تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ بیوی کے پاس جاتا ہے اس سے اُس کے اندر خدا کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اِس سے اس بات کی مشق ہوتی ہے کہ موقع پڑنے پر وہ اپنے جذبات، خواہشات پر اور اپنی بھوک پیاس پر کتنا قابو رکھ سکتا ہے۔ دُنیا میں مومن کی مثال میدانِ جنگ کے سپاہی کی سی ہے جسے شیطانی خواہشوں اور بدی کی طاقتوں سے لڑنا ہے، اگر اُس کے اندر صبر کی صفت نہ ہو تو حملہ کی ابتدا ہی میں اپنے آپ کو دُشمن کے حوالے کر دے گا۔

"ہمدردی کا مہینہ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ روزہ دار جن کو اللہ تعالیٰ نے کھاتا پیتا بنایا ہے اُن کو چاہیے کہ بستی کے حاجت مندوں کو خُدا کے دِیئے ہوئے انعام میں شریک کریں اور اُن کی سحری اور افطار کا انتظام کریں۔

اصل حدیث میں "مواساۃ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں مالی ہمدردی کرنا جس میں زبانی ہمدردی بھی شامل ہے۔

(٦٧) مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا	جس شخص نے ایمانی کیفیت کے ساتھ اور اجرِ آخرت کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کرے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔ جس نے رمضان

غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (متفق علیہ) کی راتوں میں ایمانی کیفیت اور اَجر آخرت کی نیت کے ساتھ نماز (تراویح) پڑھی تو اُس کے ان گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا جو پہلے ہوچکے ہیں۔

(۶۸) اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَاِذَاكَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ امْرُؤٌ صَائِمٌ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو اپنی زبان سے فحش بات نہ نکالے اور نہ شور و ہنگامہ کرے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی کرنے پر آمادہ ہو تو اس روزہ دار کو سوچنا اور یاد کرنا چاہیے کہ میں تو روزہ دار ہوں (بھلا میں کس طرح گالی دے سکتا اور لڑ سکتا ہوں)۔

(۶۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ (بیہقی، مشکوٰۃ، عبداللہ بن عمرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن مؤمن کے لیے سفارش کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکا تو یہ رُکا رہا تو اے میرے رب! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا (اپنی میٹھی نیند چھوڑ کر نماز میں قرآن پڑھتا رہا) تو اے خدا! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر۔ تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔

(۷۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے (روزہ رکھنے کے باوجود) جھوٹ بات کہنا

بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (بخاری، ابوہریرہؓ)

اور اُس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اُس سے کوئی دِل چسپی نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہتا ہے۔

یعنی روزہ رکھوانے سے اللہ تعالےٰ کا مقصود انسان کو نیک بنانا ہے اگر وہ نیک ہی نہ بنا اور سچّائی پر اُس نے اپنی زندگی کی عمارت نہیں اُٹھائی۔ رمضان میں بھی باطل اور ناحق بات کہتا اور کرتا رہا اور رمضان کے باہر بھی اُس کی زندگی میں سچائی نہیں دِکھائی دیتی تو ایسے شخص کو سوچنا چاہیے کہ وہ آخر کیوں صبح سے شام تک کھانے اور پینے سے رُکا رہا۔

اِس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ روزہ دار کو روزہ رکھنے کے مقصد اور اس کی اصل رُوح سے واقف ہونا چاہیے اور ہر وقت اس بات کو ذہن میں تازہ رکھنا چاہیے کہ کیوں کھانا پانی چھوڑ رکھا ہے۔

(۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کتنے ہی (بدقسمت) روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ نہیں حاصل ہوتا اور کتنے ہی روزہ کی رات میں) تراویح پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی تراویح سے جاگنے کے سوا اور کچھ نہیں ہاتھ آتا۔

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح یہ سبق دیتی ہے کہ آدمی کو روزہ کی حالت میں روزہ کے مقصود کو سامنے رکھنا چاہیے۔

(۷۲) قَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ

حضرت حُذیفہؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ آدمی جو کچھ اپنے گھر والوں اور

يُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ (بخاری باب الصوم)

مال اور پڑوسی کے سلسلے میں غلطی کرتا ہے، نماز، روزہ اور صدقہ ان غلطیوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

مطلب یہ کہ آدمی اپنے بیوی بچّوں کی خاطر گناہ میں پڑجاتا ہے۔ اِسی طرح تجارت میں اور پڑوسیوں کے سلسلے میں بالعموم کوتاہی ہوجاتی ہے تو ان عبادات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اِن کوتاہیوں کو معاف فرما دے گا (بشرطیکہ گناہ جان بوجھ کر نہ کیے گئے ہوں بلکہ ہوگئے ہوں)

(۷۳) قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِذَا صَامَ فَلْيَدَّهِنْ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ الصَّوْمِ۔ (الادب المفرد)

حضرت ابوہریرہؓ نے ارشاد فرمایا، آدمی جب روزہ رکھے تو چاہیے کہ تیل لگائے تاکہ اس پر روزہ کا اثر و نشان دکھائی نہ دے۔

حضرت کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کو چاہیے کہ اپنے روزہ کی نمایش سے بچے، نہا دھولے، تیل لگالے، تاکہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی سستی اور اضمحلال دُور ہو جائے اور ریا کے پیدا ہونے کا دروازہ بند ہو جائے۔

(۷۴) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا، فَاِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً۔ (بخاری)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ سحری کھالیا کرو اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

مطلب یہ کہ سحری کھا کر روزہ رکھو گے تو دن آسانی سے کٹے گا، خُدا کی عبادت اور دوسرے کاموں میں کمزوری اور سُستی نہ آئے گی۔ سحری نہ کھاؤ گے تو بھوک کی وجہ سے سُستی اور کمزوری آئے گی، عبادت میں جی نہ لگے گا اور یہ بڑی بے برکتی کی بات ہوگی۔ چنانچہ دوسری حدیث میں فرمایا:۔

اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِقَيْلُوْلَةِ النَّهَارِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ۔

دِن کو روزہ رکھنے میں سحری سے مدد لو اور تہجد کے لیے اُٹھنے میں دِن کے قیلولے سے مدد لو۔

(۷۵) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (بخاری)

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا لوگ (یعنی مسلمان) اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔

مطلب یہ کہ یہود کی مخالفت کرو، وہ اندھیرا چھا جانے کے بعد روزہ کھولتے ہیں تو اگر تم افطار سورج ڈوبتے ہی کروگے اور یہود کی پیروی نہ کروگے تو یہ اِس بات کی دلیل ہوگی کہ تم دینی لحاظ سے اچھی حالت پر ہو۔

(۷۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔ (بخاری)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رمضان کے مہینہ میں حضورؐ کے ساتھ سفر پر جاتے تو کچھ لوگ روزہ رکھتے اور کچھ نہ رکھتے، نہ روزہ دار کھانے والے پر اعتراض کرتا اور نہ کھانے والا روزہ دار پر اعتراض کرتا۔

مُسافر کو قرآن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، جو شخص بآسانی سفر میں روزہ رکھ سکے تو اس کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے اور جسے زحمت ہو، تو اُس کے لیے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ کسی کو کسی پر اعتراض نہ کرنا چاہیے۔

(۷۷) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کیا یہ بات جو مجھے بتائی گئی ہے صحیح ہے کہ تم پابندی سے دن میں روزہ رکھتے اور رات بھر نفل نماز پڑھتے ہو؟ اُنھوں نے کہا ہاں حضورؐ یہ بات

اَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ ، فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ

(بخاری)

صحیح ہے، آپؐ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو، کبھی روزہ رکھو اور کبھی کھاؤ پیو، اسی طرح سوؤ بھی اور تہجد بھی پڑھو، کیونکہ تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے، اور تمھارے مُلاقاتیوں، مہمانوں کا تم پر حق ہے، اور تم ہر مہینہ میں تین دِن روزے رکھو۔ اتنا تم کو بس ہے۔"

مسلسل روزہ رکھنے اور رات بھر نماز پڑھنے سے صحت برباد ہو جائے گی اور خصوصیت سے زیادہ روزہ رکھنے کی وجہ سے آنکھ پر نہایت خراب اثر پڑتا ہے۔ اِس لیے حضورؐ نے اُنھیں منع کیا۔ مُومن کو ہر کام میں توازن اور اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۸۷) عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَ اَبِي الدَّرْدَاءِ ، فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ مَا شَانُكِ ؟ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا ، فَقَالَ لَهٗ كُلْ فَاِنِّيْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ

ابوجحیفہؓ نے فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ آنے کے بعد) ابوالدرداءؓ اور سلمان فارسیؓ کو آپس میں بھائی بنایا تھا، تو سلمانؓ ابوالدرداء کے یہاں ملاقات کو گئے تو اُم الدرداءؓ (ابوالدرداءؓ کی بیوی) کو معمولی لباس میں دیکھا (کوئی بناؤ سنگار نہیں تھا) تو سلمانؓ نے پوچھا کہ تمھارا یہ کیا حال ہے (کیوں بیوہ عورتوں کی سی حالت بنا رکھی ہے؟) تو اُنھوں نے کہا تمھارے بھائی ابو درداء کو دُنیا سے تو کوئی مطلب رہا نہیں (پھر بناؤ سنگار کس کے لیے کروں؟) اس کے بعد ابو درداءؓ

يَقُوْمُ فَقَالَ لَهُ نَمْ، فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ
فَقَالَ لَهُ نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ
قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّيَا جَمِيْعًا،
فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ
حَقًّا، وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، اِنَّ
لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ
حَقٍّ حَقَّهُ۔ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ۔

(بخاری)

آئے اور مہمان بھائی کے لیے کھانا تیار کرایا اور کہا کھاؤ میں تو روزے سے ہوں، سلمانؓ نے کہا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں نہیں کھا سکتا، تو انھوں نے روزہ توڑ کر اُن کے ساتھ کھانا کھایا، پھر جب رات آئی تو نوافل کے ارادہ سے اُٹھے، سلمانؓ نے کہا سوؤ تو وہ (گھر میں) جاکر سوئے، پھر نوافل کے لیے اُٹھے تو سلمانؓ نے کہا سوؤ، اور رات کے آخری حصہ میں سلمانؓ نے فرمایا اُٹھو، چنانچہ دونوں نے اکٹھے نماز تہجد پڑھی، پھر سلمانؓ نے اُن سے کہا، دیکھو تم پر تمھارے رب کا حق ہے، تمھارے نفس کا حق ہے، تمھاری بیوی کا حق ہے تو سب کا حق ادا کرو۔ پھر حضورؐ کے پاس آئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا سلمانؓ نے صحیح بات کہی۔

(۷۹) عَنْ مُجِيْبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ عَنْ اَبِيْهَا
اَوْ عَمِّهَا اَنَّهُ اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ وَّقَدْ
تَغَيَّرَتْ حَالَتُهُ وَهَيْئَتُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِيْ؟ قَالَ مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ
اَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِيْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ،
قَالَ فَمَا غَيَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ

حضرت مجیبہؓ نے (جو قبیلۂ باہلہ کی ایک خاتون تھیں) اپنے باپ یا چچا کے بارے میں بتایا کہ وہ (دین سیکھنے کے لیے) حضورؐ کے پاس گئے پھر واپس گھر آئے اور ایک سال کے بعد پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ان کی حالت بالکل بدلی ہوئی تھی اُنھوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا ؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، تم اپنا تعارف کراؤ کون ہو؟

الْهَيْئَةِ؟ قَالَ مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ، ثُمَّ قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ زِدْنِيْ فَاِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ، قَالَ زِدْنِيْ، قَالَ صُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ، قَالَ زِدْنِيْ، قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا۔ (ابوداؤد)

اُنھوں نے کہا حضور! میں قبیلۂ باہلہ کا آدمی ہوں، گزشتہ سال حاضر ہوا تھا، آپؐ نے پوچھا کہ تمھارا یہ کیا حال ہوا؟ گزشتہ سال جب تم آئے تو بہت اچھی شکل وصورت میں تھے، اُنھوں نے بتایا کہ جب سے میں آپ کے پاس سے گیا اس وقت سے اب تک مسلسل روزے رکھ رہا ہوں۔ صرف رات میں کھانا کھاتا ہوں، آپؐ نے فرمایا تم نے اپنے کو عذاب میں ڈالا (یعنی مسلسل نفلی روزے رکھ کر جسم کو گھلا ڈالا) پھر آپؐ نے اُن کو ہدایت کی کہ رمضان کے روزوں کے سوا ہر مہینہ ایک روزہ رکھ لیا کرو، اُنھوں نے کہا حضورؐ! اس پر اضافہ فرما دیں میرے اندر طاقت ہے (ایک سے زیادہ روزے رکھنے کی)۔ آپؐ نے کہا اچھا ہر مہینے دو دن رکھ لیا کرو، اُنھوں نے کہا کچھ اور اضافہ، آپؐ نے کہا اچھا ہر مہینے میں تین دن، اُنھوں نے کہا کچھ اور بڑھا دیجیے، آپؐ نے فرمایا اچھا ہر سال محترم مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، ایسا ہی ہر سال کرو، یہ فرماتے ہوئے آپؐ نے اپنی تین اُنگلیوں کو ملایا پھر چھوڑ دیا (اس سے اشارہ دینا تھا کہ محترم مہینوں رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں روزے رکھا کرو، اور کسی سال ناغہ بھی کر دو)۔

اعتکاف

(۸۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ

عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ۔ (بخاری، مسلم)

علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔

یوں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا کی بندگی میں لگے رہتے لیکن رمضان میں آپ کا ذوق وشوق اور بڑھ جاتا، اور اس میں بھی آخری دس دن تو بالکل اللہ کی عبادت میں گزارتے، مسجد میں جا بیٹھتے، نفل نماز اور قرآن کی تلاوت اور ذکر و دعا میں لگے رہتے اور ایسا اس لیے کرتے کہ رمضان کا مہینہ مؤمن کی تیاری کا زمانہ ہوتا ہے، تاکہ گیارہ مہینے شیطان اور شیطانی طاقتوں سے لڑنے کے لیے قوت فراہم ہو جائے۔

(٨١) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ اَحْیَا اللَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت کرتے، اور اپنی بیویوں کو جگاتے (تاکہ وہ بھی زیادہ سے زیادہ جاگ کر نوافل اور تہجد پڑھیں) اور خدا کی عبادت کے لیے آپ تہبند کس کر باندھتے (یہ محاورہ ہے۔ مطلب یہ کہ پورے جوش اور انہماک کے ساتھ عبادت میں لگ جاتے)

حج

(٨٢) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا ۔ (منتقی)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی، کہا اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو۔

(۸۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس گھر (کعبہ) کی زیارت کو آیا اور اس نے نہ تو شہوت کی کوئی بات کی اور نہ خدا کی نافرمانی کا کوئی کام کیا تو وہ اپنے گھر کو اس حالت میں لوٹے گا جس حالت میں اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا (یعنی پاک وصاف ہو کر لوٹے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو معاف کر دے گا)۔

(۸۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ (متفق)

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ اور رسول پر ایمان لانا۔ سائل نے کہا اِس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا خدا کے دین کی خاطر جہاد کرنا، پوچھا گیا اِس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ حج جس میں آدمی سے خدا کی نافرمانی نہ ہوئی ہو۔

---

(۸۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ فَاِنَّهٗ قَدْ يَمْرَضُ الْمَرِيْضُ وَتَضِلُّ الرَّاحِلَةُ وَتَعْرِضُ الْحَاجَةُ (ابن ماجہ، ابن عباسؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کا ارادہ کرے اُسے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ ممکن ہے وہ بیمار پڑ جائے ممکن ہے اونٹنی کھو جائے (یعنی سفر کے ذرائع مسدود ہو جائیں، راستہ پُرخطر ہو جائے، سفر خرچ باقی نہ رہے) اور ممکن ہے کوئی ضرورت ایسی پیش آ جائے جو سفر حج کو ناممکن بنا دے (لہٰذا جلدی کرو، معلوم نہیں کیا اُفتاد پڑ جائے اور تم حج بیت اللہ سے محروم ہو جاؤ)۔

(۸۶) عَنِ الْحَسَنِ قَالَ۔ قَالَ عُمَرُ بْنُ

حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا، میرا

الْخَطَّابِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَبْعَثَ رِجَالًا اِلٰى هٰذِهِ الْاَمْصَارِ فَيَنْظُرُوْا كُلَّ مَنْ كَانَ لَهٗ جِدَةٌ وَلَمْ يَحُجَّ فَيَضْرِبُوْا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ ، مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ ، مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ ۔ (المنتقیٰ)

ارادہ یہ ہے کہ اِن شہروں (اِسلامی مقبوضات) میں کچھ آدمی بھیجوں جو جائزہ لیں کہ کون لوگ حج کر سکتے ہیں اور اُنھوں نے نہیں کیا ہے پھر وہ اُن پر جزیہ لگا دیں (وہ حفاظتی ٹیکس جو غیر مُسلم شہریوں سے لیا جاتا ہے) یہ لوگ مُسلم نہیں ہیں ، یہ لوگ مُسلم نہیں ہیں۔ (اگر "مُسلم" ہوتے تو کبھی کا حج کر چکے ہوتے۔ مُسلم کے معنی ہیں اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دینے والا۔ اگر اُس نے واقعی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے تو وہ بغیر کسی عذر کے حج جیسی عظیم عبادت سے غفلت کیوں برتے گا)۔

(۸۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِيْ طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِيْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا پھر راستہ میں اُسے موت آگئی تو اللہ اُس کو وہی اجر و ثواب دے گا جو اُس کے یہاں حاجی ، غازی اور عمرہ کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔

معاملات

حلال کمائی

(۸۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ، وَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا اور اللہ تعالےٰ کے نبی داؤد علیہ السّلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔

(بخاری۔ مقدام بن معدیؓ کرب)

اِس حدیث کا مقصود مومنین کو گداگری اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکنا ہے اور اِس بات کی تعلیم دینی ہے کہ آدمی کو اپنی روزی خود کمانی چاہیے کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہ گزارنی چاہیے۔

(۸۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا اُس نے رسُولوں کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ، وَقَالَ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ، ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ۔

(مسلم ۔ ابوہریرۃؓ)

یا اے پیغمبرو! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو ، اور مومنین کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اے اہلِ ایمان جو پاک اور حلال چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں وہ کھاؤ ، پھر آپؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر آتا ہے ، غبار سے اَٹا ہوا ہے ، گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے ، اے میرے رب! (اور دعائیں مانگتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے ، اُس کا پانی حرام ہے ، اُس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی پر وہ پلا ہے تو ایسے شخص کی دُعا کیونکر قبول ہوسکتی ہے۔

اِس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی کہ خُدا صرف وہی صدقہ قبول کرتا ہے جو پاک و جائز کمائی کا ہو ، حرام مال اگر اُس کی راہ میں خرچ کیا جائے تو وہ اُسے قبول نہیں کرتا۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ جس آدمی کی کمائی حرام ہو ، ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو تو اس کی دُعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

(۹۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (بخاری ۔ ابوہریرۃؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آجائے گا جس میں آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ اُس نے جو مال کمایا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

(۹۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

اللہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُقْبَلُ مِنْہُ، وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْحُو السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ وَلٰکِنْ یَّمْحُو السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ۔ (مشکوٰۃ)

کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اُس میں سے خدا کی راہ میں صدقہ کرے تو یہ صدقہ اُس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر اپنی ذات اور گھر والوں پر خرچ کرے گا تو برکت سے خالی ہوگا، اگر وہ اس کو چھوڑ کر مرا تو وہ اس کے جہنم کے سفر میں زادِ راہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا ہے بلکہ بُرے عمل کو اچھے عمل سے مٹاتا ہے۔ خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا ہے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کا کام جائز طریقے سے کیا جائے گا تب وہ نیک کام سمجھا جائے گا۔ مقصد بھی پاک ہونا چاہیے اور اس کا ذریعہ بھی پاک ہونا چاہیے۔

(۹۲) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِیْشَتِیْ مِنْ صَنْعَۃِ یَدِیْ وَاِنِّیْ اَصْنَعُ ھٰذِہِ التَّصَاوِیْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُکَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً فَاِنَّ اللّٰہَ مُعَذِّبُہٗ حَتّٰی یَنْفُخَ فِیْہِ الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ

سعید بن ابوالحسنؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا اُس نے کہا اے ابنِ عباسؓ میں ایک دستکار آدمی ہوں، دستکاری ہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ میں جانداروں کی تصویریں بناتا اور فروخت کرتا ہوں (اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے، میرا یہ پیشہ حرام تو نہیں ؟) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہوں گا، میں تم کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی حدیث

فِيهَا اَبَدًا۔ فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ وَكُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ (بخاری)

سُناؤں گا، میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سُنا کہ جو شخص تصویر بنائے گا تو اللہ اُس کو سزا دے گا، یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں رُوح پھُونک دے اور وہ ہرگز رُوح نہ پھُونک سکے گا ــــــــ یہ سُن کر اُس آدمی کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور زور سے اوپر کو سانس کھینچی، ابن عباسؓ نے اس سے کہا کہ اگر تمھیں یہی کام کرنا ہے تو درختوں اور ایسی چیزوں کی تصویریں بنایا کرو جن میں جان نہیں ہوتی۔

تصویر بنانے والے کو اپنی کمائی کے بارے میں شُبہ ہو گیا ہے۔ اِس لیے اُس نے آکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا، یہ اُس کے مؤمن ہونے کی علامت ہے، اگر اس کے دِل میں خُدا کا خوف نہ ہوتا، اگر اُسے پاک اور جائز کمائی کی فِکر نہ ہوتی تو اُن کے پاس جاتا ہی کیوں، جن کو آخرت کی پکڑ کا ڈر نہیں ہوتا وہ حلال وحرام کی کب پروا کرتے ہیں؟

تجارت

(۹۳) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ۔ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ؟ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ۔ (مشکوٰۃ)

رافع ابن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا اے اللہ کے رسُول! سب سے زیادہ اچھی کمائی کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا، اور وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھُوٹ سے کام نہیں لیتا۔

(۹۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰی وَاِذَا اقْتَضٰی۔ (بخاری۔ جابرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس شخص پر اللہ رحم فرمائے جو نرمی اور خوش اخلاقی برتتا ہے خریدتے میں اور بیچنے میں اور اپنے قرض کا تقاضا کرنے میں۔

(۹۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ۔ (ترمذی۔ ابوسعید خدریؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچائی کے ساتھ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دِن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

تجارت بظاہر ایک دُنیا دارانہ کام ہے لیکن اگر اس میں سچائی اور دیانت داری برتی جائے تو وہ عبادت بن جاتی ہے اور ایسے تاجر کو خُدا کے پاکباز بندوں یعنی انبیاء علیہم السّلام اور صدیقوں اور خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔

صدیق سے مُراد وہ مُومن ہے جس کی زندگی سچائی میں گزری ہو، جس نے اللہ تعالےٰ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد کو زندگی بھر نباہا ہو جس کی زندگی میں قول وعمل کا تضاد نظر نہ آئے۔

(۹۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَلتُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ۔ (ترمذی۔ رفاعہ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاجر لوگ قیامت کے دِن بدکار کی حیثیت سے اُٹھائے جائیں گے، سوائے اُن تاجروں کے جنھوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اختیار کیا (یعنی خدا کی نافرمانی سے بچے رہے اور نیکی اختیار کی (یعنی لوگوں کو پُورا حق دیا اور سچائی کے ساتھ معاملہ کیا۔

(۹۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَکَثْرَۃَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنْفِقُ ثُمَّ یَمْحَقُ۔
(مُسلم، ابوقتادہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (تاجروں کو خبردار کرتے ہوئے) فرمایا اپنے مال بیچنے میں کثرت سے قسمیں کھانے سے بچو یہ چیز (وقتی طور پر) تو تجارت کو فروغ دیتی ہے لیکن آخر کار برکت کو ختم کر دیتی ہے۔

تاجر اگر گاہک کو قیمت وغیرہ کے سِلسلہ میں قسم کے ذریعہ یقین دِلائے کہ اس کی یہی قیمت ہے اور یہ مال بہت اچھا ہے، تو وقتی طور پر تو ممکن ہے کچھ گاہک دھوکہ کھا جائیں اور خریدلیں لیکن جب اُن پر بعد میں حقیقت کھُلے گی تو پھر کبھی وہ اس دوکان کا رُخ نہ کریں گے اور اِس طرح اِس تاجر کی تجارت ٹھپ ہو کر رہ جائے گی۔

(۹۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ۔
(مُسلم۔ ابوذرغفاری)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ اُن کو پاک وصاف کر کے جنّت میں داخل کرے گا بلکہ اُن کو دردناک عذاب دے گا۔ حضرت ابوذرغفاریؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسُول! یہ ناکام ونامُراد لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ایک وہ شخص جو ازراہِ غرور وتکبر اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے تک لٹکاتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو احسان جتاتا ہے، تیسرا وہ شخص جو جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے مال تجارت کو فروغ دیتا ہے۔

بات نہ کرنے اور نہ دیکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اس

کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ نہ کرے گا، آپ بھی توجس سے ناراض ہوتے ہیں اس کی طرف نہ تو دیکھتے ہیں اور نہ اُس سے بولتے ہیں !

تہبند و پاجامہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی یہ وعید صرف اُس شخص کے لیے ہے جو غرور وتکبر کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، رہا وہ شخص جو ٹخنوں سے نیچے تو پہنتا ہے لیکن اُسے بڑائی کا غرور نہیں ہے تو اُس کا بھی یہ فعل گناہ ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو ٹخنے سے نیچے پہننے سے مُطلقاً منع فرمایا ہے۔ پس ایسا شخص بھی گنہ گار ہوگا اگرچہ پہلے کے مقابلہ میں اُس کا گناہ ہلکا ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مومن تو کسی گناہ کو "ہلکا" نہیں سمجھتا! وفادار غلام کے لیے مالک کی ہلکی ناراضی بھی قیامت سے کم نہیں ہوتی۔

(۹۹) عَنْ قَيْسِ اَبِىْ غَرْزَةَ قَالَ كُنَّا نُسَمّٰى فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ۔ (ابوداؤد)

حضرت قیسؓ ابوغرزہ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم تاجر لوگوں کو "سماسرہ" کہا جاتا تھا تو حضورؐ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو آپؐ نے اس نام سے بہتر نام دیا۔ آپؐ نے فرمایا "اے تاجروں کے گروہ! مال کے بیچنے میں، لغو بات کہنے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا بہت امکان ہوتا ہے تو تم لوگ اپنی تجارت میں صدقہ کی آمیزش کرو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تجارت میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ آدمی نادانستہ طور پر بھی لایعنی باتیں کر جاتا ہے اور کبھی جھوٹی قسم کھا لیتا ہے، اِس لیے تاجروں کو چاہیے کہ وہ خصوصی طور پر خُدا کی راہ میں صدقہ کرنے کا اہتمام کریں تاکہ یہ چیز اُن کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ بنے۔

(۱۰۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحٰبِ الْکَیْلِ وَالْمِیْزَانِ اِنَّکُمْ قَدْ وُلِّیْتُمْ اَمْرَیْنِ ھَلَکَتْ فِیْھِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَۃُ قَبْلَکُمْ ۔ (ترمذی۔ ابن عباسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ناپ اور تول والے تاجروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ دو ایسے کاموں کے ذمہ دار بنائے گئے ہو جن کی وجہ سے تم سے پہلے گزری ہوئی قومیں ہلاک ہوئیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ناپ اور تول میں تم نے غلط طریقے اختیار کیے یعنی لینے کے پیمانے اور بنائے اور دینے کے اور، تو یہ تمھاری تباہی کا باعث ہوگا اور پوری قوم کی تباہی کا باعث ہوگا۔ قرآن مجید میں اُن تجارت پیشہ قوموں کا حال بیان ہوا ہے جو ناپ تول میں کمی کرتی تھیں، اُن کو صحیح بات بتائی گئی لیکن وہ نہ مانیں اور بالآخر وہ تباہ ہوئیں۔

(۱۰۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَکَرَ فَھُوَ خَاطِئٌ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے احتکار کیا تو وہ گنہ گار ہے۔

احتکار کے معنیٰ ہیں ضرورت کی اشیاء کو روک لینا اور بازار میں نہ لانا، اور قیمتوں کے خوب چڑھنے کا انتظار کرنا اور جب قیمتیں چڑھ جائیں تو مال کو باہر نکالنا اور خوب پیسہ وصول کرنا۔ یہ ذہنیت تاجر لوگوں میں ہوتی ہے اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس ذہنیت کو روکا کیونکہ یہ ذہنیت آدمی کو سنگ دل اور بے رحم بناتی ہے اور اسلام بنی نوعِ انسان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ احتکار، جس سے روکا گیا ہے صرف غلّہ کے لیے مخصوص ہے اور دوسری اشیائے ضرورت کو اگر بازار میں تاجر نہیں لاتے تو اُن کا یہ فعل اس وعید کی زد میں نہیں آتا۔ اس کے مقابل دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ یہ صرف غلّہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام اشیاء ضرورت کو اس نیت سے روکنے والا

گنہ گار ہے اور اس وعید کا مستحق ہے۔ عاجز کے نزدیک دوسرے گروہ کی رائے زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے۔ اور علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔

(۱۰۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (سنن ابن ماجہ۔ حضرت عمرؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو اشیائے ضرورت کو نہیں روکتا بلکہ وقت پر بازار میں لاتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اور اُسے اللہ روزی دے گا اور وہ شخص جو احتکار کرتا ہے وہ لعنت کا مستحق ہے۔

(۱۰۳) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَکِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰہُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ، وَاِنْ اَغْلَاھَا فَرِحَ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کتنا بُرا ہے اشیائے ضرورت کو روک لینے والا آدمی، اگر اللہ چیزوں کے نرخ کو سستا کرتا ہے تو اُسے غم ہوتا ہے اور جب قیمتیں چڑھ جاتی ہیں تو خوش ہوتا ہے۔

(۱۰۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّبِیْعَ شَیْئًا اِلَّا بَیَّنَ مَا فِیْہِ، وَلَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا بَیَّنَہٗ۔ (منتقی۔ واثلہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں جائز ہے کسی شخص کے لیے کہ وہ کوئی چیز بیچے، مگر یہ کہ جو کچھ اس کے اندر عیب ہے اُسے بیان کر دے، اور نہیں جائز ہے کسی کے لیے جو اس عیب کو جانتا ہو مگر یہ کہ اُسے صاف صاف کہہ دے۔

اِس حدیث میں تاجر کو ہدایت کی گئی کہ وہ بیچتے وقت اپنی چیز کے عیب خریدار کے سامنے رکھ دے۔ اِسی طرح دوکان پر کوئی ایسا آدمی کھڑا ہے جو اس چیز کے عیب سے واقف ہے تو اُس کو چاہیے کہ خریدار کو صاف صاف بتا دے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک تاجر کے پاس سے گزرے وہ غلّہ بیچ رہا تھا، آپؐ نے اپنا ہاتھ غلّہ کے اندر ڈالا، اندر کا حصّہ پانی سے تر تھا، آپؐ نے پوچھا یہ کیا؟ اُس نے کہا حضورؐ بارش سے بھیگ گیا ہے، آپؐ نے کہا پھر اسے اُوپر کیوں نہ رکھا؟ پھر آپؐ نے فرمایا جو لوگ ہم سے دھوکہ کریں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

قرضدار کے ساتھ نرمی کا معاملہ

(۱۰۵) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یُّدَایِنُ النَّاسَ فَکَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاہُ اِذَا اَتَیْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْہُ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِیَ اللّٰہَ فَتَجَاوَزَ عَنْہُ۔ (بخاری مسلم)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا، پھر وہ اپنے کارندے کو جسے وہ قرضہ کی وصولی کے لیے بھیجتا..... یہ ہدایت دیتا کہ اگر تو کسی تنگ دست قرضدار کے پاس پہنچے تو اس کو معاف کر دینا، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ درگزر کا معاملہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا یہ شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا۔

(۱۰۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ۔ (مسلم۔ ابوقتادہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن غم اور گھٹن سے بچائے تو اُسے چاہیے کہ تنگدست قرضدار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اُس کے اوپر سے اُتار دے۔

(۱۰۷) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ

أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ هَلْ عَلٰى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ هَلْ تَرَكَ لَهٗ مِنْ وَّفَاءٍ ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيَّ دَيْنُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّعْنَاهُ وَقَالَ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ مِنَ النَّارِ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ اَخِيْكَ الْمُسْلِمِ، لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَّقْضِيْ عَنْ اَخِيْهِ دَيْنَهٗ اِلَّا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

(شرح السنہ)

علیہ وسلم کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لیے ایک جنازہ لایا گیا۔ تو آپؐ نے پوچھا کہ اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے ؟ لوگوں نے کہا ہاں ! اس پر قرض ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے یہ قرض ادا کیا جا سکے ؟ لوگوں نے کہا نہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علیؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا اے اللہ کے رسول ! میں اس قرض کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تب آپؐ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ اور فرمایا (جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے) اے علی ! اللہ تعالےٰ تجھے آگ سے بچائے اور تیری جان بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کی قرض کی ذمہ داری لے کر اُس کی جان چھڑائی، کوئی بھی مسلمان آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے اُس کا قرضہ ادا کرے مگر یہ کہ اللہ قیامت کے دن اس کو رہائی بخشے گا۔

(۱۰۸) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ

(مسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے خدا کی راہ میں جان دی ہے اس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا سوائے قرض کے۔

اوپر کی دونوں حدیثیں قرض ادا کرنے کی اہمیت کو خوب واضح کرتی ہیں جس شخص نے اپنی جان تک خدا کی راہ میں قربان کر دی ؛ اس کے اوپر اگر کسی کا قرضہ ہے اور دے

کر نہیں آیا ہے تو وہ معاف نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے، جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرے گا۔ اگر آدمی دینے کی نیت رکھتا ہو اور مرجائے اور ادا نہ کرسکے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو بُلائے گا اور معاف کرنے کے لیے اُس سے کہے گا اور اُس کے بدلے اُسے جنّت کی نعمتیں دینے کا وعدہ کرے گا تو صاحبِ حق اپنے حق کو معاف کردے گا لیکن اگر کسی نے باوجود قدرت رکھنے کے ادا نہیں کیا اور صاحبِ حق کو اُس کا حق نہیں لوٹایا یا دُنیا میں اس سے معاف نہیں کرایا تو اُس کی معافی کی قیامت میں کوئی صورت نہیں۔

قرض کی ادائیگی کی اہمیت اور ٹال مٹول کی ممانعت

(۱۰۹) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اِسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکْرًا فَجَاءَتْہُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَۃِ، قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَکْرَہٗ فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِیَارًا رَبَاعِیًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطِہٖ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَ النَّاسِ اَحْسَنُہُمْ قَضَاءً (مُسلم)

حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے بطور قرض لیا، پھر آپؐ کے پاس زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ ادا کردوں، تو میں نے کہا اِن اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے تو آپؐ نے فرمایا وہی اُسے دے دو، اِس لیے کہ بہترین آدمی وہ ہے جو بہترین طریقہ پر قرض ادا کرتا ہو۔

(۱۱۰) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مالدار قرضدار کا قرضہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور اگر

عَلٰی مَلِیٍّٔ فَلْیَتْبَعْ۔ (بخاری و مسلم۔ ابو ہریرہؓ)

قرضدار کہے کہ تم اپنا قرضہ فلاں خوشحال آدمی سے لے لو تو خواہ مخواہ قرضدار کے سر پر سوار نہ رہنا چاہیے، اُس کی یہ بات مان لے اور جس کا اُس نے حوالہ دیا ہے اُس سے جاکر لے لے۔

مطلب یہ کہ آدمی کے پاس قرض اَدا کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے اور وہ کہتا ہے کہ جاؤ فلاں شخص سے لے لو، ہمارے اُس کے درمیان بات چیت ہو چکی ہے وہ اَدا کرنے پر رَاضی ہے تو قرض خواہ کو نہ چاہیے کہ وہ کہے میں تو تجھی سے لوں گا، میں کسی اور کو کیا جانوں، بلکہ اُس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے، جس کا وہ حوالہ دے رہا ہے اُس سے وصول کرے۔

(۱۱۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ، وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (بخاری۔ ابو ہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کا مال (بطور قرض) لے، اور وہ نیت اس کے ادا کرنے کی رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف سے ادا کردے گا اور جس شخص نے مال بطور قرض لیا اور نیت ادا کرنے کی نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کو اُس کی وجہ سے تباہ کردے گا۔

(۱۱۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَہٗ وَ عُقُوْبَتَہٗ۔ (ابو داؤد۔ شرید سُلَمیؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قرض اَدا کرسکنے والے کا ٹال مٹول کرنا حلال کردیتا ہے۔ اُس کی آبرو کو اور اُس کی سزا کو۔"

"آبرو" کے حلال کردینے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرض لے اور باوجود قدرت کے ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اُس کا یہ جُرم ایسا ہے کہ سوسائٹی کی نگاہ میں اُس کو گرایا جاسکتا ہے اور اُس کو سزا دی جاسکتی ہے، اگر اسلامی نظام کسی مُلک میں

قایم ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص پایا جائے تو اِسلامی نظام کے کارندے اُس کو سزا بھی دے سکتے ہیں اور اُس کو ذلیل کرنے کے دوسرے طریقے اختیار کر سکتے ہیں ۔

غصب وخیانت

(۱۱۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ ۔ (بخاری۔ مسلم۔ سعید بن زیدؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً لے لے گا تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اُس کی گردن میں ڈالے گا۔

(۱۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ ۔ (بیہقی)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سُنو! ظلم نہ کرو، کسی آدمی کا مال جائز نہیں ہے مگر اس وقت جب کہ صاحبِ مال اپنی خوشی سے دے ۔

(۱۱۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ وَّالْمِنْحَۃُ مَرْدُوْدَۃٌ وَّالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ وَّالْکَفِیْلُ غَارِمٌ ۔ (ترمذی ۔ ابوامامہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاریہ اُدا کی جائے گی۔ اور منحہ واپس کی جائے گی اور قرض اُدا کیا جائے گا اور ضمانت لینے والا ضمانت اُدا کرے گا ۔

"عَارِیَۃ" کے معنیٰ منگنی کے ہیں یعنی جو چیز کسی سے آپ بطور منگنی کے مانگ لائیں تو اُسے اُدا کرنا ہوگا اور "مِنْحَۃ" کے معنیٰ دودھاری اونٹنی کے ہیں ۔ عرب میں دستور تھا کہ مالدار لوگ اپنے عزیزوں ، رشتہ داروں یا دوستوں کو دودھ استعمال کرنے کے لیے اونٹنی دیتے تھے ، تو آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دودھ کھانے کے لیے جو جانور کسی کو دیا

جائے تو جب اُس کا دودھ ختم ہو جائے تو جانور اصل مالک کو لوٹایا جائے گا، اور قرضہ اُدا کیا جائے گا۔ اُسے ہضم نہیں کیا جاسکتا اور جو کوئی شخص کسی کا ضامن ہے تو اُس سے وصول کیا جائے گا۔

(۱۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ ۔ (ترمذی ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تمھیں قابل اعتماد جان کر اپنی امانت تمھارے پاس رکھی ہے اُس کی امانت واپس کردو، اور جو تم سے خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو (بلکہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے دوسرے جائز طریقے اختیار کرو۔

(۱۱۷) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُ ھُمَا صَاحِبَہٗ فَاِذَا خَانَہٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) وَجَاءَ الشَّیْطٰنُ ۔ (ابوداؤد ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک کسی کاروبار کے دو ساجھی باہم خیانت نہ کریں میں اُن کے ساتھ رہتا ہوں لیکن جب ایک شریک دوسرے شریک سے خیانت کرتا ہے تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل آتا ہوں اور شیطان آجاتا ہے۔

اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار میں شریک لوگ جب تک آپس میں خیانت اور چالبازی نہیں کرتے تب تک میں اُن کی مدد کرتا ہوں، اُن پر رحمت کرتا ہوں، اور اُن کے کاروبار میں اور باہمی تعلقات میں برکت عطا کرتا ہوں، لیکن جب اُن میں سے کسی کی نیت بد ہو جاتی ہے اور خیانت کرنے لگتا ہے تب میں اپنی مدد اور رحمت کا ہاتھ کھینچ لیتا ہوں، اور پھر شیطان آجاتا ہے جو اُن کو اور اُن کے کاروبار کو تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

کھیتی اور باغبانی

(۱۱۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَّزْرَعُ زَرْعًا اَوْ یَغْرِسُ غَرْسًا فَیَاْکُلُ مِنْہُ طَیْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَھِیْمَۃٌ اِلَّا کَانَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان زراعت کا کام کرتا ہے یا پودے لگاتا ہے اور اُس میں سے چڑیاں یا کوئی اِنسان یا کوئی جانور کھالے تو یہ اُس کے لیے صدقہ بنتا ہے۔

زائد پانی کو روکنا!

(۱۱۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ ، رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَۃٍ لَقَدْ اُعْطِیَ بِھَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَھُوَ کَاذِبٌ ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ کَاذِبَۃٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِیَقْتَطِعَ بِھَا مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ ، وَرَجُلٌ مَّنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ الْیَوْمَ اَمْنَعُکَ فَضْلِیْ کَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ لَّمْ تَعْمَلْ یَدَاکَ۔ (بخاری مسلم)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ، تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن نہ تو بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے اپنے سامان تجارت بیچنے میں جھوٹی قسم کھائی کہ اُس کے جتنے دام لگائے گئے اُس سے زیادہ لگ چکے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جنھوں نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی اور اُس کے ذریعہ کسی مسلمان آدمی کا مال لے لیا۔ تیسرے وہ لوگ جو زائد از ضرورت پانی کو روکیں تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن کہے گا میں تجھ سے آج اپنا فضل روک لوں گا جیسے کہ تونے وہ زائد

پانی روکا جو تیرا اپنا پیدا کیا ہوا نہ تھا۔

مزدُور کی اُجرت

(۱۲۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُہٗ۔ (ابن ماجہ۔ ابن عمرؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مزدُور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُس کی مزدوری دے دو۔

کیونکہ مزدور کہتے ہی اُس شخص کو ہیں جس کو اپنا اور اپنے بال بچّوں کا پیٹ بھرنے کے لیے روز محنت کرنی پڑتی ہے۔ اب اگر اُس کی مزدوری کسی دوسرے دن پر ٹال دی جائے یا ماری جائے تو وہ شام کو کیا کھائے گا اور اپنے بچّوں کو کیا کھلائے گا؟

(۱۲۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَلٰثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ، وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین آدمی ہیں جن سے قیامت کے دن میرا جھگڑا ہوگا، ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کوئی معاہدہ کیا پھر اُس نے اس عہد کو توڑ ڈالا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی شریف اور آزاد آدمی کو دا غوا کر کے، اُسے بیچا، اور اُس کی قیمت کھائی، تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا، پھر اُس سے پُورا کام لیا اور کام لینے کے بعد اُس کو اُس کی مزدوری نہیں دی۔

ناجائز وصیّت

(۱۲۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد اور

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ وَالْمَرْأَۃَ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ سِتِّیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَحْضُرُھُمَا الْمَوْتُ فَیُضَارَّانِ فِی الْوَصِیَّۃِ فَتَجِبُ لَھُمَا النَّارُ، ثُمَّ قَرَأَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(مسند احمد۔ ابوہریرہؓ)

اسی طرح کوئی عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزارتے ہیں پھر اُن کے مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت کے ذریعہ وُرثاء کو نقصان پہنچا دیتے ہیں تو ان دونوں کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد حدیث کے راوی ابوہریرہؓ نے حدیث کے مضمون کی تائید میں یہ آیت پڑھی:۔ "مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ سے لے کر ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ" تک۔

نیک آدمی کبھی اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے خفا ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُس کے ترکہ میں سے اُنھیں کچھ نہ ملے تو مرتے وقت اپنے سارے مال کے بارے میں ایسی وصیت کر جاتا ہے جس سے یہ ایک وارث یا تمام وُرثاء محروم ہو جاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبیؐ کی تشریحات کی رُو سے اُسے حصہ ملنا چاہیے ایسے مرد اور عورت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرنے کے باوجود آخر میں جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث کے مضمون کی تائید میں جو آیت پڑھی وہ سورۂ نساءُ کے دوسرے رکوع میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حصہ داروں کا حصہ مقرر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حصے میّت کی وصیت کو اور قرضہ کو ادا کرنے کے بعد وُرثاء میں تقسیم ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا خبردار! وصیت کے ذریعہ وُرثاء کو نقصان مت پہنچانا، یہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے، اُس نے یہ جو قانون

بنایا ہے وہ جہالت پر مبنی نہیں ہے بلکہ علم پر مبنی ہے اور اس میں حکمت کام کر رہی ہے نا انصافی اور ظلم کا کوئی شائبہ نہیں ہے، لہٰذا اِس قانون کو خوش دلی سے قبول کرو۔ اِس کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسُولؐ کی بات مانیں گے تو اللہ تعالیٰ اُنھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے، اور جو لوگ اللہ اور رسُولؐ کی نافرمانی کریں گے اور اُس کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کو جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اُن کے لیے رُسوا کُن عذاب ہوگا۔

(۱۲۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ مِیْرَاثَ وَارِثِہٖ قَطَعَ اللّٰہُ مِیْرَاثَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (ابن ماجہ۔ انسؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کردے گا، تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن اُس کو جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔

(۱۲۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ وَصِیَّۃٌ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ الْوَرَثَۃُ۔ (مشکوٰۃ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی وارث کے حق میں مرنے والے کی وصیت جاری نہ ہوگی مگر جبکہ دوسرے وُرثاء چاہیں۔

(۱۲۵) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِیْضٌ، فَقَالَ اَوْصَیْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ بِکَمْ؟ قُلْتُ بِمَالِیْ کُلِّہٖ

سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ نے پُوچھا کہ کیا تو نے وصیت کی ہے؟ میں نے کہا ہاں! حضورؐ نے پوچھا کہ کتنے کی وصیت کی ہے؟ میں نے

فِیْ سَبِیْلِ اللہِ، قَالَ فَمَا تَرَکْتَ لِوَلَدِكَ؟ قُلْتَ ھُمْ اَغْنِیَاءُ بِخَیْرٍ، فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ، فَمَازِلْتُ اُنَاقِصُہٗ حَتّٰی قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ۔ (ترمذی)

کہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ پھر اپنے بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے کہا وہ مالدار ہیں اچھی حالت میں ہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ خُدا کی راہ میں اپنے مال کے دسویں حِصّہ کی وصیت کرو۔ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں برابر کہتا رہا کہ حضورؐ! یہ تو بہت کم ہے کچھ اور بڑھایئے۔ بالآخر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا اپنے مال کے تہائی کی وصیت کرو، اور یہ بہت ہے۔"

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مَرنے وَالا اپنے مال کے صِرف ایک تہائی میں وصیت کر سکتا ہے، اِس میں اُس کو اختیار ہے کہ چاہے کِسی مدرسہ یا مسجد کے لیے وقف کرے یا کِسی بھی ضرورتمند مُسلمان کے حق میں وصیت کرے، اُس کو آزادی ہے لیکن مُناسب یہ ہے کہ وہ پہلے یہ دیکھے کہ عزیزوں، رشتہ داروں میں سے کِس کو حِصّہ نہیں ملا ہے اور اُس کی حالت کیسی ہے۔ اگر کوئی ایسا ہے جس کو قانون کی رُو سے وراثت میں حصہ نہیں ملا، اور بال بچوں وَالا ہے اور مالی حالت اچھی نہیں ہے تو اُس کے حق میں وصیت کرنا زیادہ باعثِ ثواب ہوگا۔

سُود

(۱۲۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْکِلَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَکَاتِبَہٗ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی سُود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اُس کے دونوں گواہوں پر اور سود کے لکھنے والے پر

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جس چیز کی وجہ سے لعنت فرمائیں وہ گناہ کتنا بڑا ہوگا۔ یہی نہیں، بلکہ نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ جان بوجھ کر سود کھانے، کھلانے، گواہی دینے اور لکھنے والوں پر، قیامت کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم لعنت فرمائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن آپؐ ایسے لوگوں کے لیے (اگر بلا توبہ مر گئے) شفاعت نہیں، بلکہ لعنت فرمائیں گے۔ اَلعِیَاذُ بِاللہ۔ العنت کے معنیٰ دھتکارنے اور بھگادینے کے ہیں۔

رشوت

(۱۲۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ۔ (بخاری۔ مسلم)

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر۔

(۱۲۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ فِی الْحُکْمِ۔ (منتقیٰ)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی لعنت ہو، حاکم کو رشوت دینے والے پر اور اس حاکم پر بھی جو رشوت لے۔

رشوت اس رقم کو کہتے ہیں جو دوسروں کا حق مارنے کے لیے حکومت کے کلرکوں اور افسروں کو دی جاتی ہے۔ رہی وہ رقم جو اپنے جائز حق کی وصولیابی کے لیے، باطل نظامِ حکومت کے بے ایمان کارندوں کو، دل کی پوری نفرت کے ساتھ اپنی جیب سے نکال کر دینی پڑتی ہے جس کے بغیر اپنا حق نہیں نکلتا۔ اس کی وجہ سے یہ مومن اللہ کے یہاں دھتکارا نہیں جائے گا۔ انشاء اللہ۔ ایسے حالات شدید تقاضا کرتے ہیں کہ خدا کا دین غالب اور حکمراں ہو!

مُشتبہات سے پرہیز

(۱۲۹) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَ بَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُّشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا يَشْتَبِهُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَءَ عَلٰى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ، مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی لیکن اِن دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مُشتبہ ہیں تو جو شخص مُشتبہ گناہ سے بچے گا وہ بدرجۂ اَولیٰ کھلے ہوئے گناہوں سے بچے گا۔ اور جو شخص مشتبہ گناہوں کے کر ڈالنے میں جرأت دکھائے گا تو کھلے ہوئے گناہوں میں اس کا پڑجانا بہت زیادہ متوقع ہے اور معصیتیں اللہ کا ممنوعہ علاقہ ہیں (جس کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں، اور اُس کے اندر بلا اجازت گھُس جانا جُرم ہے) جو جانور ممنوعہ علاقہ کے آس پاس چرتا ہے اُس کا ممنوعہ علاقہ میں جا پڑنا بہت زیادہ متوقع ہے۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز جس کا نہ تو حرام ہونا قطعی طور پر معلوم ہوا اور نہ حلال ہونا صاف صاف معلوم ہو۔ اُس کے بعض پہلو حلال معلوم ہوتے ہوں اور بعض حرام دِکھائی دیتے ہوں تو مؤمن کا کام یہ ہے کہ اُس کے پاس نہ جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جو مُشتبہ چیزوں سے دُور بھاگتا ہو وہ کھلے ہوئے حرام کام کیسے کرسکتا ہے، اِس کے برعکس جو مُشتبہ چیزوں کے ناجائز پہلوؤں کو دیکھنے کے باوجود اُسے اختیار کرتا ہے تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دِل کھلے ہوئے حرام کو اختیار کرنے پر جری اور دلیر ہو جائے گا، اور یہ دِل کی نہایت خطرناک حالت ہے۔

(۱۳۰) عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِّمَا بِهِ الْبَأْسُ۔ (ترمذی)

حضرت عطیہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اللہ کے متقی بندوں کی فہرست میں نہیں آسکتا جب تک کہ گناہ میں پڑنے کے ڈر سے وہ چیز نہ چھوڑے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک چیز جو مُباح کے درجہ کی ہے جس کے کرنے میں گناہ نہیں ہے لیکن اُس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے، آدمی محسوس کرتا ہے کہ اگر میں اس مُباح کی مینڈ پر گشت لگاتا رہوں گا تو ممکن ہے قدم پھسل جائے اور میں گناہ میں گر پڑوں، اِس ڈر سے وہ مُباح سے فائدہ اُٹھانا چھوڑ دیتا ہے۔ دِل کی یہی وہ حالت ہے جس کو شریعت کی زبان میں تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اور ایسا صاحبِ دل آدمی حقیقتاً متقی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں احکام کی خلاف ورزی سے روکنا مقصود ہوتا ہے وہاں وہ یہ نہیں کہتا کہ "میری مقرر کی ہوئی حدوں کو نہ پھلانگنا" بلکہ وہ یوں کہتا ہے کہ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اُن کے قریب نہ جانا۔"

مُعاشرت

نکاح

(۱۳۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ ، فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ ، فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَاءٌ۔

(بخاری، مسلم)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریاں اُٹھانے کی سکت رکھتا ہو اُسے نکاح کرلینا چاہیے کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو اِدھر اُدھر آوارہ پھرنے سے اور شہوانی طاقت کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے) اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اُٹھانے کی وسعت نہیں رکھتا اُسے چاہیے کہ شہوت کا زور توڑنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزے رکھا کرے۔

(۱۳۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَلِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ۔

(متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کی بُنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔ اُس کے مال کی بنیاد پر، اُس کی خاندانی شرافت کی بُنیاد پر، اس کی خوب صورتی کی بُنیاد پر اور اُس کے دین کی بنیاد پر، تو تم دیندار عورت کو حاصل کرو، تمھارا بھلا ہو۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورت میں یہ چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں، کوئی مال دیکھتا ہے کوئی خاندانی شرف کا لحاظ کرتا ہے اور کوئی اس کے حُسن وجمال کی وجہ سے شادی کرتا ہے اور کوئی اُس کے دین کو دیکھتا ہے لیکن حضورؐ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ اصل چیز جو دیکھنے کی ہے وہ اُس کی دینداری اور تقویٰ ہے، ویسے اگر اور سب خوبیاں بھی اُس کے ساتھ جمع ہو جائیں تو یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن دین کو نظر انداز کرنا اور صرف مال وجمال کی بُنیاد پر شادی کرنا مسلمان کا کام نہیں۔

(۱۳۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِہِنَّ فَعَسٰی حُسْنُہُنَّ اَنْ یُّرْدِیَہُنَّ وَلَا تَزَوَّجُوْہُنَّ لِاَمْوَالِہِنَّ فَعَسٰی اَمْوَالُہُنَّ اَنْ تُطْغِیَہُنَّ وَلٰکِنْ تَزَوَّجُوْہُنَّ عَلَی الدِّیْنِ، وَلَاَمَۃٌ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِیْنٍ اَفْضَلُ۔ (منتقیٰ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے اُن کے حُسن وجمال کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہوسکتا ہے اُن کا حُسن اُن کو تباہ کردے اور نہ اُن کے مال دار ہونے کی وجہ سے شادی کرو۔ ہوسکتا ہے اُن کا مال اُن کو طغیان و سرکشی میں مُبتلا کردے، بلکہ دین کی بُنیاد پر اُن سے شادی کرو اور سیاہ رنگ کی باندی جو دیندار ہو، اللہ کی نگاہ میں گوری خاندانی عورت سے بہتر ہے۔

(۱۳۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَزَوِّجُوْہُ، اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ۔ (ترمذی)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تمھارے پاس شادی کا پیغام کوئی ایسا شخص لائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اُس سے شادی کردو، اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑی خرابی پیدا ہوگی۔

یہ حدیث پہلی حدیث کے مضمون کی تائید کرتی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے سلسلہ میں دیکھنے کی چیز دین واخلاق ہے۔ اگر یہ نہ دیکھا جائے بلکہ مال و جائداد اور خاندانی شرافت ہی دیکھی جائے تو مسلمان معاشرہ میں اس سے بڑی خرابی واقع ہو گی، جو لوگ اتنے دنیا پرست بن جائیں کہ دین اُن کی نظر سے گر جائے اور مال و جائداد ہی ان کے یہاں دیکھنے کی چیزیں بن جائیں تو ایسے لوگ دین کی کھیتی کو سینچنے کی فکر کہاں کر سکتے ہیں؟ اسی حالت کو حضورؐ نے فتنہ اور فساد کہا ہے۔

(۱۳۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّشَھُّدَ فِی الصَّلٰوۃِ وَالتَّشَھُّدَ فِی الْحَاجَۃِ، وَذَکَرَ تَشَھُّدَ الصَّلٰوۃِ قَالَ وَالتَّشَھُّدُ فِی الْحَاجَۃِ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ وَیَقْرَأُ ثَلَاثَ اٰیَاتٍ، فَفَسَّرَھَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کا تشہد بھی سکھایا اور نکاح کا تشہد بھی۔ ابن مسعودؓ نے نماز کا تشہد بتانے کے بعد کہا، اور نکاح کا تشہد یہ ہے (جو اصل حدیث میں اوپر درج ہوا اور جس کا مفہوم یہ ہے) شکر اور تعریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اُسی سے مدد مانگتے ہیں، ہم اُسی سے مغفرت کے طلب گار ہیں، اور اپنے نفس کی بُرائیوں کے مقابلہ میں اللہ کی پناہ میں اپنے آپ کو دیتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے (اور ہدایت کے طالب ہی کو ہدایت دیتا ہے) اُس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے (اور گمراہ صرف اُسی کو کرتا ہے جو گمراہ ہونا چاہتا ہے) اُس کو کوئی ہدایت

اِتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔ الآیۃ۔ (ترمذی)

نہیں دے سکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں ـــــ پھر تین آیتیں پڑھتے جو سفیان ثوری کی تشریح کے مطابق یہ ہیں :-

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً، وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

یہ خطبہ ہے جو نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے، یہاں پر اُس کو لانے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نکاح صرف خوشی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک معاہدہ ہے جو ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان طے پاتا ہے کہ ہم دونوں زندگی بھر کے ساتھی اور مددگار بن گئے۔ اور یہ معاہدہ کرتے وقت خدا اور خلق دونوں کو گواہ بنایا جاتا ہے، اور خطبۂ نکاح کی آیتیں اِس بات کی طرف صاف صاف اِشارہ کرتی ہیں کہ اگر اس معاہدہ میں شوہر یا بیوی کی طرف سے کوئی خرابی پیدا کی گئی اور اُسے ٹھیک سے نباہا نہ گیا تو خُدا کا غصہ اُس پر بھڑکے گا اور جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا۔ اِن تینوں جگہوں کی آیتوں میں اہلِ ایمان کو مخاطب کیا گیا اور اللہ کے غصے سے بچنے کی تاکید کی گئی

ہے ۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے :۔

"اے ایمان لانے والو! اللہ کے غضب سے بچنے کی پوری فکر رکھنا، اور مرتے دم تک خدا کے احکام کی تعمیل میں لگے رہنا" دوسری آیت کا ترجمہ :۔ "اے لوگو! اپنے پالنے والے کی ناراضی سے بچتے رہنا جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اُس کا جوڑا بنایا، اور پھر ان دونوں کے ذریعہ بہت سے مرد و عورت دُنیا میں پھیلا دیئے تو ایسے خالق، پالنہار کی ناراضی سے ڈرتے رہنا جس کا نام لے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہو، اور رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا، یاد رکھو، اللہ تم پر نگراں ہے"۔ تیسری دونوں آیتوں کا ترجمہ :۔ "اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرتے رہنا اور صحیح بات اپنی زبان سے کہنا، تو اللہ تمھارے اعمال کو نیک بنائے گا، اور اتفاقاً ہو جانے والے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور جو لوگ اللہ و رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے وہ بڑی کامیابی پائیں گے"

مَہر

(۱۳۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِہٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ۔

(بخاری، مسلم۔ عقبہ بن عامرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شرطوں میں سے وہ شرط پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعہ تم عورتوں کی عصمت کے مالک بنے ہو۔

---

(۱۳۶) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَۃَ النِّسَاءِ فَاِنَّھَا لَوْ کَانَتْ مَکْرُمَۃً فِی الدُّنْیَا وَتَقْوٰی

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا، اے لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر نہ باندھا کرو، اِس لیے کہ اگر دُنیا میں یہ کوئی شرف و عزت کی چیز ہوتی، اور

عِنْدَ اللّٰهِ، لَکَانَ اَوْلَاکُمْ بِهَا نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَکَحَ شَیْئًا مِّنْ نِّسَائِهٖ وَلَا اَنْکَحَ شَیْئًا مِّنْ بَنَاتِهٖ عَلٰی اَکْثَرَ مِنِ اثْنَتَیْ عَشَرَةَ اُوْقِیَةً۔ (ترمذی)

اللہ کی نگاہ میں یہ کوئی متقیانہ فعل ہوتا تو اِس کے سب سے زیادہ حقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باؔرہ اُوقیہ سے زیادہ پرکسی عورت سے نکاح کیا ہو، یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کی شادی کی ہو۔

حضرت عمرؓ جس چیز سے روک رہے ہیں وہ یہ ہے کہ لوگ خاندانی شرافت کے غرور کی وجہ سے بھاری بھاری مَہر مقرر کر دیتے ہیں جن کا اَدا کرنا اُن کے بس میں نہیں ہوتا اور پھر وہ اُن کے گلے کی پھانس بَن جاتی ہے۔ اِس لیے حضرت عمرؓ مسلمان خاندانوں اور بستیوں کو اِس طرح کی شیخی سے روکتے ہیں اور سادگی کی تعلیم دیتے ہیں اور حضور اکرم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا عملی نمونہ پیش فرماتے ہیں۔

ایک اُوقیہ ساڑھے دس تولہ چاندی کے برابر ہوتا ہے خود حضوؐر نے بالعموم جس عورت سے نکاح کیا یا اپنی لڑکیوں کا نکاح کرایا اس سے زیادہ مہر آپؐ نے نہیں باندھا یہ اُمّت کے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔ رہا اُمّ حبیبہؓ کا مَہر جو اس سے بہت زیادہ تھا، تو یہ مَہر حبش کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا، اور اُسی نے اَدا کیا تھا، نکاح غائبانہ ہوا تھا۔

(۱۳۷) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الصَّدَاقِ اَیْسَرُهٗ۔ (نیل الاوطار)

عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہترین مَہر وہ ہے جو معمولی ہو۔

یعنی بھاری مہر خاندانوں میں بڑی پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ بیوی رہنا نہیں چاہتی اور میاں رکھنا نہیں چاہتے، لیکن طلاق نہیں دیتے اِس لیے کہ پھر مہر کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوگا جس کا ادا کرنا اُن کی برداشت سے باہر ہے۔ نتیجہ یہ کہ گھر دونوں کے لیے جہنم بنا ہوا ہے۔

(۱۳۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَاءُ وَیُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَکَ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین کھانا اُس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظرانداز کر دیا جائے، اور جس شخص نے دعوت ولیمہ قبول نہ کی اُس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سُنّت ہے اور جس ولیمہ میں مال داروں کو بُلایا جائے اور سوسائٹی کے غرباء کو نہ بُلایا جائے وہ بُرا ولیمہ ہے، نیز دعوت کو بلا کسی معقول عذر کے رد کر دینا سُنّت کے خلاف ہے۔

(۱۳۹) نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَۃِ طَعَامِ الْفٰسِقِیْنَ۔ (عمرانؓ بن حصین۔ مشکوٰۃ)

عمرانؓ بن حصین فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فاسق لوگوں کی دعوت کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

"فاسق" وہ جو اللہ و رسولؐ کے احکام کو پوری ڈھٹائی سے توڑتا ہے، حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتا تو ایسے شخص کی دعوت میں نہ جانا چاہیے جو شخص دین کی بے عزتی کرتا ہے، اہلِ دین اس کو "عزت بخشنے" کیسے جا سکتے ہیں، دوست کا دشمن دوست نہیں ہو سکتا البتہ اُس کی دعوت کو خیرخواہانہ انداز اور مومنانہ زبان میں رد کرے۔

والدین اور رشتہ داروں کے حقوق

(۱۴۰) قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ من؟ قَالَ اَبُوْکَ، وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّکَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ۔

(بخاری، مسلم۔ ابو ہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں، اُس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں، اُس نے کہا پھر کون؟ تو آپؐ نے فرمایا تیری ماں، اُس نے کہا پھر کون؟ تو آپؐ نے فرمایا پھر تیرا باپ، پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریبی لوگ ہوں۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں کا درجہ باپ سے بڑھا ہوا ہے، یہی بات قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتی ہے، سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نے اِنسان کو والدین کی شکرگزاری کا تاکیدی حکم دیا" اور اس کے فوراً بعد یہ فرمایا کہ "اس کی ماں نے اُس کو تکلیف پر تکلیف جھیل کر نو مہینے تک اپنے شکم میں اُٹھایا، پھر دو سال تک اپنے خُون سے اُسے پالا"۔ اِسی وجہ سے عُلماء نے لکھا ہے کہ جہاں تک ادب و تعظیم کا سوال ہے باپ زیادہ مستحق ہے، اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

(۱۴۱) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ، رَغِمَ اَنْفُهٗ، رَغِمَ اَنْفُهٗ، قِيْلَ مَنْ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس کی ناک خاک آلود ہو (یعنی ذلیل ہو) یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! کون ذلیل ہو؟ (اور یہ جملہ کن لوگوں کے

كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ۔ (مسلم، ابوہریرہؓ)

حق میں آپؐ فرمارہے ہیں ؟) آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، اُن دونوں میں سے ایک کو یا دونوں کو پھر (اُن کی خدمت کرکے) جنت میں داخل نہ ہوا۔

(۱۴۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّہَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّھَاتِ، وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر حرام کی ہے ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، اور حرص وبخل، اور تمھارے لیے اُس نے ناپسند کیا ہے بیکار قسم کی گفتگو، اور زیادہ سوال کرنا، اور مال کو برباد کرنا

سوال زیادہ کرنے سے مُراد خواہ مخواہ کی کُرید کرنی ہے۔ اِس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ آدمی جو بات نہیں جانتا اُس کے بارے میں نہ پُوچھے، بلکہ مُراد یہ ہے کہ اس طرح کی کُرید نہ کرے جس طرح کی کُرید بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرنے کے معاملہ میں کی تھی، اور آج بھی اِس طرح کی کُرید بالعموم وہ لوگ کرتے ہیں جو دین پر عمل کرنا نہیں چاہتے۔

(۱۴۳) عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا۔ قَالَ نَعَمْ، اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ

ابواُسیدؓ فرماتے ہیں کہ اِس اثناء میں کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، بنوسلمہ کا ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا، اُس نے کہا کہ اے اللہ کے رسُول! ماں باپ کے وفات پاجانے کے بعد اُن کا کوئی حق باقی رہتا ہے جسے میں ادا کروں ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ان کے لیے دُعا واستغفار کرو اور جو (جائز) وصیت وہ

لَهُمَا وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا۔ (ابوداؤد)

کر گئے ہیں اُسے پُورا کرو، اور والدین سے جن لوگوں کا رشتہ داری کا تعلق ہے اُن کے ساتھ صلۂ رحمی کرو، اور ماں باپ کے دوست اور سہیلیوں کی عزت اور خاطر داری کرو۔

(۱۴۴) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتَّى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ مَنْ هِيَ قَالُوْا هِيَ أُمُّهُ الَّتِيْ أَرْضَعَتْهُ۔ (ابوداؤد)

ابوالطفیلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں دیکھا کہ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور حضورؐ کے قریب گئی تو آپؐ نے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی تو میں نے پُوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپؐ کی ماں ہیں جنھوں نے آپؐ کو دُودھ پلایا ہے۔

(۱۴۵) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُهَا؟ فَقَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ اس زمانہ میں جبکہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوئی تھی (صلح حدیبیہ) میری ماں (رضاعی ماں) میرے پاس آئی اور وہ ابھی اسلام نہیں لائی تھی بلکہ شرک کی حالت پر تھی تو میں نے نبیؐ سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ میں اُسے کچھ دوں، تو کیا میں اُسے دے سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، تم اُس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو۔

(۱۴۶) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جو بدلہ میں

لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیءِ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا۔ (بخاری، ابن عمرؓ)

رشتہ داری کا لحاظ کرتا ہے ، وہ مکمل درجہ کا صلۂ رحمی کرنے والا نہیں ہے۔ کمال درجہ کی صلۂ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتہ دار اُس کے ساتھ بے تعلقی کریں تو یہ اُن کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور اُن کا حق دے۔

مطلب یہ ہے کہ رشتہ داروں کے حُسنِ سلوک کے جواب میں حُسنِ سلوک کرنا کمال درجہ کا حُسنِ سلوک نہیں ہے۔ سب سے بڑا صِلۂ رحمی کرنے والا حقیقتاً وہ شخص ہے کہ رشتہ دار تو اُس کو کاٹ رہے ہوں اور وہ اُن سے جُڑنے کی کوشش کرتا ہو، وہ اِس کا کوئی حق ادا نہ کریں پر یہ اُن کے سارے حقوق اَدا کرنے کے لیے تیار رہو، یہ ایک ایسی چیز ہے جو کمال درجہ تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

(۱۴۷) اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ، وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَّا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (مسلم۔ابوہریرۃؓ)

ایک آدمی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ تعالےٰ کے رسولؐ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے حقوق میں اَدا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق اَدا نہیں کرتے ہیں ، میں اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ، میں اُن کے ساتھ حلم وبُردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں، آپؐ نے فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو گویا تو اُن کے چہروں پر سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ اُن کے مقابلہ میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔

--- ۞ ---

بیویوں کے حقوق

(۱۴۸) عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ ؟ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ ، وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ ، وَلَا تُقَبِّحْ ، وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِی الْبَيْتِ - (ابوداؤد)

حکیم ابن مُعاویہؓ اپنے باپ مُعاویہؓ سے روایت کرتے ہیں ، اُنھوں (مُعاویہؓ) نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ کسی شوہر کی بیوی کا اُس پر کیا حق ہے ؟ آپؐ نے فرمایا اُس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اُسے کھِلائے اور جب تو پہنے تو اُسے پہنائے اور اُس کے چہرے پر نہ مارے اور اُس کو بد دُعا کے الفاظ نہ کہے ، اور اگر اُس سے ترک تعلق کرے تو صرف گھر میں کرے ۔

یعنی جیسا تم کھاؤ ویسا ہی اپنی بیوی کو کھِلاؤ ، اور جس معیار کے کپڑے تم پہنو اُسی معیار کا کپڑا اُسے دو۔

آخری جُملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے نافرمانی اور شرارت ظاہر ہو تو قرآن کی ہدایت کے مطابق پہلے اُس کو نرمی سے سمجھائے ، اگر اس سے بھی وہ ٹھیک نہ ہو تو گھر میں اپنا بستر الگ کرے اور بات باہر نہ پہنچنے دے کیونکہ یہ شرافت کے خلاف ہے ، اِس سے بھی اگر ٹھیک نہ ہو تو پھر اُس کو مارا جاسکتا ہے لیکن چہرہ پر نہیں بلکہ دوسرے حصّہ جسم پر ، اور اس میں بھی ہدایت ہے کہ ہڈی کو توڑ دینے والی یا زخمی کر دینے والی مار نہ ماری جائے ۔

(۱۴۹) عَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِی امْرَأَةً فِی لِسَانِهَا

لقیط ابن صبرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بیوی بدگو ہے تو آپؐ نے فرمایا

شَیْءٌ یَعْنِی الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا، قُلْتُ اِنَّ لِیْ مِنْهَا وَلَدًا وَّلَهَا صُحْبَةٌ۔ قَالَ فَمُرْهَا یَقُوْلُ عِظْهَا، فَاِنْ یَّکُ فِیْهَا خَیْرٌ فَسَتَقْبَلُ، وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِیْنَتَكَ ضَرْبَكَ اُمَیَّتَكَ۔ (ابوداؤد)

اُسے طلاق دے دو، میں نے کہا کہ اُس سے میرے بچے ہیں، مُدّت سے ہم دونوں ساتھ رہتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا اُسے نصیحت کرو، اگر اُس کے اندر خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی تو وہ تمھاری بات مان لے گی، اور خبردار! اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارنا جیسے تو اپنی لونڈی کو مارتا ہے۔

اِس حدیث کے آخری ٹکڑے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لونڈیوں کو خوب پیٹو اور بیویوں کو نہ پیٹو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوگ اپنی باندیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اس طرح کا معاملہ بیوی کے ساتھ نہ ہونا چاہیے۔

(۱۵۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِهِنَّ فَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ کَثِیْرٌ یَّشْکُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ کَثِیْرٌ یَّشْکُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَیْسَ اُولٰئِكَ بِخِیَارِکُمْ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ کی باندیوں (یعنی اپنی بیویوں) کو مت مارو۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نبیؐ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ کی اِس ہدایت کی وجہ سے شوہروں نے مارنا چھوڑ دیا تو عورتیں اپنے شوہروں کے سر چڑھ گئیں اور دلیر ہوگئیں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مارنے کی اجازت دے دی۔ اِس کے بعد نبیؐ کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں آئیں اور اُنھوں نے اپنے شوہروں کی مار پیٹ کی شکایت کی تو نبیؐ نے فرمایا میری بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئیں۔ ایسے لوگ تم میں

(ابوداؤد۔ ایاس بن عبداللہ)

کے بہت سے لوگ نہیں ہیں۔

(۱۵۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ۔

(مسلم۔ ابوہریرۃؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مؤمن شوہر اپنی مؤمن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اُس کی ایک عادت پسند نہیں آتی تو دوسری اور عادتیں پسند آئیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ بیوی اگر خوب صورت نہیں ہے یا کسی اور قسم کی کوتاہی اور کمی اس میں پائی جاتی ہے تو اس وجہ سے فوراً قطع تعلق کا فیصلہ مت کرلو، ایک عورت کے اندر اگر بعض پہلوؤں سے کوئی کمی ہوتی ہے تو دوسرے بہت سے اور پہلو ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ شوہر کے دِل پر قبضہ کرلیتی ہے بشرطیکہ اُس کو موقع دیا جائے اور محض اُس کی ایک کوتاہی کی بنا پر ہمیشہ کے لیے دل میں نفرت نہ بٹھالی جائے۔

(۱۵۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ

عمرو بن احوص جشمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں فرماتے سُنا۔ پہلے آپ نے حمد وثنا فرمائی پھر اور باتوں کا وعظ کہا، پھر فرمایا لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا اس لیے کہ وہ تمھارے پاس بمنزلہ قیدی کے ہیں، اُن کے ساتھ سختی صرف اس شکل میں کی جاسکتی ہے۔ جب کہ اُن کی طرف سے کھلی ہوئی نافرمانی ظاہر ہو، تو اگر وہ ایسا کریں تو ان سے اُن کی خواب گاہوں میں قطع تعلق کرلو، اور ان کو اتنا مار سکتے ہو جو سخت و شدید یعنی زخم کرنے والی

مُبَرِّحٍ ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَاءِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَاءِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَّنْ تَكْرَهُوْنَ ، وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ ، اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَ طَعَامِهِنَّ۔ (ترمذی)

نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمھارا کہنا مانیں تو اُن کو ستانے کے لیے راستہ مت تلاش کرو۔ سُنو! کچھ حقوق تمھاری بیویوں کے تم پر ہیں، اور کچھ تمھارے حقوق اُن پر ہیں۔ تمھارا حق اُن کے اوپر یہ ہے کہ تمھارے فرش کو ایسے لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تمھارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ سُنو! اور اُن کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کو ٹھیک سے کھانا اور کپڑا دو۔

(۱۵۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَلَهٗ صَدَقَةٌ۔

(متفق علیہ۔ ابومسعود بدریؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر والوں پر آخرت میں اجر پانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اُس کے لیے صدقہ بنتا ہے۔

(۱۵۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضِيْعَ مَنْ يَّقُوْتُ۔ (ابوداؤد۔ عبداللہ بن عمرؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کو گنہگار کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اُن لوگوں کو ضایع کردے جن کو وہ کھلاتا ہے۔

(۱۵۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے اُن کے حقوق میں انصاف اور برابری نہ رکھی

الْقِيٰمَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ۔ (ترمذی)

ہو تو قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کا آدھا دھڑ گِرگیا ہوگا۔

وہ آدھے دھڑ کے ساتھ اِس لیے آئے گا کہ جس بیوی کے حقوق اُس نے اَدا نہیں کیے وہ اسی کے جسم ہی کا حِصّہ تو تھی، اپنے جسم کے آدھے حِصّہ کو دُنیا میں کاٹ کر پھینک آیا تھا پھر قیامت کے دِن اُس کے پاس پُورا جسم کہاں سے ہوگا۔

شوہر کا حق

(۱۵۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْأَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَہَا وَصَامَتْ شَہْرَہَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَہَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَہَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَتْ۔ (مشکوٰۃ۔ انسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت جبکہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنّت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

(۱۵۷) قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ، وَتُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْ نَفْسِہَا وَلَا مَالِہَا بِمَا یَکْرَہُ۔ (نسائی۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا کہ کون سی بیوی سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جبکہ وہ اُس کی طرف دیکھے، اطاعت کرے جب وہ اُسے حکم دے، اور اپنے اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اختیار کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

اپنے مال سے مُراد وہ مال ہے جو شوہر نے گھر کی مالکہ کی حیثیت سے اُس کے حوالے

کر دیا ہے ۔

(١٥٨) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ
اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَنَحْنُ عِنْدَہٗ ، فَقَالَتْ زَوْجِیْ صَفْوَانُ
بْنُ الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ ، وَ
یُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ ، وَلَا یُصَلِّی الْفَجْرَ
حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، قَالَ وَصَفْوَانُ
عِنْدَہٗ ، قَالَ فَسَأَلَہٗ ، عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا قَوْلُھَا "یَضْرِبُنِیْ اِذَا
صَلَّیْتُ" فَاِنَّھَا تَقْرَأُ بِسُوْرَتَیْنِ وَقَدْ
نَھَیْتُھَا ، قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتْ سُوْرَۃً وَّاحِدَۃً
لَکَفَتِ النَّاسَ ، قَالَ وَاَمَّا قَوْلُھَا
"یُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ" فَاِنَّھَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ
وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا اَصْبِرُ ، فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ
امْرَأَۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِھَا وَاَمَّا قَوْلُھَا
"اِنِّیْ لَا اُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ" فَاِنَّا
اَھْلُ بَیْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَالِکَ لَا نَکَادُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، اُنھوں نے فرمایا کہ حضورؐ کے پاس ایک عورت آئی اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ اُس نے کہا میرے شوہر صفوانؓ ابن معطل مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں اور مجھے روزہ توڑنے کے لیے کہتے ہیں جب کہ میں روزہ رکھتی ہوں ، اور وہ فجر کی نماز نہیں پڑھتے جب تک کہ سورج نکل نہیں آتا ۔ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ صفوانؓ وہیں بیٹھے ہوئے تھے ، تو آپؐ نے اُن سے اُن کی بیوی کی شکایت کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے کہا ، اے اللہ کے رسولؐ ! نماز پڑھنے پر مارنے کی شکایت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دو دو سورتیں پڑھتی ہے اور میں اُسے منع کرتا ہوں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہی سورہ کافی ہے ۔ صفوانؓ نے پھر کہا کہ روزہ توڑنے کی شکایت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ روزہ رکھے چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں ، صبر نہیں کر سکتا ۔ تو آپؐ نے فرمایا کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتی ۔ اس کے بعد اُنھوں نے کہا کہ سورج

نَسْتَيْقِظُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، قَالَ فَاِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ ۔ (ابوداؤد)

نکلنے کے بعد نماز پڑھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کے لیے یہ بات مشہور ومعروف ہے، ہم نہیں جاگ سکتے جب تک سورج نہ نکل آئے۔

اِس پر آپؐ نے فرمایا کہ اے صفوانؓ! جب تم جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو۔

اِس حدیث سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں :۔

۱۔شوہروں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو فرض نماز پڑھنے سے روکیں، البتہ عورت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شوہر کی ضروریات کا خیال رکھے اور دین داری کے شوق میں وہ لمبی لمبی سورتیں نہ پڑھے۔ رہی نفل نماز، تو اس میں شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا ضروری ہے، بغیر اُس کی اجازت کے نفل روزوں میں نہ لگے۔ اِسی طرح نفلی روزہ بھی اُس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔

۲۔صفوانؓ بن معطل کا حال یہ تھا کہ وہ رات کو لوگوں کے کھیتوں میں پانی دیتے تھے، ظاہر ہے کہ جب رات کا بیشتر حصّہ اس طرح کی محنت مزدوری میں لگ جائے تو آدمی ٹھیک وقت سے فجر کے لیے نہیں جاگ سکتا۔ صفوانؓ بن معطلؓ اونچے درجے کے صحابی ہیں، ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ فجر کی نماز کے بارے میں بے پروائی برتتے رہے، بلکہ ایسا اتفاق سے ہو جاتا ہوگا کہ رات کو دیر میں سوئے اور کسی نے جگایا نہیں اور فجر کی نماز قضا ہو گئی یہی حالت تھی جس کی وجہ سے حضورؐ نے فرمایا کہ اے صفوان! جب تم نیند سے اُٹھو تو نماز پڑھ لیا کرو۔ ورنہ اگر آپؐ کے نزدیک وہ نماز سے بے پروائی اور غفلت برتنے والے ہوتے تو آپؐ اُن پر ناراض ہوتے۔

(۱۵۹) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّةِ

حضرت اسماءؓ بنت یزید فرماتی ہیں میں اپنی کچھ ہم عمر

قَالَتْ، مَرَّبِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا فِیْ جَوَارٍ اَتْرَابٍ لِّیْ۔ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا وَقَالَ اِیَّاکُنَّ وَکُفْرَ الْمُنْعِمِیْنَ قَالَ وَلَعَلَّ اِحْدَاکُنَّ تَطُوْلُ اَیْمَتُھَا مِنْ اَبَوَیْھَا، ثُمَّ یَرْزُقُھَا اللّٰہُ زَوْجًا وَّیَرْزُقُھَا مِنْہُ وَلَدًا، فَتَغْضَبُ الْغَضْبَۃَ فَتَکْفُرُ نَتَقُوْلُ مَارَاَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ۔

(الادب المفرد)

لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ہمارے پاس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم گزرے، تو آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو، اور پھر فرمایا تم عورتوں میں سے کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر لمبے عرصہ تک کنواری بیٹھی رہتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر دیتا ہے اور اُس سے اولاد ہوتی ہے، پھر کسی بات پر غصہ ہو جاتی ہے اور شوہر سے یوں کہتی ہے، مجھ کو تجھ کبھی آرام نہ ملا، تو نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا۔

اِس حدیث میں عورتوں کو ناشکری سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے، یہ بیماری عام طور پر عورتوں میں پائی جاتی ہے، اِس لیے عورتوں کو اس سے بچنے کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔

(۱۶۰) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ، وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ، فَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِہٖ نَزَلَتْ فِی الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ لَوْعَلِمْنَا اَیُّ الْمَالِ خَیْرٌ فَنَتَّخِذَہٗ فَقَالَ اَفْضَلُہٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَّقَلْبٌ شَاکِرٌ وَّزَوْجَۃٌ

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آیت "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ"، الخ نازل ہوئی، تو ہم میں بعض نے کہا سونا چاندی کے جمع کرنے کے سلسلہ میں تو یہ آیت اُتری جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جمع کرنا پسندیدہ نہیں ہے، اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال بہتر ہے، تو اُسے جمع کرنے کی سوچیں۔ آپؐ

مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى دِيْنِهٖ (ترمذی) نے فرمایا سب سے بہتر ذخیرہ خُدا کو یاد کرنے والی زبان اور خُدا کے شکر کے جذبہ سے معمور دِل اور نیک بیوی ہے جو دین کی راہ پر چلنے میں شوہر کی مددگار بنتی ہے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذِکر زبان سے ہونا چاہیے اور وہی ذکر مطلوب ہے جو جذبۂ شکر کے ساتھ کیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی جو اپنے دیندار شوہر کی تنگیوں اور سختیوں میں صبر کے ساتھ رفاقت کرتی ہے، دین کی راہ پر چلنے میں سہارا بنتی ہے، راستہ کا پتھر نہیں بنتی تو حقیقتاً ایسی بیوی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(۱۶۱) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَالْخَادِمُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ۔ (متفق علیہ۔ ابن عمرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگراں و محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے پُوچھا جائے گا اُن لوگوں کی بابت جو تمہاری نگرانی میں ہوں گے۔ اُمیر بھی نگراں ہے اور اس سے بھی اُس کی رعیت کے متعلق پُوچھا جائے گا اور شوہر اپنے گھر والوں کا نگراں ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کے بچوں کی نگراں ہے۔ اور نوکر اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے، تو تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی جو اُس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔

اِس حدیث کا یہ ٹکڑا یہاں خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کے لڑکوں کی نگراں ہے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صِرف کھلانے پلانے ہی کا ذمہ دار نہیں ہے، اُس کے دین و اخلاق کی حفاظت و نگرانی

بھی اُس کے ذمّہ ہے اور بیوی کی ذمّہ داری دوگنی ہے وہ شوہر کے گھر اور مال کی نگراں تو ہے ہی اُس کے بچوں کی تربیت کی خصوصی ذمّہ داری بھی اُس پر ہے کیونکہ شوہر تو معاش کے حصول کے لیے زیادہ تر باہر رہتا ہے اور گھر میں بچے اپنی ماؤں ہی سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں، اِس لیے بچوں کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کی دوہری ذمّہ داری اُن کی ماں پر آتی ہے۔

اولاد کا حق

(۱۶۲) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ (جامع الاصول۔ مشکوٰۃ۔ سعید بن العاصؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اُس میں سب سے بہتر عطیہ اُس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔

---

(۱۶۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَّ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوجائیں اور نماز کے لیے اُن کو مارو جب وہ دس سال کی عمر کے ہوجائیں۔ اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد اُن کے بستر الگ کر دو۔

اِس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بچّے جب سات سال کے ہوجائیں تو اُن کو نماز کا طریقہ سکھانا اور نماز پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں اور نماز نہ پڑھیں تو اُنھیں مارا بھی جاسکتا ہے۔ اُن پر یہ واضح کردینا چاہیے کہ تمھارا

نماز نہ پڑھنا ہماری ناراضی کا باعث ہوگا۔ نیز اس عمر کو پہنچنے کے بعد بچوں کا بستر الگ کر دینا چاہیے۔ کئی بچے ایک ساتھ ایک چارپائی پر نہ لیٹیں۔

(۱۶۴) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْلَہٗ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اُس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ اُن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں، تیسرے نیک لڑکا جو اُس کے لیے دُعا کرتا رہے۔

صدقہ جاریہ سے مُراد وہ صدقہ ہے جس کا فیض عرصہ تک باقی رہے، نہر کھُدوا دے یا کنُواں کھُدوا دے یا مُسافروں کے لیے سرائے بنوا دے یا راستہ پر درخت لگوا دے یا کسی دینی درس گاہ میں کتابیں وقف کر جائے وغیرہ تو جب تک اس کام سے لوگ فائدہ اُٹھائیں گے اُسے ثواب ملتا رہے گا۔ اِسی طرح وہ کسی کو تعلیم دے یا دینی کتابیں لکھ جائے تو اُس کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔

تیسرا عمل جس کا ثواب ملتا رہے گا وہ اُس کا اپنا لڑکا ہے جس کو اُس نے شروع ہی سے عمدہ تربیت دی ہے اور اس کوشش کے نتیجہ میں وہ متقی اور پرہیزگار بنا ہے تو جب تک یہ لڑکا دُنیا میں زندہ رہے گا اُس کی نیکیوں کا ثواب اُس کے باپ کو ملتا رہے گا۔ مزید یہ کہ وہ چونکہ نیک ہے اِس لیے وہ اپنے باپ کے حق میں دُعائیں کرے گا۔

(۱۶۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰی یَتِیْمًا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے

اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَّا يُغْفَرُ، وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنٰتٍ اَوْمِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِاثْنَتَيْنِ؟ قَالَ اَوِاثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْقَالُوْا اَوْوَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ كَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ؟ قَالَ عَيْنَاهُ۔

(مشکوٰۃ۔ ابن عباسؓ)

ساتھ بلایا اور اپنے کھانے پینے میں اُسے شریک کیا تو یقیناً اللہ نے اُس کے لیے جنت واجب کر دی، الّا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل معافی نہ ہو، اور جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی اور انھیں تعلیم و تربیت دی اور اُن کے ساتھ رحم کا سلوک کیا یہاں تک کہ اللہ اُنھیں بے نیاز کر دے، تو ایسے شخص کے لیے اللہ نے جنت واجب کر دی۔ اُس پر ایک آدمی نے کہا کہ اگر دو ہی ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا دو لڑکیوں کی سرپرستی پر بھی یہی اجر ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپؐ ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے" اور جس شخص سے اللہ نے اُس کی دو بہتر چیزیں لے لیں تو اُس کے لیے جنّت واجب ہو گئی۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسُول! دو بہتر چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اُس کی دونوں آنکھیں۔

اِس حدیث میں ایک بات یہ بیان ہوئی کہ اگر کسی شخص کے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو اُن کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنی چاہیے بلکہ اُن کی پُوری سرپرستی کرنی چاہیے ان کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا چاہیے اور اُن کے ساتھ مہربانی اور لُطف و کرم کا سلوک اُس وقت تک کرنا چاہیے جب تک اُن کی شادی نہ ہو جائے۔ جو شخص ایسا کرے گا حضورؐ اُس کو جنّت کی بشارت دیتے ہیں، اِسی طرح ایک بھائی ہے جس کے چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں تو اُسے بھی اپنی اِن بہنوں کو وبال جان نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اُن

کا پورا خرچ برداشت کرنا چاہیے اور اُن کو علم و دینداری کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیے اور شادی ہونے تک رحمت کا سلوک کرنا چاہیے

(۱۶۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (ابوداؤد۔ ابن عباسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے کوئی بچی پیدا ہوئی اور اُس نے جاہلیت کے طریقہ پر زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اُس کو حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اُس کے مقابلہ میں ترجیح دی، تو اللہ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

(۱۶۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْنِيْ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِيْ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَّاحِدَةٍ، فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اُس کے ساتھ دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگنے کے لیے آئی تھی، اس وقت میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ تھا، وہی میں نے اُسے دے دی، اُس نے اس کھجور کو ان دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے اُس عورت کا حال بیان کیا (کہ باوجود بھوکی ہونے کے اُس نے اپنے اوپر اپنی دو بچیوں کو ترجیح دی)، آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص کو ان بچیوں کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا گیا پھر اُس نے ان بچیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بچیاں اُس کے لیے جہنم سے پردہ بن جائیں گی

یعنی جس شخص کو اللہ صرف لڑکیاں ہی دیتا ہے وہ بھی عطیۂ خداوندی ہوتی ہیں، اور اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ والدین ان بچیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں جو نہ انھیں کما کر دینے والی ہیں اور نہ خدمت کے لیے اُن کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی ہیں، پھر بھی اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو یہ اپنے والدین کی بخشش کا سبب بنیں گی۔

(۱۶۸) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعْهُ، وَفِيْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قَالَ لَا، قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ فَرَجَعَ اَبِيْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ، وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِيْ اِذًا، فَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ بَلٰى، قَالَ فَلَا اِذًا۔ (بخاری، مسلم)

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میرے والد (بشیرؓ) مجھے لیے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسُول! ایک غلام میرے پاس تھا میں نے اس لڑکے کو بخش دیا۔ آپؐ نے پوچھا کیا اپنے سب لڑکوں کو دیا ہے؟ اُنھوں نے کہا نہیں، تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس غلام کو تو واپس لے لے، ایک دوسری روایت میں یہ ہے "کیا تو نے اپنے سب لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا نہیں، تو آپؐ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری و مساوات کا معاملہ کرو" تو میرے باپ گھر آئے اور اس صدقہ (غلام) کو واپس لے لیا۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے آپؐ نے فرمایا تو پھر تو مجھے گواہ مت بنا، میں ظالم کا گواہ نہ بنوں گا ایک تیسری روایت میں یہ ہے "آپؐ نے فرمایا کیا تھیں یہ بات پسند ہے کہ سب لڑکے تمھارے ساتھ اچھا

سلوک کریں ؟ میرے باپ نے کہا ہاں ، آپ نے فرمایا پھر ایسا مت کرو۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہیے ، ورنہ یہ جور وظُلم ہوگا۔ نیز اگر ایسا کیا گیا تو اُن کے دل آپس میں پھٹیں گے اور جن بچّوں کو نہیں دیا گیا ہے اُن کے دِل میں باپ کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔

(۱۶۹) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَجْرٌلِّيْ فِيْ بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا؟ اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ نَعَمْ لَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ کیا مجھے ثواب ملے گا ابو سلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے اور میں اُنھیں اس طرح محتاج اور دَر بَدر مارے پھرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتی ، وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں جو کچھ تم اُن پر خرچ کروگی تھیں اس کا اَجر ملے گا۔

اُمّ سلمہؓ کے پہلے شوہر کا نام ابو سلمہؓ ہے ، اُن کے انتقال کے بعد یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نِکاح میں آگئی تھیں اِس لیے ابو سلمہؓ سے جو اُن کے بچے پیدا ہوئے تھے اُن کے بارے میں پوچھا۔

(۱۷۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوْمَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ اِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ ، اِمْرَأَةٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور جھلسے ہوئے چہرے والی عورت قیامت کے دِن ان دو اُنگلیوں کی طرح ہوں گے (یزید بن زریعؒ نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اپنی بیچ کی اُنگلی اور کلمۂ شہادت کی اُنگلی کی طرف اشارہ کیا) یعنی وہ عورت جس کا شوہر مرگیا اور وہ خاندانی شرافت اور ذاتی حسن و جمال رکھتی ہے لیکن اُس نے

اَدْمَاتُوْا۔ (ابوداؤد۔ عوف بن مالکؓ) اپنے مرنے والے شوہر کے بچّوں کی خاطر اپنے آپ کو نکاح سے روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جُدا ہوگئے یا مَرگئے۔

اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت رانڈ ہوجائے اور اُس کے چھوٹے بچے ہوں اور لوگ اُس سے شادی کرنے کی طرف مائل بھی ہوں۔ لیکن وہ اپنے ان یتیم بچّوں کی پرورش کی خاطر شادی نہیں کرتی اور عزت وپاک دامنی کے ساتھ زندگی گزارتی ہے تو ایسی عورت کو قیامت کے دِن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا قُرب حاصل ہوگا۔

(۱۷۱) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَۃِ اِبْنَتُکَ مَرْدُوْدَۃً اِلَیْکَ لَیْسَ لَھَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ۔ (ابن ماجہ۔ سراقہؓ بن مالک) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں بہترین صدقہ بتاؤں؟ وہ تیری بیٹی ہے جو تیرے پاس لوٹا دی گئی ہے اور اس کو کوئی تیرے سوا کما کر کھلانے والا نہیں ہے۔

یعنی ایسی لڑکی جس کی بدصورتی یا جسمانی نقص کی وجہ سے شادی نہیں ہوتی یا شادی کے بعد طلاق مِل گئی ہے اور تمھارے سوا کوئی اُس کو کھلانے پلانے والا نہیں ہے تو اُس پر جو کچھ تم خرچ کروگے وہ اللہ کی نگاہ میں بہترین صدقہ ہوگا۔

یتیم کا حق

(۱۷۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا، وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَھُمَا۔ (بخاری۔ سہل بن سعدؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کا سرپرست نیز دوسرے محتاجوں کا سرپرست ہم دونوں جنّت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے بیچ کی اُنگلی اور شہادت کی اُنگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں

اُنگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔

یعنی یتیموں کی سرپرستی کرنے والے جنّت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں گے اور یہ بشارت صرف یتیم ہی کے سرپرست کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر اُس شخص کے لیے ہے جو لاچار اور محتاج لوگوں کی سرپرستی کرتا ہے۔

(۱۷۳) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ، وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ۔
(ابن ماجہ، ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مُسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔

(۱۷۴) إِنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهِ قَالَ امْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيْمِ وَأَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ۔
(مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی اکرمؐ سے اپنے قلب کی قساوت اور سختی کا ذکر کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر اور مسکینوں کو کھانا کھلا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی سنگدلی کا علاج کرنا چاہے تو عملاً شفقت و رحمت کا کام کرنا شروع کر دے۔ ضرورتمند اور بے یار و مددگار لوگوں کی ضرورت پوری کرے، اور اُن کے کاموں میں اُن کی مدد کرے تو اُس کی یہ سنگدلی رحم دِلی سے بدل جائے گی۔

(۱۷۵) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے میرے اللہ! میں دو کمزور قسم کے لوگوں کے حق کو محترم قرار دیتا ہوں

الْیَتِیْمِ وَالْمَرْأَۃِ۔ (نسائی۔ خویلد بن عمرؓ) یعنی یتیم اور بیوی کے حق کو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز کلام بڑا ہی مُؤثر ہے جس کے ذریعہ آپؐ نے لوگوں کو یہ ہدایت دی کہ یتیموں اور بیویوں کے حقوق کا احترام کرو۔ اِسلام سے پہلے عرب دُنیا میں یہ دونوں سب سے زیادہ مظلوم تھے۔ یتیموں کے ساتھ عام طور پر بُرا سلوک کیا جاتا اور اُن کی حق مَاری کی جاتی۔ اِسی طرح عورت کا بھی کوئی مقام نہ تھا۔

(۱۷۶) اِنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ لَّیْسَ لِیْ شَیْءٌ وَّلِیْ یَتِیْمٌ، فَقَالَ کُلْ مِنْ مَّالِ یَتِیْمِکَ غَیْرَ مُسْرِفٍ وَّلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَاَثِّلٍ۔ (ابوداؤد)

ایک آدمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا میں محتاج ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میری سرپرستی میں ایک (صاحب جائداد) یتیم ہے (تو کیا میں اُس کے مال میں سے کھا سکتا ہوں ؟) آپؐ نے فرمایا ہاں، تم اپنے یتیم کے مَال میں سے کھا سکتے ہو، بشرطیکہ اسراف نہ کرو، اور جلد بازی سے کام نہ لو، اور نہ اپنی جائداد بنانے کی فکر کرو۔

یعنی اگر کِسی یتیم کا سرپرست مَالدار ہے تو اُس کو قرآن کی ہدایت کے مطابق کچھ نہ لینا چاہیے لیکن اگر وہ غریب ہے اور یتیم صاحبِ جائداد ہے تو یہ اُس کے مَال کی حفاظت کرے گا، اُس کو بڑھانے کی کوشش کرے گا اور اُس میں سے اپنا خرچ لے گا لیکن اُس کے لیے جائز نہیں کہ اُس کے مال کو اُس کے جوان ہونے سے پہلے جلدی جلدی ہضم کر جائے، نیز وہ یتیم کے مال سے اپنی جائداد نہیں بنا سکتا۔ خُدا سے نہ ڈرنے والے بے ایمان لوگ یتیموں کے مال کو ہوشیاری کے ساتھ اپنی جائداد بنا لیتے ہیں یا اُس کے بڑے ہونے سے پہلے اُس کی پُوری جائداد کو کھا پی کر اُڑا دیتے ہیں۔

سُورۂ نساء میں اللہ تعالےٰ نے یتیموں کے مَال کے سلسلے میں یہی ہدایت دی ہے

جو اِس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:۔

وَلَا تَأْكُلُوْهَا إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ۔

اور یتیموں کے مال نہ کھاؤ فضول خرچی کے ساتھ، اور جلدی کرتے ہوئے اُن کے بڑے ہونے کے ڈر سے، اور جو مالدار ہو تو اُس کو چاہیے کہ یتیم کا مال کھانے سے بہت بچے اور جو غریب ہو تو اُس کو یتیم کے مال میں سے دستور کے مطابق کھانا چاہیے۔

(۱۷۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّا أَضْرِبُ يَتِيْمِيْ ؟ قَالَ مِمَّا كُنْتَ ضَارِبًا مِّنْهُ وَلَدَكَ غَيْرَ وَاقٍ مَّالَكَ بِمَالِهٖ وَلَا مُتَأَثِّلًا مِّنْ مَّالِهٖ مَالًا۔ (معجم طبرانی)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا، کِن وجوہ سے میں اُس یتیم کو مار سکتا ہوں جو میری سرپرستی میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا جن وجوہ سے تم اپنی حقیقی اولاد کو مار سکتے ہو خبردار اپنے مال کو بچانے کی خاطر اُس کا مال برباد نہ کرنا اور نہ اُس کے مال سے اپنی جائداد بنانا۔

اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں مارا جا سکتا ہے، اِسی طرح یتیم کو بھی دین اور تہذیب و شایستگی سکھانے کے سلسلہ میں مارا جا سکتا ہے، بلا وجہ بات بات پر بچوں کی پٹائی کرنا، حضورؐ کے طریقہ کے خلاف ہے، اور یتیم کو مارنا تو بہت بڑا پاپ ہے۔

مہمان کا حق

(۱۷۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ (بخاری، مسلم، ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اُنھیں چاہیے کہ وہ اپنے مہمانوں کی خاطر داری کریں۔

(۱۷۹) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَۃٌ وَّالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ لَہٗ صَدَقَۃٌ وَّلَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَہٗ حَتّٰی یُحْرِجَہٗ۔

(بخاری۔ مسلم۔ خویلد بن عمرو رضؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو اُنھیں چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر کریں۔ پہلا دن انعام وعطیہ کا دن ہے جس میں مہمان کو عمدہ کھانا کھلانا چاہیے اور مہمانی تین دن تک ہے (یعنی دوسرے اور تیسرے دن اُس کی مہمانی میں تکلف کرنا اخلاقاً ضروری نہیں) اُس کے بعد جو کچھ وہ کرے گا وہ اُس کے لیے صدقہ ہوگا۔ اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے میزبان کے پاس ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اس کو ضیق اور پریشانی میں مبتلا کردے۔

اِس حدیث میں میزبان اور مہمان دونوں کو ہدایت دی گئی ہے۔ میزبان کو اِس بات کی کہ وہ اپنے مہمان کی خاطر کرے۔ خاطر کرنے کا مطلب صرف کھلا پلا دینا نہیں ہے بلکہ ہنس کر بولنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، سبھی کچھ مُراد ہے اور مہمان کو یہ ہدایت دی گئی کہ جب کسی کے یہاں بطور مہمان کے جائے تو وہیں دھرنا مار کر بیٹھ نہ جائے کہ اس سے میزبان پریشانی میں پڑ جائے "مُسلم" کی ایک روایت اِس حدیث کی اچھی طرح تشریح کرتی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس قیام کرے، یہاں تک کہ اس کو پریشانی میں مبتلا کردے لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسُول! وہ کس طرح اُس کو پریشانی میں مبتلا کردے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا اِس طرح کہ یہ وہیں اُس کے پاس ٹھہرا رہے اور اُس کے پاس میزبانی کے لیے کچھ نہ ہو۔

پڑوسی کا حق

(۱۸۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ۔ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَلَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ ۔

(بخاری مسلم ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (تین بار) فرمایا، خُدا کی قسم وہ ایمان نہیں رکھتا، پُوچھا گیا اے اللہ کے رسُول! کون ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا کہ وہ شخص جس کا پڑوسی اُس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے ۔

---

(۱۸۱) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ ۔ (متفق علیہ ۔ عائشہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریلؑ مجھ کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنا دیں گے ۔

(۱۸۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ ۔

(مشکوٰۃ)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ مُومن ایسا نہیں ہوتا ہے کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اُس کا پڑوسی جو اُس کے پہلو میں رہتا ہو بھُوکا رہے ۔

(۱۸۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَاَکْثِرْ مَاءَھَا وَتَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ ۔ (مسلم)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا ۔ اے ابوذرؓ! جب تو شوربا پکائے تو کچھ پانی زیادہ کر دے اور اپنے پڑوسیوں کی خبرگیری کر ۔

(۱۸۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو ہدیہ دینے کو حقیر

جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نہ سمجھے اگرچہ وہ ایک بکری کی کھُر ہی کیوں نہ ہو"۔

عورتوں کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ کوئی معمولی چیز اپنی پڑوسن کے گھر بھیجنا پسند نہیں کرتیں، اُن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اُن کے یہاں کوئی اچھی چیز بھیجیں۔ اِسی لیے آپؐ نے عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ معمولی سے معمولی ہدیہ بھی اپنے پڑوسیوں کے یہاں بھیجو، اور جن عورتوں کے پاس پڑوس سے ہدیہ آئے اور وہ معمولی ہو تو بھی انھیں محبت سے لے لینا چاہیے، اُس کو نہ تو حقیر سمجھیں اور نہ تنقید کریں۔

(۱۸۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارَيْنِ فَاِلٰی اَيِّهِمَا اُهْدِیْ؟ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں تو اُن میں سے کس کے یہاں ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا اس پڑوسی کے یہاں جس کا دروازہ تیرے دروازہ سے زیادہ قریب ہو۔

پڑوس کا دائرہ آس پاس کے چالیس گھروں تک ہے اور اُن میں سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کا گھر قریب تر ہو۔

(۱۸۶) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ، وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔ (مشکوٰۃ۔ عبدالرحمٰن بن ابی قرادؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ اور رسول اس سے محبت کریں تو اُس کو چاہیے کہ جب وہ گفتگو کرے تو سچ بولے، اور اس کے پاس جب امانت رکھی جائے تو اپنے پاس رکھی گئی امانت کو مالک کے پاس بحفاظت لوٹائے اور اپنے پڑوسیوں

کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

(۱۸۷) قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَۃِ صَلَاتِھَا وَصِیَامِھَا وَصَدَقَتِھَا غَیْرَ اَنَّھَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَھَا بِلِسَانِھَا قَالَ ھِیَ فِی النَّارِ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ قِلَّۃُ صِیَامِھَا وَصَدَقَتِھَا وَصَلَاتِھَا وَاَنَّھَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِھَا جِیْرَانَھَا، قَالَ ھِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ فلاں عورت بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتی، نفل روزے رکھتی اور صدقہ کرتی ہے، اور اس لحاظ سے وہ مشہور ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گی اس آدمی نے پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں عورت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کم نفل روزے رکھتی ہے اور بہت کم نفل نماز پڑھتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جنّت میں جائے گی۔

پہلی عورت جہنم میں اِس لیے جائے گی کہ اُس نے بندوں کے حق مارے ہیں، پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اُسے ایذا نہ دی جائے اور اُس نے یہ حق اَدا نہ کیا، اور دُنیا میں اُس نے اپنے پڑوسی سے معافی بھی نہیں مانگی اِس لیے اُسے جہنم ہی میں جانا چاہیے۔

(۱۸۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جَارَانِ۔ (مشکوٰۃ۔ عقبہ بن عامرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دو آدمیوں کا مقدمہ سب سے پہلے قیامت کے دن پیش ہوگا وہ دو پڑوسی ہوں گے۔

یعنی قیامت میں حقوق العباد کے سلسلہ میں سب سے پہلے خدا کے سامنے دو شخص پیش ہوں گے جو دُنیا میں ایک دوسرے کے پڑوسی رہے اور ایک نے دوسرے کو ستایا

اور ظلم کیا۔ اِن دونوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا۔

فقراء اور مساکین کا حق

(۱۸۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اُطْعِمُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّہٗ اسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْہُ؟ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّکَ لَوْ اَطْعَمْتَہٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ، قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَسْقِیْکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ؟ قَالَ اسْتَسْقَاکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِہٖ اَمَا اِنَّکَ لَوْ سَقَیْتَہٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ

(مُسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا، اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے نہیں کھلایا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تجھے کیوں کر کھلاتا جب کہ تو سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے؟ اللہ کہے گا کہ کیا تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اُسے نہیں کھلایا؟ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اُس کو کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو میرے یہاں پاتا؟ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے پلاتا جبکہ تو خود رب العالمین ہے؟ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اُسے پانی نہیں دیا اگر تو اُس کو پانی پلا دیتا تو وہ پانی میرے یہاں پاتا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا بڑے اَجر و ثواب کا کام ہے اور اِس سے خُدا کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔

(۱۹۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ تُشْبِعَ کَبِدًا جَائِعًا۔ (مشکوٰة۔ انسؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترصدقہ یہ ہے کہ توکسی بھوکے کو پیٹ بھر کھلائے۔

(۱۹۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ۔ (مشکوٰة)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کو کچھ دے کر واپس کرو، اگرچہ جلی ہوئی کھُر ہی کیوں نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ غریب محتاج اگر تمھارے دروازے پرآئے تو اُسے خالی ہاتھ مت لوٹاؤ، کچھ نہ کچھ اُسے دے دو، اگرچہ وہ کتنی ہی معمولی چیز ہو۔

(۱۹۲) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ لَهٗ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْهِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلَ النَّاسَ۔ (بخاری۔ مسلم)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دروازے کا چکّر لگاتا ہے اور ایک لقمہ دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجورے کر لوٹتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے کہ جو اتنا مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضرورت پوری کرے اور اُس کی غربت کو لوگ سمجھ نہیں پاتے کہ اُسے صدقہ دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہوکر ہاتھ پھیلاتا ہے۔

اِس حدیث کے ذریعہ اُمّت کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تم کو سب سے زیادہ تلاش ایسے غریبوں کی ہونی چاہیے جو غربت کے مارے ہوئے تو ہیں لیکن وہ غیرت وشرافت کی وجہ سے اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور مسکینوں کا سا چہرہ بنائے نہیں پھرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں، ایسے لوگوں کو

ڈھونڈ ڈھونڈکر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

(۱۹۳) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَحْسَبُهٗ قَالَ وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا يُفْطِرُ

(بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اُس شخص کی طرح ہے جو خُدا کی راہ میں جنگ کرتا ہے، اور اُس شخص کی طرح ہے جو رات بھر خُدا کے حضور کھڑا رہتا ہے تھکتا نہیں، اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو دن کو کھاتا نہیں برابر روزے رکھتا ہے۔

خادِموں کے حقوق

(۱۹۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ۔

(مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام کا حق یہ ہے کہ اُسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اِتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کو وہ سہار سکتا ہو۔

اصل حدیث میں مملوک کا لفظ آیا ہے جس سے مُراد غلام اور باندی ہیں جو اِسلام سے پہلے عرب سوسائٹی میں پائے جاتے تھے، لوگ ان غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حیوانات سے بدتر سلوک کرتے، اُنھیں نہ تو ٹھیک سے کھانا دیتے اور نہ کپڑے پہناتے، اور ناقابل برداشت حد تک اُن سے کام لیتے۔ جب اِسلام آیا تو اس وقت یہ طبقہ موجود تھا، آپؐ نے مُسلمان سوسائٹی کو یہ ہدایت کی کہ اُن کے ساتھ اِنسانوں کا سا سلوک کرو، اُن کو وہی کچھ کِھلاؤ جو تم کھاتے ہو، اور وہ کپڑے پہناؤ جو

تم پہنتے ہو، اور اُن سے صرف اُتنا ہی کام لو جتنا اُن کے بس میں ہو۔

ایسا ہی معاملہ اس مستقل نوکر کے ساتھ ہونا چاہیے جس کا شب و روز آپ کے پاس گزرتا ہے۔ خادموں کے ساتھ سلوک کے سلسلے میں ابو قلابہؒ کی یہ روایت پڑھیے۔ ابو قلابہؒ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس گورنری کے زمانہ میں ایک آدمی گیا، اُس نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا یہ کیا؟ حضرت سلمانؓ نے کہا ہم نے اپنے خادم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ ناپسند ہے کہ اُس کے اوپر دونوں کاموں کا بار ڈال دیں۔

(۱۹۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ، فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ۔ (بخاری، مسلم، ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی اور غلام تمھارے بھائی ہیں اُنھیں اللہ نے تمھارے تصرف میں دے رکھا ہے تو جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے کسی کے قبضہ و تصرف میں دے رکھا ہو تو اُس کو چاہیے کہ اُسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اُسے وہ کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اُس پر کام کا اِتنا بوجھ ڈالے جو اُس کی طاقت سے باہر ہو، اور اگر اُس پر کسی ایسے کام کا بوجھ ڈالے جو اُس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اُسے نہ کر پا رہا ہو تو اس کام میں اُس کی مدد کرے۔

(۱۹۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر اُسے اُس کے پاس لائے اور حال یہ ہے کہ اُس نے کھانا پکانے میں گرمی اور

وَدُخَانَهٗ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهٖ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

دھوئیں کی مصیبت برداشت کی ہے، تو مالک کو چاہیے کہ اُسے ساتھ بٹھاکر کھلائے، اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک لقمہ یا دو لقمہ اُس میں سے اُس کے ہاتھ میں رکھ دے۔

(۱۹۷) عَنْ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ أَكْثَرُ الْأُمَمِ مَمْلُوْكِيْنَ وَيَتَامٰى ؟ قَالَ نَعَمْ فَأَكْرِمُوْهُمْ كَكَرَامَةِ أَوْلَادِكُمْ وَأَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ (ابن ماجہ)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے غلاموں اور خادموں پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ نے ہم کو نہیں بتایا ہے کہ اس اُمّت میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں میں نے تمھیں یہ بات بتائی ہے، پس تم لوگ اپنی اولاد کی طرح اُن کی خاطر کرو، اور اُن کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔

(۱۹۸) إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ فَإِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ أَهْلِ الصَّلٰوةِ، وَقَدْ رَأَيْتُهٗ يُصَلِّيْ ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوامامہؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک غلام بخشا اور فرمایا اسے مارنا مت، کیونکہ مجھے نمازی کو مارنے سے منع کیا گیا ہے، اور میں نے اُسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

رفیق سفر کا حق

(۱۹۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا سردار

وَسَلَّمَ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ فَمَنْ سَبَقَهُمْ بِخِدْمَةٍ لَمْ یَسْبِقُوْهُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّهَادَةَ (مشکوٰۃ۔ سہل بن سعدؓ)

اُن کا خادم ہوتا ہے تو جو شخص لوگوں کی خدمت کرنے میں سبقت لے جائے تو لوگ اس سے کسی عمل کی بدولت نہیں بڑھ سکتے بجز شہادت کے۔

یعنی جو شخص کسی قافلے کے ساتھ سفر کر رہا ہو چاہیے کہ اُن کی خدمت کرے، ان کی ضروریات کا لحاظ رکھے اور اُن کو ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کرے، اس کا بہت بڑا ثواب ہے، اس نیکی سے بڑھ کر اگر کوئی اور نیکی ہو سکتی ہے تو یہ کہ آدمی خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے شہادت پائے۔

(۲۰۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ فَجَعَلَ یَصْرِفُ وَجْهَهٗ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ وَمَنْ کَانَ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ، قَالَ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِی الْفَضْلِ۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ ہم سفر میں تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار آیا تو اُس نے دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھنا شروع کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کوئی زائد سواری ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنی سواری اُس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس شخص کے پاس زائد کھانا ہو تو اُسے اُن لوگوں کو دے دینا چاہیے جن کے پاس کھانا نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے مال کی بہت ساری قسمیں گنا ڈالیں یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت مال میں کوئی حق نہیں ہے۔

آنے والے نے دائیں بائیں نظر دوڑائی کیونکہ دراصل وہ ضرورت مند تھا، چاہتا تھا

کہ لوگ اُس کی مدد کریں۔

(۲۰۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ اِبِلٌ وَّبُیُوْتٌ لِلشَّیٰطِیْنِ، فَاَمَّا اِبِلُ الشَّیٰطِیْنِ فَقَدْ رَأَیْتُھَا یَخْرُجُ اَحَدُکُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَعَہٗ قَدْ اَسْمَنَھَا فَلَا یَعْلُوْ بَعِیْرًا مِنْھَا وَیَمُرُّ بِاَخِیْہِ قَدِ انْقَطَعَ بِہٖ فَلَا یَحْمِلُہٗ وَاَمَّا بُیُوْتُ الشَّیٰطِیْنِ فَلَمْ اَرَھَا۔ (ابوداؤد۔ سعید بن ابی ہند عن ابی ہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اونٹ شیطانوں کا حصّہ ہوتے ہیں، کچھ گھر شیطانوں کا حصّہ ہوتے ہیں، شیطانوں کے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں، تم میں سے کوئی اپنے ساتھ بہت سی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے اور اُسے خوب موٹا تازہ کر رکھا ہے اور اُن میں سے کسی پر چڑھتا نہیں اور وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جو بغیر سواری کے ہے تو اُسے اپنی اونٹنیوں پر سوار نہیں کرتا۔ اور رہے شیطانوں کے گھر تو اُنھیں میں نے نہیں دیکھا۔

شیطانی گھروں سے مُراد وہ مکانات ہیں جنھیں لوگ بلا ضرورت بناتے ہیں محض اپنی مالداری دِکھاوے کے لیے، نہ تو وہ لوگ اُن میں رہتے ہیں اور نہ دوسرے ضرورت مند لوگوں کو رہنے کے لیے دیتے ہیں۔ اسلام دولت کی اِس قسم کی نمائش کو پسند نہیں کرتا، حضورؐ نے ایسے مکانات نہیں دیکھے کیونکہ اِس زمانہ میں ایسے نمائشی لوگ نہیں تھے۔ البتہ بعد میں ہمارے بزرگوں نے ایسے مکانات دیکھے اور ہم بھی اپنے زمانہ کے دولت مند مسلمانوں کے یہاں ایسے نمائشی مکانات دیکھ رہے ہیں۔

(۲۰۲) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضَیَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِیْقَ فَبَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

حضرت مُعاذؓ سے روایت ہے۔ اُنھوں نے کہا ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک غزوہ میں گئے، لوگوں نے قیام گاہ کی جگہوں کو تنگ کر دیا اور راستہ بند کر دیا، حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ایک آدمی

فِي النَّاسِ اَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا اَوْ قَطَعَ الطَّرِيْقَ فَلَا جِهَادَ لَهٗ۔ (ابوداؤد)

بھیج کر اعلان کرایا کہ جو شخص قیام گاہ میں تنگی پیدا کرے یا راستہ بند کرے گا تو اُس کو جہاد کا ثواب نہ ملے گا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی قیام گاہ کو وسیع و کُشادہ کر دیا تھا، اور پھیل کر ٹھہرے تھے جس کے نتیجے میں چلنے والوں کو دُشواری پیدا ہو سکتی تھی اِس لیے حضُور نے یہ اعلان کرایا، جو لوگ سفر میں نکلیں اور اُن کا یہ سفر نیکی کا سفر ہو، تو اُن کو چاہیے کہ پھیل کر قیام نہ کریں، بلکہ صرف بقدرِ ضرورت ہی جگہ لیں، ایسا نہ کریں کہ دوسرے رفیقوں کو جگہ نہ ملے، یا آنے جانے میں اُن کو زحمت ہو۔

بیمار کی عیادت

(۲۰۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجل قیامت کے دن کہے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو تونے میری عیادت نہیں کی۔ تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو ربّ العٰلمین ہے؟ تو اللہ فرمائے گا کیا تجھے عِلم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا تو تو نے اُس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے خبر نہ تھی کہ اگر تو اُس کی عیادت کو جاتا تو اُس کے پاس مجھے پاتا۔؟

عیادت سے مُراد صرف کِسی مریض کے یہاں چلا جانا اور مزاج پُرسی کرنا ہی نہیں ہے بلکہ بیمار کی حقیقی اور اصل عیادت یہ ہے کہ اگر وہ غریب ہو تو اُس کی دَوا دارو کا انتظام کیا جائے یا غریب تو نہیں ہے پر کوئی وقت پر دَوا لانے اور پلانے والا نہیں ہے تو اُس کی فِکر کی

جائے۔

(۲۰۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ۔ (بخاری۔ ابو موسیٰؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔

(۲۰۵) کَانَ غُلَامٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ، فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ (بخاری۔ انسؓ)

ایک یہودی لڑکا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑا تو حضورؐ اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اُس کے سرہانے بیٹھے اور اُس سے کہا تو اسلام لے آ۔ اُس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں اس کے پاس تھا، اُس نے کہا تو ابو القاسم (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کا کہنا کر۔ چنانچہ وہ اسلام لایا، اُس کے بعد نبیؐ اُس کے یہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے، شکر ہے اللہ کا جس نے جہنم سے اُسے بچا لیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت سے دوست اور دشمن سب ہی واقف تھے، اور تمام یہودی آپؐ کے دشمن نہ تھے، اِس یہودی کو حضورؐ سے ذاتی تعلق تھا اِس لیے اُس نے اپنے لڑکے کو حضورؐ کی خدمت کے لیے بھیج دیا تھا۔

(۲۰۶) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنَ السُّنَّۃِ تَخْفِیْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّۃُ الصَّخَبِ فِی الْعِیَادَۃِ عِنْدَ الْمَرِیْضِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مریض کے پاس عیادت کرنے کے سلسلے میں شور و شغب نہ کرنا اور کم بیٹھنا سُنّت ہے۔

یہ ہدایت عام بیماروں کے لیے ہے۔ لیکن اگر کسی کا بے تکلّف دوست بیمار پڑے اور

اُسے اندازہ ہو کہ وہ اُس کے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے تب وہ بیٹھا رہ سکتا ہے۔

مُسلمان کا حق مُسلمان پر

(۲۰۷) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّے اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی حِجَّۃِ الْوَدَاعِ اَلَا اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِی بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِی شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ؟ قَالُوْا نَعَمْ ، قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ثَلَاثًا ، وَیْلَکُمْ اَوْ وَیْحَکُمْ اُنْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (بخاری، ابن عمرؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں جس کے بعد آپؐ دُنیا سے تشریف لے گئے، اُمت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ سُنو! اللہ نے تمھارا خُون اور مال و آبرو محترم قرار دیا ہے جس طرح تمھارا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ سُنو! کیا میں نے تم کو پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا ہاں آپؐ نے پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے اُمّت کو پیغام پہنچا دیا۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا سُنو! دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم مسُلمان ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

(۲۰۸) عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِاللہِ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّے اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری۔مُسلم)

جریر ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں، میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی نماز قایم کرنے زکوٰۃ دینے اور ہر مسُلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

بیعت کے اصل معنیٰ بیچ دینے کے ہیں، یعنی آدمی جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے

دراصل وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ میں پوری زندگی اس عہد کو نباہوں گا۔ حضرت جریرؓ نے حضورؐ سے تین باتوں کا عہد کیا۔ نماز کو اس کے جملہ شرائط کے ساتھ اَدا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تیسری بات یہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ کرنا، اُن کے ساتھ رحمت و شفقت اور خیر خواہانہ معاملہ کرنا۔ اِس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کے افراد کو آپس میں کس طرح رہنا چاہیے۔

(۲۰۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

(بخاری، مسلم۔ نعمان بن بشیرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا جیساکہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کے ساتھ اُس کا ساتھ دیتے ہیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جسم کی مثال دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کو جسم کے اعضاء کی طرح ہونا چاہیے بلکہ مسلمانوں کی ایک مستقل اور دائمی صفت کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب بھی تو اُن کو دیکھے گا تو انھیں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آنے والا ہی پائے گا۔

(۲۱۰) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا، ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ

(بخاری، مسلم۔ ابوموسیٰؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو قوت پہنچاتا ہے۔ پھر آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں پیوست کرکے بتایا۔

اِس حدیث میں مُسلمان سوسائٹی کو عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس کی اینٹیں ایک دوسرے سے جُڑی ہوتی ہیں اِسی طرح مُسلمانوں کو آپس میں چمٹے رہنا چاہیے اور پھر جس طرح ہر اینٹ دوسری اینٹ کو قوت اور سہارا دیتی ہے اسی طرح انھیں بھی ایک دوسرے کو سہارا دینا چاہیے۔ نیز جس طرح بکھری ہوئی اینٹیں باہم جُڑ کر مضبوط عمارت کی شکل اختیار کرلیتی ہیں، اِسی طرح مُسلمانوں کی قوت کا راز اُن کے آپس میں جڑنے میں ہے۔ اگر وہ بکھری ہوئی اینٹوں کے مانند رہے تو اُن کو ہوا کا ہر جھونکا اُڑائے جاسکتا ہے۔ اور پانی کا ہر ریلا بہائے جاسکتا ہے۔ آخر میں اس حقیقت کو ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں پیوست کرکے محسوس شکل میں بیان فرمایا۔

(۲۱۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُوالْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْہُ ضَیْعَتَہٗ وَیَحُوْطُہٗ مِنْ وَّرَائِہٖ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مُسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور پیچھے سے اُس کی حفاظت کرتا ہے۔

ایک مُسلمان دوسرے مُسلمان کے لیے آئینہ ہے"۔ یعنی اُس کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے، جس طرح وہ اپنی تکلیف سے تڑپتا ہے اِسی طرح یہ بھی تڑپ اُٹھے اور اُس کو دُور کرنے کے لیے بے چین ہوجائے۔ ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

اِنَّ اَحَدَکُمْ مِّرْاٰۃُ اَخِیْہِ، فَاِنْ رَءٰی بِہٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْہُ۔

یعنی تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر اُس کو تکلیف میں دیکھے تو اُس کی تکلیف کو دُور کرے

اِسی طرح اگر اُس کے اندر کوئی کمزوری دیکھتا ہے تو اُسے اپنی کمزوری سمجھ کر دُور کرنے

کی کوشش کرے۔

(۲۱۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا ، فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ مَظْلُوْمًا فَکَیْفَ اَنْصُرُہٗ ظَالِمًا ؟ قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِکَ نَصْرُکَ اِیَّاہُ۔

(بخاری، مسلم۔ انسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ، تو ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو میں اُس کی مدد کروں گا ، لیکن اُس کے ظالم ہونے کی صورت میں کس طرح مدد کروں گا ؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اُسے ظلم کرنے سے روک دے یہی اُس کی مدد کرنا ہے۔

(۲۱۳) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ ، وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَةً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(بخاری، مسلم۔ ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر وہ ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اُس کی حاجت پوری کرے گا ، اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کرے گا اللہ قیامت کے دن اُس کی پریشانی دور کرے گا ، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیک مسلمان کوئی غلطی کر بیٹھے تو اُس کو لوگوں کی نظر سے گرانے کے لیے جگہ جگہ بیان نہ کرتے پھرو ، بلکہ اُس کے عیب پر پردہ ڈالو . البتہ اُس شخص کے جو علی الاعلان خدا کے احکام کو توڑتا ہے تو اُس کی پردہ پوشی کے بجائے اُس کو ننگا کرنے کا حکم حضور نے دیا ہے۔

(۲۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

(بخاری، مسلم۔ انسؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ۔۔۔ کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

---

(۲۱۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَّاھُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ، یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَکَانِھِمْ مِّنَ اللّٰہِ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ؟ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَّتَعَاطَوْنَھَا، فَوَاللّٰہِ اِنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ، وَاِنَّھُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ، لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید، پھر بھی انبیاء اور شہداء قیامت کے دن اُن کے مرتبہ پر رشک کریں گے جو اُنھیں اللہ کے یہاں ملے گا۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار نہ تھے اور نہ آپس میں مالی لین دین کرتے تھے بلکہ محض خدا کے دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، بخدا اُن کے چہرے نُورانی ہوں گے اور اُن کے چاروں طرف نور ہی نُور ہوگا اُنھیں کوئی خوف نہ ہوگا اس وقت جب کہ لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے، اور نہ کوئی غم ہوگا اُس وقت جبکہ لوگ غم میں مبتلا ہوں گے، اور پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

اصل حدیث میں "غِبط" کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ بہت زیادہ خوش ہونے کے ہیں، یہ لفظ رشک اور حَسد کے لیے بھی اِستعمال ہوا ہے۔ یہاں پر پہلا معنیٰ مُراد ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک اُستاد اپنے شاگرد کے اونچا مقام حاصل کر لینے سے خوش ہوتا اور فخر محسوس کرتا ہے اِسی طرح انبیا، اور شہدا جو سب سے زیادہ اونچا مقام رکھتے ہیں، اُن لوگوں کی کامیابی پر خوش ہوں گے۔ یہ لوگ جن کا مرتبہ بیان ہوا ہے اُن کی محبت کی بُنیاد صرف دین پر تھی۔ خونی رشتہ اور مالی لین دین نے اُن کو آپس میں نہیں جوڑا تھا، بلکہ اسلام اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کے جذبہ نے اُن کو ایک دوسرے کا دوست اور رفیق بنایا تھا۔ ایسے لوگوں کے لیے دُنیا میں فتح و نصرت کی بشارت دی گئی ہے اور آخرت میں اَبدی انعام کی۔

سُورۂ یونس کی وہ آیت جو اوپر درج ہوئی وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور دین کی راہ میں ستائے جانے والوں اور ایمانی زندگی کے لیے کوشش کرنے والوں اور جاہلیت کے نظام سے کشمکش کرنے والوں کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ اُن کے لیے بشارت ہے اس زندگی میں بھی اور اُس کے بعد آنے والی زندگی میں بھی۔

(۲۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَّلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوایوب انصاریؓ)	رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کیے رکھے کہ دونوں راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں تو منُھ پھیرلیں۔ اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

یہ بات ممکن ہے کہ دو مسلمان کسی وقت کسی بات پر ایک دوسرے سے ناراض ہوجائیں اور بات چیت بند کردیں لیکن تین دن سے زیادہ اُن کو اس حالت پر نہ رہنا چاہیے۔ اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان اگر تلخی پیدا ہوجائے اور وہ دونوں کچھ خدا کا خوف رکھتے ہوں تو دو تین دِن گزرنے کے بعد اُن کے اندر ایک دوسرے سے ملنے کی تڑپ پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور بالآخر اُن میں سے ایک سلام میں پہل کرکے اس شیطانی تلخی کو ختم کردیتا ہے۔ اِسی لیے پہل کرنے والے کی فضیلت اِس حدیث میں بھی بیان ہوئی ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی۔

(۲۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ (بخاری مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ، اِس لیے کہ بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی۔ اور دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے مت پھرو اور نہ ٹوہ میں لگو۔ اور نہ آپس میں "تناجش" کرو، اور نہ ایک دوسرے سے بُغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگو اور اللہ کے بندے بنو، آپس میں بھائی بھائی بَن کر زندگی گزارو۔

اِس حدیث میں چند الفاظ تشریح طلب ہیں۔

(۱) تحسُّس کے معنیٰ کان لگانا اور نگاہ لگانا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب ہے کہ کسی کی باتیں سُننے کے لیے چُپکے سے چھُپ کر کھڑا ہوجانا اور پھر اُس کی بات کو اُس کے خلاف استعمال کرنا اور اُسے لوگوں کی نگاہ میں گرانا یہ ایمان اور اسلام کے خلاف بات ہے۔

(۲) تجسُّس کے معنیٰ کسی کے عیب کی ٹوہ میں لگا رہنا کہ کب اُس سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے اور کب اُس کی کسی کمزوری کا اُس کو علم ہوتا ہے کہ فوراً اُس کے وقار کو گرانے کے لیے اِدھر اُدھر پھیلانے میں لگ جاتا ہے۔

(۳) تیسرا لفظ جو اس حدیث میں آیا ہے وہ "تناجش" کا لفظ ہے، جو خرید و فروخت سے تعلق رکھتا ہے جس کے لیے اُردو کا مناسب لفظ دلّالی ہے۔ دلّال اور تاجر میں یہ بات طے ہوتی ہے کہ دلّال بڑھ بڑھ کے بولی بولے گا اور اس کا ارادہ اُس مال کو خریدنے کا نہیں ہوتا بلکہ صرف گاہکوں کو پھنسانے کے لیے وہ ایسا کرتا ہے۔

(۴) چوتھا لفظ "تدابر" ہے جس کے معنیٰ باہم دشمنی کرنے کے بھی ہیں اور قطع تعلق کر لینے کے بھی ہیں۔

(۲۱۸) صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔

(ترمذی۔ ابن عمرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور نہایت بلند آواز سے فرمایا، اے وہ لوگو جو صرف اپنی زبان سے اسلام لائے ہو، اور ایمان تمہارے دِلوں میں نہیں اُترا ہے، تم لوگ مسلمانوں کو ایذا مت پہنچاؤ، اور نہ اُن کو عار دِلاؤ اور نہ اُن کے عیوب کے پیچھے پڑو، جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا، اور جس شخص کے عیب کے پیچھے اللہ پڑ جائے گا اُسے رُسوا کر ڈالے گا، اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔

مُنافقین سچے اور پاکباز مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے اور اُن کے خاندانی

شرمناک عیوب جو زمانۂ جاہلیت میں ہوئے تھے اُن لوگوں کے سامنے بیان کرتے، اِنہی لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث میں ڈانٹا ہے، بعض دوسری حدیثوں میں بیان ہوا ہے کہ یہ تقریر کرتے وقت نبیؐ کی آواز اِتنی بلند ہو گئی تھی کہ آس پاس کے گھروں تک یہ آواز پہنچ گئی اور عورتوں نے سُنا۔

(۲۱۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَھُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ یَّخْمِشُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَصُدُوْرَھُمْ، فَقُلْتُ مَنْ ھٰٓؤُلَآءِ یَاجِبْرِیْلُ؟ قَالَ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِھِمْ۔ (ابو داؤد۔ انسؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا رب مجھ کو آسمان پر لے گیا تو میں وہاں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینے کو نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں دوسرے لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے، اور اُن کی آبرو سے کھیلتے تھے۔

لوگوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی اُن کی غیبت کرتے تھے اور اُن کے ناموس کو برباد کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

(۲۲۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ، قِیْلَ مَا ھُنَّ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اِذَا لَقِیْتَہٗ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ، وَاِذَا دَعَاکَ فَاَجِبْہُ، وَاِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَہٗ، وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتْہُ، وَاِذَا

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں، پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسُول؟ آپؐ نے فرمایا جب تو مسلمان بھائی سے ملے تو اُس کو سلام کر اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اُس کی دعوت قبول کر اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اُس کی خیر خواہی کر اور جب اُسے چھینک

مَرِضَ فَعُدْہُ ، وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْہُ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

آئے اور وہ الحمد للہ کہے۔ تو تو اُس کا جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو اُس کی عیادت کر اور جب وہ مر جائے تو اُس کے جنازے کے ساتھ جا۔

(۱) سلام کرنے کا مطلب صرف السّلام علیکم کے الفاظ بول دینے کے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک اعلان اور اقرار ہے اس بات کا کہ میری طرف سے تیری جان، مال اور آبرو محفوظ ہے، میں کسی طریقے پر تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، اور دعا ہے اس بات کی کہ اللہ تیرے دین وایمان کو سلامت رکھے اور تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

(۲) تشمیت کے معنیٰ چھینکنے والے کے لیے کلمۂ خیر کہنے کے ہیں مثلاً یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا یعنی اللہ تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے اور تو اللہ کی اطاعت کی راہ میں ثابت قدم رہے اور تجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جس پر دوسروں کو ہنسنے کا موقع ملے۔

(۲۲۱) عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِیْہِ بَیْعًا وَّفِیْہِ عَیْبٌ اِلَّا بَیَّنَہٗ لَہٗ۔ (ابن ماجہ)

عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، جو مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اس میں عیب ہو تو اُس کو چاہیے کہ اُس عیب کو اُس سے صاف صاف بیان کر دے، عیب کو چھپانا کسی مسلمان تاجر کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۲۲۲) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْلُوْا ذَوِی الْھَیْاٰتِ عَثَرَاتِہِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ۔ (ابوداؤد۔ عائشہؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی سیرت و خصلت کے مسلمان سے اگر کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو معاف کر دو سوائے حدود کے۔

مطلب یہ کہ ایک آدمی نیک اور پرہیزگار ہے، خدا کی نافرمانی نہیں کرتا، ایسا آدمی کبھی پھسل کر گناہ میں گر پڑے تو اُس کی وجہ سے اُسے نظروں سے نہ گرا دو، اُس کی بے وقعتی نہ کرو، اُس کی اس غلطی کو پھیلاتے مت پھرو، بلکہ معاف کردو، ہاں اگر وہ ایسا گناہ کرے جس کی سزا شریعت میں مقرر ہے، مثلاً زنا، چوری وغیرہ، تو ایسے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔

غیر مُسلم شہریوں کے حقوق

(۲۲۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاھَدًا اَوِانْتَقَصَہٗ اَوْکَلَّفَہٗ فَوْقَ طَاقَتِہٖ اَوْاَخَذَ مِنْہُ شَیْئًا بِغَیْرِطِیْبِ نَفْسٍ فَاَنَا حَجِیْجُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مُعاہد (غیر مُسلم شہری) پر ظلم کرے گا یا اُس کی حق ماری کرے گا، یا اُس پر اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ (یعنی جزیہ جو مخصوص قسم کا حفاظتی ٹیکس ہوتا ہے) ڈالے گا یا اُس کی کوئی چیز جبراً لے گا تو میں خدا کی عدالت میں مُسلمان کے خلاف دائر ہونے والے مقدمہ میں اس غیر مُسلم شہری کا وکیل بن کر کھڑا ہوں گا۔

یہاں اِتنی بات اور سمجھ لیجیے کہ اس سے پہلے پڑوسی، مہمان، بیمار اور سفر کے ساتھیوں کے جو حقوق بیان ہوئے ہیں اُن میں مُسلم اور غیر مُسلم یکساں ہیں۔

حیوانات کے حقوق

(۲۲۴) مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَعِیْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَھْرُہٗ بِبَطْنِہٖ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے مل گئی

فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَّاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً۔
(ابوداؤد۔ سہیل ابن الحنظلیہ)

تھی، تو آپؐ نے کہا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھی حالت میں سوار ہوا ور اچھی حالت میں اُن کو چھوڑو۔

مطلب یہ ہے کہ جانور کو بھوکا رکھنا خُدا کے غضب کا باعث ہے، جب آدمی کام لینا چاہے تو اُسے خوب اچھی طرح کھلا پلالے، اور اتنا کام نہ لے کہ وہ اَدھ مُوا ہو جائے۔

(۲۲۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ فَدَخَلَ حَائِطًا لِّرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ۔ فَلَمَّا رَأَى الْجَمَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهٗ اَيْ سَنَامَهٗ وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ، فَقَالَ مَنْ رَّبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هٰذَا لِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ اَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا فَاِنَّهٗ يَشْكُوْ اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ۔ (ریاض الصالحین)

عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے جہاں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا، جب اونٹ نے نبیؐ کو دیکھا تو غمناک آواز نکالی اور دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضورؐ اُس کے قریب گئے اور شفقت سے اپنا ہاتھ اُس کی کوہان اور کنپٹی پر پھیرا تو اس کو سکون ہوگیا، آپؐ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس شخص کا ہے؟ تو ایک انصاری نوجوان آیا اور اُس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اِس بے زبان جانور کے بارے میں جسے اللہ نے تیرے اختیار میں دے رکھا ہے؟ یہ اونٹ (اپنے آنسوؤں اور اپنی آواز کے ذریعہ) مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ تو اُس کو بھوکا رکھتا ہے اور مُسلسل کام لیتا ہے۔

(۲۲۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم شادابی

وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ۔

(مسلم۔ ابوہریرہؓ)

کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو اُن کا حصّہ زمین سے دو، اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو اُن کو تیز چلاؤ۔

یعنی جب سرسبزی کا زمانہ ہو اور زمین پر ہر طرف گھانسیں اُگی ہوں تو سفر میں اونٹوں کو چرنے کا موقع دو، اور جب قحط کا زمانہ ہو اور زمین پر گھانس نہ ہو تو سواریوں کو تیز چلاؤ تاکہ جلد منزل پر پہنچ جائیں، اور راستے میں بھوک پیاس کی مصیبت سے بچ جائیں۔

(۲۲۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ۔

(مسلم۔ شداد بن اوسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر کام بہتر طریقہ پر کرنا فرض قرار دیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو تو اس کو سلیقہ سے قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اور تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرلے اور ذبح ہونے والے جانور کو راحت پہنچائے (دیر تک تڑپنے کے لیے نہ چھوڑ دے اس طرح ذبح کرے کہ جلدی سے اُس کی جان نکل جائے)۔

(۲۲۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى أَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ أَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے سُنا ہے کہ کسی چوپائے کو یا اس کے علاوہ کسی چڑیا یا انسان کو باندھ کر کھڑا کیا جائے اور اُس پر تیر برسائے جائیں۔

(۲۲۹) نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جانور کے چہرے پر مارنے

وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِی الْوَجْہِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِی الْوَجْہِ۔ (مسلم۔ جابرؓ)

اور اُس کے چہرے کو داغنے سے منع فرمایا ہے

---

(۲۳۰) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَھَا بِغَیْرِ حَقِّھَا سَأَلَہُ اللّٰہُ عَنْ قَتْلِہٖ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا حَقُّھَا؟ قَالَ اَنْ یَّذْبَحَھَا فَیَاْکُلَھَا وَلَا یَقْطَعَ رَاْسَھَا فَیَرْمِیْ بِھَا۔

(مشکوٰۃ۔ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی گوریا یا اس سے بھی چھوٹی چڑیا کو ناحق قتل کیا تو اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بازپرس کرے گا۔ پُوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسُول! چڑیوں کا حق کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اُن کا حق یہ ہے کہ اُن کو ذبح کرکے کھالیا جائے اور سر کاٹنے کے بعد انھیں یونہی پھینک نہ دیا جائے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا شکار گوشت کھانے کی غرض سے تو جائز ہے لیکن تفریح کے لیے شکار کھیلنا اِسلام میں منع ہے۔ تفریحی شکار کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شکار تو کرے لیکن اُن کا گوشت نہ کھائے، یونہی مار کر پھینک دے۔

(۲۳۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِہٖ فَرَاَیْنَا حُمَّرَۃً مَّعَھَا فَرْخَانِ، فَاَخَذْنَا فَرْخَیْھَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَۃُ فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا؟ رُدُّوْا وَلَدَھَا اِلَیْھَا، وَرَاٰی قَرْیَۃَ

عبدالرحمٰن اپنے باپ عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں عبداللہ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو آپؐ اپنی کسی ضرورت کے لیے چلے گئے۔ اِس اثناء میں ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی، جس کے ساتھ دو بچّے تھے، ہم نے اُس کے دونوں بچّوں کو پکڑ لیا تو چڑیا اپنے پَروں کو کھول کر ان بچّوں کے اوپر منڈلانے لگی۔ اِتنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اُس کی بے چینی دیکھی، تو فرمایا

نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ؟ فَقُلْنَا نَحْنُ، قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔ (ابوداؤد)

کہ اس کو بچّے کی وجہ سے کس نے دُکھ پہنچایا ہے؟ اس کے بچّے اسے واپس کرو۔ اور آپؐ نے ان چیونٹیوں کے گھر دیکھے جن کو ہم نے جلا دیا تھا، تو آپؐ نے پوچھا، ان کو کس نے جلایا ہے؟ تو ہم نے بتایا کہ ہم لوگوں نے جلایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آگ کی سزا دینا آگ کے مالک (اللہ) کا حق ہے۔

(۲۳۲) نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے (ترمذی۔ ابن عباسؓ)

(۲۳۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِيْ بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَّلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ بَلَغَ بِيْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَكَهٗ بِفِيْهِ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ نَعَمْ فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی راستہ میں جا رہا تھا اُس کو بہت زیادہ پیاس لگی، اِدھر اُدھر دیکھا، ایک کنواں ملا وہ اُس میں اُتر گیا اور پانی پیا، (ڈول رسّی نہیں تھی) جب کنویں سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کُتّا پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہوئے بھیگی مٹّی کھا رہا ہے، اس آدمی نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کُتّے کو اتنی ہی شدید پیاس لگی ہے جتنی شدید پیاس مجھے لگی تھی، وہ فوراً کنویں میں اُتر پڑا، اپنے چمڑے کے موزہ میں پانی بھر کر مُنہ میں تھامے باہر آیا اور کُتّے کو پلایا تو اللہ نے اُس کے اس عمل کی قدر کی اور اُس کی مغفرت فرما دی، لوگوں نے پوچھا کیا چوپایوں پر بھی رحم کرنے پر ثواب ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہر جاندار کے ساتھ رحم کرنے پر ثواب ملتا ہے۔

اخلاقی بُرائیاں

تکبُّر

(۲۳۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ، فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ حَسَنًا، قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔ (مسلم۔ ابن مسعودؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ شخص جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبّر ہوگا جنّت میں داخل نہ ہوسکے گا۔ اُس پر ایک آدمی نے پوچھا، آدمی چاہتا ہے کہ اُس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی کبر میں داخل ہے ؟ اور کیا ایسا ذوق رکھنے والا جنّت سے محروم رہے گا ؟) آپؐ نے فرمایا (نہیں یہ تکبّر نہیں ہے) اللہ پاکیزہ ہے اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ تکبّر کے معنی ہیں اللہ کے حق بندگی کو نہ ادا کرنا اور اُس کے بندوں کو حقیر گردا ننا۔

(۲۳۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِیُّ۔ (ابوداؤد۔ حارثہ بن وہب)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متکبّر آدمی جنّت میں داخل نہ ہوگا، اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہو

اصل حدیث میں "جَوَّاظ" اور "جَعْظَرِیّ" کے الفاظ آئے ہیں۔ "جوّاظ" کے معنی ہیں متکبر، متکبرانہ چال چلنے والا، بدمعاش، بدکار، مال کو جمع کرنے والا بخل کرنے والا۔

اور "جعظری" اُس کو کہتے ہیں جس کے پاس ہے تو کچھ نہیں، مگر لوگوں کے سامنے اپنے پاس قارون کا خزانہ ہونے کا اعلان کرتا پھرتا ہے، یہ دولت کے ساتھ مخصوص نہیں، زہد و تقویٰ اور علم کی دُنیا میں بھی متکبر اور جھوٹی شیخی بگھارنے والے پائے جاتے ہیں۔

(۲۳۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِى النَّارِ، قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا۔ (ابوداؤد)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ مومن کا تہبند تو اُس کی نصف پنڈلی تک رہتا ہے، اور اگر اُس سے نیچے ٹخنوں سے اوپر رہے تو کوئی گناہ نہیں، اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے (یعنی گناہ کی بات ہے) یہ بات آپؐ نے تین بار فرمائی (تاکہ لوگوں پر اُس کی اہمیت واضح ہو جائے اور پھر فرمایا، اور اللہ اس شخص کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھے گا جو شیخی کے جذبہ سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹے گا۔

(۲۳۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِزَارِیْ يَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهٗ خُيَلَاءَ۔ (بخاری - ابن عمرؓ)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا کپڑا (تہبند، پاجامہ) گھمنڈ سے زمین پر گھسیٹے گا اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (رحمت کی نظر نہ ڈالے گا) ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا میرا تہبند ڈھیلا ہو کر ٹخنے کے نیچے چلا جایا کرتا ہے اگر میں سنبھالتا نہ رہوں، (تو کیا میں بھی اپنے رب کی نظرِ رحمت سے محروم ہو جاؤں گا؟) آپؐ نے فرمایا نہیں تم گھمنڈ سے تہبند گھسیٹنے والوں میں سے نہیں ہو (پھر تم خدا کی نگاہِ کرم سے کیوں محروم رہو گے)

حضرت ابوبکرؓ کے تہبند کے ڈھیلا ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ اُن کے توند نکل آئی تھی، بلکہ جسم کی لاغری تھی، حضرت بہت نحیف الجثہ تھے۔ حضورؐ نے یہ فرمایا تھا کہ گھمنڈ اور شیخی کے جذبہ سے جو ایڑی توڑ تہبند باندھے گا وہ خُدا کی نگاہِ کرم سے محروم رہے گا اور ابوبکرؓ نے یہ پوری بات سُنی تھی اور جانتے تھے کہ وہ ازراہِ تکبّر قصداً ایسا نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب آدمی پر فکرِ آخرت مُسلّط ہو جاتی ہے تو گُناہ کی پرچھائیں سے بھی دُور بھاگتا ہے۔

(۲۳۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَاَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَّ مَخِيْلَةٌ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ تمہارے اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو۔

ظُلم

(۲۳۹) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمٰتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (متفق علیہ ابن عمرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ظلم، قیامت کے دن، ظالم کے لیے سخت اندھیرا بنے گا۔

(۲۴۰) عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ (مشکوٰۃ)

اوس بن شرجیلؓ فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے رسول اللہ کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اُس کو قوت پہنچائے گا دراںحالیکہ وہ جانتا ہے کہ ظالم ہے، تو وہ اسلامیت سے خارج ہو گیا — مطلب یہ ہے کہ جانتے بوجھتے کسی ظالم کی تائید کرنا اور اُس کا ساتھ دینا ایمان و اسلام کے خلاف بات ہے۔

(۲۴۱) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکٰوۃٍ، وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا۔ وَقَذَفَ ھٰذَا۔ وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا، وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا، وَضَرَبَ ھٰذَا، فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطٰیٰھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔ (مسلم۔ ابوہریرۃؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ دیوالیہ اور مُفلِس کون ہے لوگوں نے کہا کہ مُفلس ہمارے یہاں وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس نہ تو دِرہم ہو اور نہ کوئی اور سامان۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری اُمّت کا مُفلِس اور دیوالیہ وہ ہے جو قیامت کے دِن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اُسی کے ساتھ اُس نے دُنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال مار کھایا ہوگا کسی کو اُس نے قتل کردیا ہے اور کسی کو ناحق اُس نے مارا ہے تو ان تمام مظلوموں میں اسکی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اُس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق ابھی باقی ہیں تو اُن کی غلطیاں اُس کے حساب میں ڈالدی جائیں گی، اور پھر اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اِس حدیث کے ذریعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حقوق العباد کی اہمیت، واضح فرمارہے ہیں، لہٰذا خُدا کے حقوق ادا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بندوں کی حق ماری نہ کریں، ورنہ یہ نماز روزہ اور دوسرے نیک کام سب خطرے میں پڑجائیں گے۔

(۲۴۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکَ وَدَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّہٗ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی پُکار سے بچو، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی صاحب حق کو اُس کے حق سے محروم

يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ۔ (مشکوٰۃ۔ علیؓ) نہیں کرتا۔

اِس حدیث میں مظلوم کی آہ لینے سے روکا گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تمہارے ظلم کی داستان بیان کرے گا۔ اور اللہ عادل و منصف ہے وہ کسی صاحبِ حق کو اُس کے حق سے محروم نہیں کرتا، اور اس وجہ سے وہ ظالم کو مختلف قسم کی آفتوں اور بے چینیوں میں مبتلا کرے گا۔

غُصہ

(۲۴۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِىْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، طاقتور وہ شخص نہیں ہے جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقتور تو درحقیقت وہ ہے جو غصہ کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے (یعنی غصہ میں آکر کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جو اللہ اور رسولؐ کو ناپسند ہے)

(۲۴۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَاِنَّ الشَّيْطٰنَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ (ابوداؤد۔ عطیہ سعدیؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے، اور شیطان آگ سے بنایا گیا ہے اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے، تو جس کسی کو غصہ آئے اُسے چاہیے کہ وضو کرے۔

اِس حدیث میں اور دوسری حدیثوں میں جس غصہ کو شیطانی اثر کہا گیا ہے وہ غصہ ہے جو اپنی ذات کے لیے آئے، رہا وہ غصہ جو مؤمن کو دین کے دشمنوں پر آتا ہے وہ غصہ نہایت

عمدہ صفت ہے۔ اگر کوئی دین کو تباہ کرنے آرہا ہے تو اُس وقت غُصّہ نہ آنا ایمان کی کمی کی علامت ہے۔

(۲۴۵) اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَ ھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ ، فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوذرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو بیٹھ جائے، اِس تدبیر سے غصہ چلا گیا تو فبہا، ورنہ لیٹ جائے۔

اِس حدیث میں اور اِس سے پہلے والی حدیث میں غصّہ کو ختم کرنے کی جو تدبیریں حضورؐ نے بتائی ہیں، تجربہ اُن کی صحت پر گواہ ہے۔

(۲۴۶) قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَی بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ؟ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسٰی علیہ السّلام نے اللہ تعالٰی سے پُوچھا، اے میرے رب! آپ کے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ پیارا ہے؟ اللہ تعالٰی نے کہا، وہ جو انتقامی کارروائی کی قُدرت رکھنے کے باوجود معاف کردے۔"

(۲۴۷) قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَی اللہِ قَبِلَ اللہُ عُذْرَہٗ۔ (مشکوٰۃ۔ انسؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو (خلافِ حق بولنے سے) اپنی زبان کی حفاظت کرے گا، اللہ اُس کے عیب پر پردہ ڈالے گا، اور جو اپنے غصہ کو روکے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دِن عذاب کو اُس سے ہٹائے گا، اور جو خدا سے معافی مانگے گا خُدا اُس کو معاف کردے گا۔

(۲۴۸) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاِیْمَانِ مَنْ اِذَا غَضِبَ لَمْ یُدْخِلْہُ غَضَبُہٗ فِیْ بَاطِلٍ، وَمَنْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُخْرِجْہُ رِضَاہُ مِنْ حَقٍّ، وَمَنْ اِذَا قَدَرَ لَمْ یَتَعَاطَ مَا لَیْسَ لَہٗ۔ (مشکوٰۃ ۔ انسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں، ایک یہ کہ جب کسی شخص کو غصہ آئے تو اس کا غصہ اُس سے ناجائز کام نہ کرائے، دوسری یہ کہ جب وہ خوش ہو تو اُس کی خوشی اُسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے، اور تیسری بات یہ کہ قدرت رکھنے کے باوجود دوسرے کی چیز نہ ہتھیا لے جس کے لینے کا اُسے حق نہیں ہے۔

(۲۴۹) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔

(بخاری ۔ ابوہریرہؓ)

ایک آدمی نے جو غالباً مزاج کا تیز تھا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو، اُس آدمی نے بار بار کہا مجھے وصیت فرمایئے، آپؐ نے ہر بار یہی فرمایا "غصہ نہ کیا کرو"۔

کسی کی نقل اُتارنا

(۲۵۰) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اَحَدًا وَّاَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا۔ (ترمذی ۔ عائشہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کسی کی نقل اُتارنا پسند نہیں کرتا، چاہے اُس کے بدلے مجھے بہت سی دولت ملے۔

دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا

(۲۵۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنے بھائی کی

وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللهُ وَيَبْتَلِيكَ۔ (ترمذی۔ واثلہؓ)

مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ اُس پر رحم فرمائے گا (اور مصیبت ہٹا دے گا) اور تجھے مصیبت میں مُبتلا کر دے گا۔

جن دو آدمیوں کے درمیان دشمنی ہوتی ہے، اُن میں سے کسی ایک پر اس دوران کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو دوسرا بہت خوشی مناتا ہے، یہ اسلامی ذہنیت کے خلاف بات ہے، مُومن اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی نہیں مناتا، اگرچہ دونوں کے درمیان رنجش ہو۔

جھوٹ

(۲۵۲) اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (بخاری، مسلم۔ عبداللہ بن عمروؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ پکا مُنافق ہوگا اور جس شخص کے اندر اُن میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اُس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو ترک کر دے، وہ چار خصلتیں یہ ہیں، جب اُس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔ اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اُسے پُورا نہ کرے، اور جب کسی سے اُس کا جھگڑا ہو جائے تو گالی پر اُتر آئے۔

(۲۵۳) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ

اَفْرَى الْفِرَىٰ اَنْ يُّرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَالَمْ تَرَيَا۔ (بخاری۔ ابن عمرؓ)

ہے کہ آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اُن دونوں آنکھوں نے نہیں دیکھی ہے۔

یعنی اُس نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا لیکن جاگنے کے بعد نہایت انوکھی اور دلچسپ باتیں بتاتا ہے، کہتا ہے کہ یہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ ایسا کرنا گویا اپنی آنکھوں سے جھوٹ بلوانا ہے۔

(۲۵۴) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ زَفَفْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهٖ، فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ اَخْرَجَ عُسًّا مِّنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَهٗ امْرَأَتَهٗ، فَقَالَتْ لَا اَشْتَهِيْهِ، فَقَالَ لَا تَجْمَعِيْ جُوْعًا وَّكَذِبًا۔ (معجم صغیر طبرانی)

اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک دُلہن کو لے کر حضورؐ کے گھر گئے جب ہم آپؐ کے گھر پہنچے تو آپؐ دودھ کا ایک بڑا پیالہ نکال کر لائے، پھر آپؐ نے بقدر خواہش پیا اور اس کے بعد اپنی بیوی کو دیا، اُنھوں نے کہا مجھے خواہش نہیں ہے، تو آپؐ نے فرمایا تم بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ حضورؐ نے محسوس کیا کہ بھوک تو اُنھیں لگی ہے لیکن تکلف فرمارہی ہیں۔ اِس لیے آپؐ نے جھوٹے تکلف سے منع فرمایا۔

(۲۵۵) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَّاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ۔ (ابوداؤد)

سفیان بن اسید حضرمی نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ یہ بہت ہی بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہاری بات کو سچ سمجھے حالانکہ تم نے جو بات اس سے کہی وہ جھوٹی تھی۔

---

(۲۵۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِيْ اُمِّيْ يَوْمًا وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف رکھتے

وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا، فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِیْکَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیْهِ، قَالَتْ اَرَدْتُّ اَنْ اُعْطِیَهُ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكِ لَوْلَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کِذْبَةٌ۔ (ابوداؤد)

تھے، میری والدہ نے مجھے بُلایا یہاں آ! میں تجھے ایک چیز دوں گی۔" تو حضورؐ نے پُوچھا کہ تم اُسے کیا دینا چاہتی ہو؟ والدہ نے کہا، میں اُسے کھجور دینا چاہتی ہوں آپؐ نے والدہ سے فرمایا کہ اگر تو دینے کے لیے بُلاتی اور نہ دیتی، تو تیرے نامۂ اعمال میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

معلوم ہوا کہ یہ جو والدین بالعموم اپنے بچّوں کے ساتھ کرتے ہیں کہ جو کچھ دینے کے بہانے بُلاتے ہیں، حالاں کہ دینے کا ارادہ نہیں ہوتا، تو یہ خُدا کے یہاں جھوٹ شمار ہوگا، نامۂ اعمال میں یہ جھوٹ کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

(۲۵۷) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَا یَصْلُحُ الْکِذْبُ فِیْ جِدٍّ وَّلَا هَزْلٍ وَّلَا اَنْ یَّعِدَ اَحَدُکُمْ وَلَدَهٗ شَیْئًا ثُمَّ لَا یُنْجِزَ لَهٗ۔ (الادب المفرد صفحہ ۵۸)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنا کسی حال میں جائز نہیں، نہ تو سنجیدگی کے ساتھ اور نہ ہی مذاق کے طور پر۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے بچّے سے کسی چیز کے دینے کا وعدہ کرے اور پھر پُورا نہ کرے۔

(۲۵۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلٌ لِّمَنْ یُّحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّهٗ وَیْلٌ لَّهٗ۔ (ترمذی۔ بہز بن حکیمؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی اور نامُرادی ہے اُس شخص کے لیے جو جھوٹی باتیں اِس لیے کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، خرابی ہے اُس کے لیے، خرابی ہے اُس کے لیے۔

اِس حدیث میں اُن لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے جو باتیں کرتے ہوئے کچھ جھوٹ کی آمیزش کر کے گفتگو کو چٹپٹی اور مزیدار بناتے ہیں اور اس سے لطفِ محفل کا سامان کرتے ہیں۔

(۲۵۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِيْ وَسْطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَاِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهٗ۔ (ابو داؤد۔ ابوامامہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مناظرہ بازی نہ کرے اگرچہ وہ حق پر ہو، تو میں اُس کے لیے جنت کے گوشوں میں ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں، اور جو جھوٹ نہ بولے اگرچہ ہنسی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو تو میں اُس کے لیے جنت کے وسط میں ایک گھر کا ذمہ لیتا ہوں، اور جو اپنے اخلاق کو بہتر بنائے تو میں اُس کے لیے جنت کے سب سے اونچے حصہ میں گھر کا ذمہ لیتا ہوں۔

فحش گوئی اور بدزبانی

(۲۶۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ۔ (ترمذی۔ ابوالدرداءؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کی میزان (ترازو) میں رکھی جائے گی وہ اُس کا حُسنِ اخلاق ہوگا۔ اور اللہ اُس شخص کو بہت ہی ناپسند کرتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا اور بدزبانی کرتا ہے۔

"خُلقِ حسن" کی تفسیر فرماتے ہوئے عبداللہ بن المبارکؒ نے کہا ہے هُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَكَفُّ الْاَذٰى۔ (اچھا اخلاق یہ ہے کہ آدمی جب کسی سے ملے تو ہنسے

ہوئے چہرے سے ملے، اور اللہ کے محتاج بندوں پر مال خرچ کرے، اور کسی کو تکلیف نہ دے۔

(۲۶۱) عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ قَالَ الْقَائِلُ الْفَاحِشَةَ وَالَّذِی یَشِیْعُ بِهَا فِی الْاِثْمِ سَوَاءٌ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فحش بات کہنے والا اور فحش بات کی اشاعت کرنے والا یہ دونوں گناہ برابر ہیں۔

دُورُخاپَن

(۲۶۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَأْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ۔ (متفق علیہ۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن بدترین آدمی اُس شخص کو پاؤگے جو دُنیا میں دو چہرے رکھتا تھا، کچھ لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملتا تھا، اور دوسرے لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

دو آدمیوں یا دو گروہوں میں جب رنجش اُبھرتی ہے تو ہر جگہ کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو دونوں کے پاس پہنچتے ہیں اور دونوں کی ہاں میں ہاں ملاتے اور اُن کی باہمی دشمنی کو باتیں بناکر اور ہوا دیتے ہیں، یہ بہت بڑا عیب ہے۔

اِسی طرح بعض آدمی سامنے تو بڑے گہرے تعلق کا اظہار کرتے ہیں، مگر جب وہ چلا جاتا ہے تو اُس کی شان میں ہجو و مذمت کا قصیدہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی دورُخاپن ہے۔

(۲۶۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دُنیا میں دو رُخا

وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ۔ (ابوداؤد۔ عمارؓ)

اختیار کرے گا تو قیامت کے دن اُس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

قیامت کے دن اُس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں اِس لیے ہوں گی کہ دُنیا میں اُس کے منہ سے آگ نکلتی تھی جو دو آدمیوں کے باہمی تعلقات کو جلاتی تھی۔

غیبت

(۲۶۴) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ ؟ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

(مشکوٰۃ ۔ ابوہریرہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تمھیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسولؐ زیادہ واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر کرے ایسے ڈھنگ سے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ پھر آپؐ سے پُوچھا گیا، کہ بتایئے اگر وہ بات جو میں کہہ رہا ہوں میرے بھائی کے اندر پائی جاتی ہو، جب بھی یہ غیبت ہوگی ؟ آپؐ نے فرمایا، اگر وہ بات جو تو کہتا ہے اُس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہوئی اور اگر اُس کے متعلق وہ بات کہی جو اس کے اندر نہیں ہے تو تونے اُس پر بُہتان لگایا۔

مومن کو اس کی کوتاہی پر خیرخواہانہ انداز میں متوجہ کیا جائے تو ظاہر ہے وہ بُرا نہ مانے گا اسی طرح اس کی کوتاہی کی اطلاع اُس کے ذمہ داروں کو دی جائے تو اُسے بھی وہ ناپسند نہیں کرے گا کیونکہ یہ بھی اُس کی اصلاح کا ایک طریقہ ہے۔ البتہ اُسے تکلیف ہوگی

اور ہونی چاہیے جبکہ آپ اپنے مومن بھائی کو سوسائٹی کی نگاہ سے گرانے کے لیے اُس کی عدم موجودگی میں اُس کی خامیاں بیان کریں رہا وہ شخص جو علی الاعلان خدا کی نافرمانی کرتا ہے، اور کسی طرح نہیں مانتا تو اُس کی بُرائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے بلکہ اُس کو ننگا کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہدایت کی ہے۔

(۲۶۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا؟ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ، وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَا یُغْفَرُ لَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَھَا لَہٗ صَاحِبُہٗ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوسعیدؓ و جابرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا جب تک وہ شخص اُس کو معاف نہ دے جس کی اُس نے غیبت کی ہے۔

(۲۶۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ۔ (مشکوٰۃ۔ انسؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ تو دُعائے مغفرت کرے، اُس شخص کے لیے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ تو یوں کہے کہ اے اللہ! تو میری اور اُس کی مغفرت فرما۔

اگر وہ شخص موجود ہے اور اُس سے اپنا جرم معاف کرایا جا سکتا ہے تو معاف کرائے اور اگر معافی کا کوئی امکان باقی نہیں رہا ہے، اُس کے مَر جانے کی وجہ سے یا دُور دراز علاقوں میں جا بسنے کی وجہ سے تو پھر اُس کے لیے دُعائے مغفرت کے سوا کوئی راہ نہیں۔

(۲۶۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو، اِس لیے کہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چلے ہیں۔

ناجائز حمایت اور طرفداری

(۲۶۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوامامہؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دِن بدترین حال میں وہ شخص ہوگا جس نے دوسروں کی دُنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت برباد کرڈالی۔

---

(۲۶۹) سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ؟ قَالَ لَا، وَلٰکِنْ مِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ۔ (مشکوٰۃ۔ ابوفسیلہؓ)

راوی ابوفسیلہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اپنے لوگوں سے محبت کرنا کیا عصبیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، بلکہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم کے معاملہ میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔

---

(۲۷۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِہٖ۔ (ابوداؤد۔ ابن مسعودؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ناجائز معاملہ میں اپنی قوم کی مدد کرتا ہے تو اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی اونٹ کنوئیں میں گر رہا ہو اور یہ اُس کی دُم پکڑ کر لٹک گیا ہو تو یہ بھی اُس کے ساتھ جاگرا۔

(۲۷۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں

وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ۔

(ابوداؤد۔ جبیر بن مطعمؓ)

سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے۔ اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے اور ہم میں سے وہ بھی نہیں ہے جو عصبیت کی حالت میں مرے

عَصَبِيَّت کا مطلب ہے "میری اپنی قوم، چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر" پس اس نظریہ کی دعوت دینا اور اس نظریہ کی بنیاد پر جنگ کرنا اور اسی ذہنیت پر مرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

بے جا تعریف

(۲۷۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔ (مسلم۔ مقدادؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو اُن کے منہ پر مٹی پھینکو۔

تعریف کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی قصیدہ خوانی ہوتا ہے، یہ لوگ آتے ہیں اور اس شخص کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں تاکہ کچھ اور بخشش مل جائے۔ یہ قصیدہ خوانی شعر میں بھی ہوسکتی ہے اور نثر میں بھی، اور ایسے لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی تھے، اور ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہدایت دی گئی ہے کہ جب وہ انعام اور بخشش کی غرض سے جھوٹی سچی قصیدہ خوانی کرنے کے لیے آئیں تو اُن کے منہ پر خاک ڈالو۔ یعنی اُن کو اپنے مقصد میں ناکام لوٹا دو۔

(۲۷۳) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔ (مشکوٰۃ النسؒ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے اور اُس کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔

یہ اِس لیے کہ جو شخص خُدا کے احکام کی عزّت نہیں کرتا، بلکہ اُس کے احکام کو کھُلے بندوں توڑتا ہے تو وہ عزّت واحترام کے لائق نہیں رہا، اُس کا حق تو یہ ہے کہ اُسے ذلّت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اَب اگر مُسلمان معاشرہ میں اُس کی عزّت کی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں اپنے دین اور خُدا ورسُول سے محبت باقی نہیں ہے، یا اگر ہے تو نہایت کمزور حالت میں ہے ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اللہ کا غصّہ ہی بھڑکے گا، اس کی رحمت اُس بستی پر کیوں نازل ہوگی۔

(۲۷۴) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلَاثًا، مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ اَحْسَبُ فُلَانًا وَّاللهُ حَسِيْبُهٗ، اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّیْ عَلَى اللهِ اَحَدًا۔ (بخاری مُسلم)

ابو بکرہؓ سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا ایک آدمی نے ایک آدمی کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تعریف کی، تو آپؐ نے فرمایا افسوس تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی (یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی) تم میں سے جو شخص کسی کی تعریف کرے اور ایسا کرنا ضروری ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا خیال کرتا ہوں، اور اللہ باخبر ہے ـــــ بشرطیکہ وہ واقعی سمجھتا ہو کہ وہ شخص اِس طرح کا ہے۔ اور کسی شخص کی تعریف خُدا کے مقابلہ میں نہ کرے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص کے تقویٰ اور اُس کی اچھی حالت کی تعریف کی گئی تھی۔ ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں آدمی کے رِیا میں پڑجانے کا

بڑا اندیشہ تھا اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور کہا کہ تُو نے اپنے بھائی کو ہلاک کر دیا۔ پھر آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ اگر کسی شخص کے بارے میں کچھ کہنا ہی پڑ جائے تو یُوں کہو کہ میں فلاں شخص کو نیک سمجھتا ہوں۔ اور اس طرح نہ کہے کہ فلاں اللہ کا ولی ہے یا فلاں یقیناً جنّتی ہے، اس طرح کہنے کا کسی بندے کو حق نہیں ہے، کیونکہ کیا معلوم کہ جس کو وہ جنّتی کہہ رہا ہے وہ خدا کی نگاہ میں بھی جنّتی ہے یا نہیں۔ جب تک آدمی زندہ ہے ایمان کی آزمایش گاہ میں ہے کیا معلوم کہ کب آدمی کا دِل پلٹ جائے اور سیدھا راستہ کھو دے۔ اس لیے کسی زندہ نیک آدمی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی حکم نہ لگانا چاہیے، اور مرنے کے بعد بھی کسی کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہیے کہ وہ جنّتی ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے فتنہ میں پڑنے کا امکان نہ ہو اور موقع آ پڑے تو اس کے منہ پر اس کے علم یا تقوے وغیرہ کی تعریف کی جاسکتی ہے لیکن عاجز کے نزدیک اس سے بچنا بہتر ہے، کیونکہ فتنہ میں پڑنے یا نہ پڑنے کا فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے، کسی کی اندرونی کیفیت کے بارے میں عام طور پر صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔

جھُوٹی شہادت

(۲۷۵) عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا، فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَرَأَ

خریم بن فاتکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، اور جب لوگوں کی طرف رُخ پھیرا تو بیٹھے رہنے کی بجائے آپؐ سیدھے کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا، جھُوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر کے گناہ ہیں، پھر آپؐ نے پڑھا فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِہٖ۔ (ابوداؤد)

(توتم ناپاکی یعنی بتوں سے دُور رہو اور جھوٹی بات کہنے سے دُور رہو، اور خُدا سے یکسو ہو جاؤ، شرک چھوڑکر توحید اختیار کرو)۔

آپؐ نے سورۂ حج کی جو آیت پڑھی، اس میں "قَوْلَ الزُّوْرِ" کا لفظ آیا ہے جس کے معنٰی جھوٹ کہنے کے ہیں، اور جھوٹ بولنا ہر جگہ بُرا ہے، چاہے عدالت کے اندر حاکم کے سامنے بولا جائے چاہے کسی دوسری جگہ۔

دیکھیے جھوٹی گواہی کتنا بڑا گناہ ہے، لیکن مسلمانوں کی نگاہ میں یہ گناہ اَب گناہ نہیں رہا بلکہ "فن" بَن گیا ہے، اُن کے درمیان وہ لوگ احمق سمجھے جاتے ہیں جو عدالت میں اپنے ایمان کے دَباؤ سے سچّی گواہی دینے کی ہمت کر بیٹھتے ہیں۔

بُرا مذاق ـــــ وعدہ خلافی ـــــ جھگڑا اور مُناظرہ

(۲۷۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ۔ (ترمذی۔ ابن عباسؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنے بھائی سے مُناظرہ نہ کر اور نہ اُس سے مذاق کر اور نہ ہی وعدہ کرکے اُس کی خلاف ورزی کر۔

مناظرہ کی اصل رُوح یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے حریف کو چت کیا جائے۔ مُناظرہ کے اندر یہ جذبہ کم ہوتا ہے کہ نرمی اور دِل سوزی سے اپنی بات کہے۔ یہاں جس ہنسی اور دِل لگی سے روکا گیا ہے اُس سے ایسی دِل لگی مُراد ہے جس سے آدمی کا دِل دُکھے اور مذاق کرنے والے کا مقصود اُس کی شخصیت کو گرانا ہو، خوش طبعی اور ظرافت سے نہیں روکا گیا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ خوش طبعی اور ناجائز مذاق و دل لگی میں بال برابر فرق ہے، اِس لئے

بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۲۷۷) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ (ابوداؤد۔ زید بن ارقمؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اُس کی نیت اس وعدہ کو پورا کرنے کی ہو، پھر وہ پورا نہ کرسکا اور مقررہ وقت پر نہ آیا تو وہ گنہ گار نہ ہوگا۔

عیب چینی

(۲۷۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا، تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ وسلم سے (ایک موقع پر) کہا کہ صفیہؓ کا یہ عیب کہ وہ ایسی اور ایسی ہے کافی ہے (یعنی یہ کہ وہ پستہ قد عورت ہے اور یہ بہت بڑا عیب ہے) آپ نے فرمایا عائشہؓ! تم نے اتنا گندہ لفظ منہ سے نکالا ہے کہ اگر اُسے سمندر میں گھول دیا جائے تو پورے سمندر کو گندا کر دے۔

عام حالات میں (نبی صلے اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں آپس میں سوکن ہونے کے باوجود بڑی محبت سے رہتی تھیں لیکن کبھی غفلت میں کسی سے کوئی غلطی ہو ہی جاتی ایسی ہی غلطی حضرت عائشہؓ سے ہوئی کہ انھوں نے حضرت صفیہؓ کو آپ کی نظر میں گرانے کے لیے اُن کی پست قامتی کا ذکر کیا (صفیہؓ چھوٹے قد کی تھیں) آپ نے سنتے ہی اظہار ناراضی فرمایا، انھیں بتایا کہ تم نے نہایت گندی بات کہہ دی، چنانچہ پھر کبھی حضرت عائشہؓ سے ایسی غلطی نہیں ہوئی۔ صحابہؓ کا یہی حال تھا، جس غلطی پر حضورؐ نے انھیں ایک بار ٹوک دیا، پھر وہ غلطی دوبارہ

اُن سے نہیں ہوئی ——— اِس حدیث کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب بیوی کی گندی بات پر چپ نہیں رہے بلکہ مناسب انداز میں اُنھیں آگاہ کر دیا۔ اِس میں شوہروں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

بلا تحقیق بات کو پھیلانا

(۲۷۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ فَیَاْتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُھُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکَذِبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ، فَیَقُوْلُ مِنْھُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْھَہٗ وَلَا اَدْرِیْ مَا اسْمُہٗ یُحَدِّثُ۔ (مسلم)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شیطان آدمی کے بھیس میں کام کرتا ہے وہ لوگوں کے پاس آکر جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے، پھر لوگ جُدا ہو جاتے ہیں (یعنی مجلس ختم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ منتشر ہو جاتے ہیں) تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے یہ بات ایک آدمی سے سُنی ہے جس کا چہرہ تو میں پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا۔

اِس حدیث میں مسلمانوں کو اِس بات سے روکا گیا ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق کے کہی جائے۔ ہو سکتا ہے جس نے وہ بات کہی ہے جھوٹا اور شیطان ہو۔ اگر بغیر تحقیق کے جماعت میں باتیں بیان کرنے کا رواج چل پڑے تو اس سے بہت سے تباہ کن نقصانات ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا خبر دینے والے کے بارے میں تحقیق کرو یہ شخص کیسا ہے۔ اگر ثابت ہو جائے کہ وہ جھوٹا ہے تو اُس کی بات رد کر دو۔

چغلی کھانا

(۲۸۰) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت حذیفہؓ نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ لایدخُلُ الجنّةَ نمّامٌ۔ (بخاری، مسلم)

نے کہ چغل کھانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

---

(۲۸۱) عَنِ ابنِ عبّاسٍ اَنَّ رسُولَ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ مَرَّ بِقبرَینِ فقالَ اِنّهُما یُعذَّبانِ وما یُعذَّبانِ فِی کبیرٍ، بلیٰ اِنّهُ کبیرٌ، امّا اَحدُهُما فکانَ یمشِی بِالنّمیمةِ، وامّا الاٰخرُ فکانَ لا یَستبرِئُ مِن بَولِهٖ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے بتایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے، اور یہ عذاب کسی ایسی چیز پر نہیں جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اگر چاہتے تو بآسانی اس سے بچ سکتے تھے، بلا شبہ ان کا جرم بڑا ہے، ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا۔

(۲۸۲) عَنِ ابنِ عُمرَ قالَ، نَهیٰ رسُولُ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ عَنِ النّمیمةِ ونَهیٰ عَنِ الغیبةِ والاِستماعِ اِلَی الغیبةِ (ریاض الصّالحین)

ابن عمر رض نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چغلی کھانے اور غیبت کرنے اور غیبت سننے سے منع فرمایا ہے۔

حسد

(۲۸۳) عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ اَنَّ النّبیَّ صلّی اللّٰهُ علیهِ وسلّمَ قالَ اِیّاکُم وَالحسَدَ، فاِنَّ الحسَدَ یاکُلُ الحسَناتِ کما تاکُلُ النّارُ الحطبَ۔ (ابوداؤد)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے کو حسد سے بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر ڈالتی ہے۔

بدنگاہی

(۲۸۴) عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرِ الْفُجَاءَةِ فَقَالَ اَصْرِفْ بَصَرَكَ۔ (مسلم)

جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کے بارے میں پوچھا، تو آپؐ نے فرمایا، تم اپنی نگاہ پھیر لو۔

(۲۸۵) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَاِنَّمَا لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ۔

بریدہؓ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) علیؓ سے فرمایا اے علیؓ! کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو نظر پھیر لو، دوسری نگاہ اُس پر نہ ڈالو پہلی نگاہ تو تمھاری ہے۔ اور دوسری نگاہ تمھاری نہیں ہے (بلکہ شیطان کی ہے)

اخلاقی خُوبیاں

حُسنِ اخلاق کی اہمیت

(۲۸۶) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔ (موطا امام مالکؒ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے تاکہ اخلاقی اچھائیوں کو تمام وکمال تک پہنچاؤں۔

یعنی آپؐ کی بنوت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق ومعاملات کو دُرست کریں، اُن کے اندر سے بُرے اخلاق کی جڑیں اُکھاڑیں اور اُن کی جگہ بہتر اخلاق پیدا کریں، یہی تزکیہ آپؐ کی بعثت کا مقصود ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے تمام اچھے اخلاق کی فہرست مُرتب کی، اور پُوری زندگی پر، زندگی کے تمام شعبوں پر نافذ کیا اور ہر طرح کے حالات میں اُن سے چمٹے رہنے کی ہدایت کی۔

"حُسنِ اخلاق" کیا ہے؟ اُس کی تفسیر عبداللہ ابن المبارکؒ نے اِن الفاظ میں کی ہے "ھُوَ طَلَاقَۃُ الْوَجْہِ وَبَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَکَفُّ الْاَذٰی"۔ یعنی حُسن اخلاق نام ہے خوش رُوئی کا، مال خرچ کرنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔

دیکھیے "حُسنِ اخلاق" کا دائرہ کِتنا وسیع ہے!

(۲۸۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا، وَکَانَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا۔ (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے اور نہ بے حیائی کا کام کرتے اور نہ دوسروں کو بُرا بھلا کہتے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہیں۔

(۲۸۸) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ کَانَ اٰخِرَ مَا وَصَّانِیْ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ وَضَعْتُ رِجْلِیْ فِی الْغَرْزِ اَنْ قَالَ یَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ۔ (موطا امام مالکؒ)

حضرت مُعاذؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجتے وقت جو آخری وصیت رکاب پر پاؤں رکھتے وقت فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ بہتر اخلاق سے پیش آنا۔

وقار و سنجیدگی

(۲۸۹) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْکَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّہُمَا اللّٰہُ اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاۃُ۔

(مسلم۔ ابن عباسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ عبدالقیس کے وفد کے لیڈر کو (جن کا لقب اشجؓ تھا) خطاب کر کے (تعریف کے طور پر) فرمایا تمھارے اندر دو ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں، اور وہ ہیں بُرد باری (غیر جذباتیت) اور وقار و سنجیدگی۔

عبدالقیس کا جو وفد حضورؐ کے پاس آیا تھا، اُس کے اور آدمی تو مدینہ پہنچتے ہی آپؐ کی مُلاقات کو دَوڑ پڑے، نہ نہایا نہ دھویا اور نہ اپنے سامان کو ٹھیک سے کہیں جمایا، حالاں کہ

دُور سے آئے تھے، گرد وغُبار میں اَٹے تھے، ان کے بَرعکس اُن کے لیڈر نے جلد بازی کا کوئی مظاہرہ نہ کیا، اطمینان سے اُترے، سامانوں کو قرینے سے رکھا، سواریوں کو دانہ پانی دیا، پھر نہا دھو کر وقار کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سادگی وصفائی

(۲۹۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

(ابوداؤد۔ ابوامامہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سادہ زندگی گزارنا ایمان میں سے ہے۔

یعنی سادہ حالت میں زندگی گزارنا مومنانہ اوصاف میں سے ہے، اُسے تو اپنی آخرت بنانے اور سنوارنے کی فکر ہوتی ہے، اِس کو دُنیاوی آرائشوں سے دِلچسپی نہیں ہوتی ہے۔

(۲۹۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرًا، فَرَاٰى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهٗ، فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ رَاْسَهٗ، وَرَاٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَّسِخَةٌ۔ فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ (مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم مُلاقات کی غرض سے تشریف لائے، تو آپؐ نے ایک آدمی کو دیکھا جو گرد وغُبار سے اَٹا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے، آپؐ نے فرمایا کیا اس آدمی کے پاس کوئی کنگھا نہیں ہے جس سے یہ اپنے بالوں کو دُرست کر لیتا؟ اور آپؐ نے ایک دوسرے آدمی کو دیکھا جس نے میلے کپڑے پہن رکھے تھے، آپؐ نے فرمایا، کیا اس آدمی کے پاس وہ چیز (صابن وغیرہ) نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑے دھولیتا؟

(۲۹۲) كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے

وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ كَأَنَّهٗ يَأْمُرُهٗ بِإِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَأَنَّهٗ شَيْطٰنٌ۔ (مشکوٰۃ۔ عطاء بن یسارؓ)

کہ اتنے میں مسجد میں ایک آدمی داخل ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو حضورؐ نے ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جاکر اپنے سر کے بال اور داڑھی کو دُرست کرو، چناں چہ وہ گیا اور بالوں کی دُرستگی کے بعد آیا، تو آپؐ نے فرمایا، کیا یہ بہتر نہیں ہے اِس بات سے کہ آدمی کے بال اُلجھے ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ شیطان ہے۔

(۲۹۳) عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِي أَلَكَ مَالٌ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، قَالَ مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ، قَدْ أَعْطَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ قَالَ فَإِذَا أَتَاكَ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ۔ (مشکوٰۃ)

ابوالاحوصؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اُن کے والد نے کہا کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میرے جسم کے کپڑے معمولی اور گھٹیا تھے، آپؐ نے پوچھا کیا تمھارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہاں، آپؐ نے پوچھا کس طرح کا مال ہے؟ میں نے کہا ہر طرح کا مال اللہ نے مجھے دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں، گائیں بھی ہیں، بکریاں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں اور غلام بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ نے مال دے رکھا ہے تو اُس کے فضل و احسان کا اثر و نشان تمھارے جسم پر ظاہر ہونا چاہیے تھا۔

مطلب یہ کہ جب اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق کھاؤ پہنو، یہ کیا کہ آدمی کے پاس گھر میں ہونے کو تو سب کچھ ہو، لیکن حالت ایسی بنائے کہ گویا وہ نہایت

غریب ہے۔ یہ نہایت بُری عادت ہے، یہ خُدا کی ناشکری ہے۔

سلام

(۲۹۴) اِنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰے مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ (بخاری مُسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پُوچھا اِسلام کا کون سا کام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلانا، اور ہر مُسلمان کو سلام کرنا، چاہے تو اُسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو (یعنی پہلے سے دوستی اور بے تکلفی ہو یا نہ ہو)۔

(۲۹۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰے شَیْئٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔ (مُسلم۔ ابو ہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مُومن نہیں بنتے، اور تم مُومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمھیں وہ تدبیر نہ بتاؤں جس کو اگر کرو تو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ"۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُسلمان آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور محبت سے پیش آئیں، یہ اُن کے ایمان و اِسلام کا مطالبہ ہے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اُن کے آپس میں سلام کرنے کا عام رواج ہو جائے۔ یہ نسخہ نہایت عمدہ نسخہ ہے بشرطیکہ لوگوں کو سلام کے معنیٰ معلوم ہوں اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی رُوح سے واقف ہوں۔

زبان کی حفاظت

(۱۹۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنُ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنُ لَہُ الْجَنَّۃَ (بخاری۔ سہل بن سعدؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اُس کے لیے جنّت کی ضمانت لے لوں گا۔

اِنسان کے جسم میں یہ دو خطرناک اور کمزور مقام ہیں جہاں سے شیطان کو حملہ کرنے میں بڑی آسانی ہے، زیادہ تر گناہ ان ہی دونوں سے ہوتے ہیں، اگر کوئی شیطان کے حملوں سے اُن کو بچالے گا تو ظاہر ہے کہ اُس کی قیام گاہ جنّت ہی ہوگی۔

(۲۹۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰہِ لَا یُلْقِیْ لَہَا بَالًا یَّرْفَعُ اللّٰہُ بِہَا دَرَجٰتٍ وَّاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ مِنْ سَخَطِ اللّٰہِ لَا یُلْقِیْ لَہَا بَالًا یَّہْوِیْ بِہَا فِیْ جَہَنَّمَ۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی خوشنودی کی بات ہوتی ہے بندہ اُس کا خیال نہیں کرتا (یعنی اُس کو اہمیت نہیں دیتا) لیکن اللہ اس بات کی بدولت اس کے درجے بلند کرتا ہے۔ اِسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات زبان سے لاپروائی کے ساتھ نکالتا ہے، جو اُسے جہنّم میں گرا دیتی ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑے، جو کچھ بولے سوچ کر بولے، ایسی بات زبان سے نہ نکالے جو جہنّم میں لے جانے والی ہو۔

دعوت و تبلیغ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کیا تھی؟

(۲۹۸) قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ ؟ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاءُكُمْ ، وَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ۔ (بخاری۔ ابن عباسؓ)

(ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا) کہ یہ آدمی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تم سے کیا کہتا ہے ؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ یہ شخص ہم سے کہتا ہے کہ اللہ کی بندگی کرو اور اقتدار و فرمانروائی میں کسی کو ساجھی نہ قرار دو، اور تمھارے باپ دادا کا جو عقیدہ تھا اور جو کچھ کرتے تھے اُسے چھوڑ دو، اور یہ شخص ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو، سچائی اختیار کرو، پاک دامنی کی زندگی گزارو اور صلۂ رحمی کرو۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیث ہرقل کے نام سے مشہور ہے ، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ رُوم کا بادشاہ ہرقل بیت المقدس میں تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوتی خط اس کو ملا ، تب اُس کو تلاش ہوئی کہ کوئی باشندہ ملے اور اس سے معلومات حاصل کرے ، اتفاق سے ابوسفیان اور اُن کے کچھ ساتھی مل گئے ، ہرقل نے اُن سے بہت سے سوالات کیے جن میں ایک سوال یہ تھا کہ اِس نبی کی دعوت کی بُنیادی باتیں بتاؤ۔ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ توحید کی تعلیم دیتا ہے ، کہتا ہے کہ صرف ایک خُدا کو مانو، صرف وہی ہے جس کا اقتدار آسمانوں اور زمین پر ہے ، اوپر کی دُنیا کا بھی وہی انتظام کرتا ہے

اور اِس زمین کا انتظام بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے، اقتدار و انتظام میں نہ تو کسی کو اُس نے ساجھی بنایا ہے' اور نہ ہی کوئی اپنے زور و اثر سے ساجھی بن بیٹھا ہے، اور جب ایسا ہے تو سجدہ صرف اُسی کے لیے ہونا چاہیے ہر طرح کی مشکلات میں اسی سے مدد مانگنی چاہیے، اُسی سے محبت ہونی چاہیے، اور اُسی کی اطاعت ہونی چاہیے۔ آبا و اجداد نے شرک کی بُنیاد پر زندگی گزارنے کا جو نظام بنایا ہے اُسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اِسی طرح وہ ہم سے کہتا ہے کہ نماز پڑھو اور سچّائی اختیار کرو، قول میں بھی اور عمل میں بھی۔ اور عفت و پاک دامنی اختیار کرو، ایسے کام نہ کرو جو انسانیت کے خلاف ہیں۔ اور بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور سب ایک دوسرے کے حقیقی بھائی ہیں۔

(۲۹۹) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، يَعْنِي فِي أَوَّلِ النُّبُوَّةِ، فَقُلْتُ مَا أَنْتَ؟ قَالَ نَبِيٌّ، فَقُلْتُ وَمَا نَبِيٌّ؟ قَالَ أَرْسَلَنِيَ اللّٰهُ تَعَالَى، فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ وَأَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ۔

(مُسلم۔ ریاض الصالحین)

عمرو ابن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آپؐ کی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں گیا، میں نے پُوچھا کہ آپؐ کیا ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں' میں نے کہا نبی کیا ہوتا ہے؟ حضورؐ نے کہا مجھے اللہ تعالےٰ نے اپنا رسُول (سفیر) بناکر بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا کیا پیغام دے کر اُس نے آپؐ کو بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالےٰ نے اِس غرض سے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو صلۂ رحمی کی تعلیم دوں اور بُت پرستی ختم کر دی جائے' اور اللہ کی توحید اختیار کی جائے، اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

یہ حدیث بھی نبیؐ کی دعوت کی بُنیادی باتیں بتاتی ہے، آپؐ نے اپنی دعوت کو مختصر لفظوں میں سمیٹ کر بیان فرمادیا کہ میری دعوت یہ ہے کہ خُدا اور بندوں کے تعلق کو صحیح بُنیادوں پر قایم کیا جائے، بندہ اور خُدا کے تعلق کی صحیح بُنیاد توحید ہے یعنی خُدا کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، اور صرف اُسی کی عبادت کی جائے، صرف اُسی کی اطاعت کی جائے اور انسانوں کے درمیان صحیح تعلق کی بُنیاد مواساۃ و مرحمت ہے۔ یعنی یہ کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اور واقعتاً یہ سب آپس میں بھائی ہیں، حقیقی بھائی ——— پس اُن کو ایک دوسرے کا ہمدرد و غم خوار ہونا چاہیے، بے سہارا اور لاچار بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ کسی پر ظلم ہو رہا ہو تو سب کو ظالم کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا چاہیے، کوئی اچانک کسی آفت کے چکّر میں آجائے تو ہر ایک کے دِل میں ٹیس اُٹھنی چاہیے، اور اُس کو آفت سے نکالنے کے لیے دَوڑ پڑنا چاہیے۔

یہ دو بُنیادیں ہیں انبیائؑ دعوت کی، ایک وحدتِ اِلٰہ یعنی توحید، دوسری وحدتِ بنی آدم، یعنی رحمتِ عامہ، یہاں یہ بات نظر سے اوجھل نہ ہو کہ اصل چیز تو توحید ہے، اور دوسری بُنیاد تو توحید کا لازمی تقاضا ہے۔ جو خُدا سے محبت کرے گا وہ اُس کے بندوں سے بھی محبت کرے گا کیونکہ خُدا نے بندوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

بندوں کی محبت و خیر خواہی کے جہاں اور بہت سے تقاضے ہیں وہاں ایک تقاضا وہ بھی ہے جسے ایرانی سپہ سالار کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے دعوتِ اِسلامی کی ترجمانی اور بعثت کا مقصد بتاتے ہوئے بیان کیا تھا، اُنھوں نے ایرانی

سپہ سالار کی غلط فہمی دُور کرتے ہوئے کہا کہ "ہم تاجر لوگ نہیں ہیں، ہمارا مقصد اپنے لیے نئی منڈیاں تلاش کرنا نہیں ہے، ہمارا نصب العین دُنیا نہیں ہے، ہمارا نصب العین اور مطلوب صرف آخرت ہے، ہم دین حق کے علمبردار ہیں، اور اسی کی دعوت دینا ہمارا مطمح نظر ہے"۔ اِس پر اُس نے کہا کہ وہ دین حق کیا ہے؟ اُس کا تعارف کراؤ، تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا:-

اَمَّا عَمُوْدُہُ الَّذِیْ لَا یَصْلُحُ شَیْءٌ مِّنْہُ اِلَّا بِہٖ، فَشَہَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالْاِقْرَارُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔

یعنی ہمارے دین کی بنیاد اور مرکزی نقطہ جس کے بغیر اس دین کا کوئی جزو اچھی حالت میں نہیں رہ سکتا یہ ہے کہ آدمی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے (یعنی توحید) اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسُول ہیں (یعنی رسالت) اور یہ کہ اللہ کی طرف سے آئے ہوئے قانون (قرآن) کو اپنائے۔

ایرانی سپہ سالار نے کہا، یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے، کیا اِس دین کی کچھ اور بھی تعلیم ہے؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا:-

وَاِخْرَاجُ الْعِبَادِ مِنْ عِبَادَۃِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَۃِ اللّٰہِ۔

ہاں اس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ اِنسان کو انسان کی بندگی سے نکال کر خُدا کی بندگی میں داخل کیا جائے۔

ایرانی سپہ سالار نے کہا یہ بھی اچھی تعلیم ہے، کیا اور بھی کچھ یہ دین کہتا ہے؟ مغیرہؓ نے فرمایا:-

وَالنَّاسُ بَنُوْ اٰدَمَ، فَہُمْ اِخْوَۃٌ لِّاَبٍ وَّاُمٍّ۔

اِس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور سب آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔

یہ ہے دین حق کی بنیادی دعوت جس کو سپہ سالار رستم کے سامنے حضرت مغیرہؓ

نے پیش کیا اور اسی سپہ سالار کے سامنے اسی مجلس میں حضرت ربعیؓ بن عامر نے اسلام کی ترجمانی اِن الفاظ میں کی :۔

اَللّٰہُ ابْتَعَثَنَا، لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰہِ وَمِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا اِلٰی سَعَتِہَا، وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْیَانِ اِلٰی عَدْلِ الْاِسْلَامِ فَاَرْسَلَنَا بِدِیْنِہٖ اِلٰی خَلْقِہٖ لِنَدْعُوَھُمْ اِلَیْہِ۔
البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۹

اللہ نے ہم کو مامور کیا ہے کہ جو لوگ چاہیں اُنھیں ہم انسانوں کی بندگی سے نکالیں ۔ اور اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور تنگ دُنیا سے نکال کر وسیع دُنیا میں لائیں ، اور ظالمانہ نظام ہائے زندگی سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف کے سایہ میں لائیں ۔

پس اللہ نے ہمیں اپنا دین دے کر انسانوں کے پاس بھیجا ہے تاکہ اُنھیں خُدا کے دین کی طرف بلائیں

دین سیاسی نظام کی حیثیت میں

(۳۰۰) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ، شَکَوْنَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَۃً لَّہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَۃِ فَقُلْنَا اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُوا اللّٰہَ لَنَا؟ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ یُحْفَرُ لَہٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْھَا، فَیُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِہٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَیْنِ وَمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِکَ عَنْ دِیْنِہٖ، وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ

حضرت خبّاب ابن الارتؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے تھے (اس زمانے میں مکّہ والے بے پناہ ظلم وستم مسلمانوں پر توڑ رہے تھے) ہم نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے لیے اللہ کی مدد طلب نہیں فرماتے؟ آپؐ اس ظُلم کے خاتمہ کی دُعا نہیں کرتے؟ (آخر یہ سلسلہ کب تک دراز ہوگا؟ کب یہ مصائب ختم ہوں گے؟) حضورؐ نے یہ سُن کر فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اُسے اس گڑھے میں کھڑا

مَادُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ وَّعَصَبٍ وَّ
مَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ، وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ
هٰذَا الْاَمْرُ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ
اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ
الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ
(بخاری)

کیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس سے اس کے جسم کو
چیرا جاتا، یہاں تک کہ اُس کے دو ٹکڑے ہو جاتے،
پھر بھی وہ دین سے نہ پھرتا، اور اُس کے جسم میں لوہے
کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور
پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ اللہ کا بندہ حق سے نہ
پھرتا، قسم ہے خُدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا، یہاں
تک کہ سوار صنعا، (یمن) سے حضر موت تک سفر کرے گا اور راستہ میں اللہ کے سوا اُسے کسی کا خوف
نہ ہو گا۔ البتہ چرواہے کو صرف بھیڑیوں کا خوف رہے گا کہ کہیں بکری اُٹھا نہ لے جائیں، لیکن
افسوس تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

یعنی یمن سے لے کر بحرین و حضر موت تک کے وسیع علاقہ میں حق کے دُشمنوں کا زور ٹوٹ جائے گا اور خُدا کے بندے آزادی سے خُدا کی بندگی کی راہ پر چلیں گے۔

حضرت خبّابؓ نے مکّہ کی تیرہ سالہ زندگی کی تاریخ بڑی جامعیت کے ساتھ اس حدیث میں پیش فرمائی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں اُنھیں بتایا کہ صبر سے کام لو، وہ وقت آنے والا ہے جب سیاسی اقتدار اسلام کے ہاتھ میں آجائے گا، اور خُدا کی بندگی کرنے والے ہر طرح کے خوف وخطرات سے محفوظ ہو جائیں گے۔

(۳۰۱) عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ
زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرِ
نِ اللَّيْثِيِّ فَسَأَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ،
فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ، كَانَ

عطاء ابن رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں عبید لیثیؒ کے ساتھ
حضرت عائشہؓ کی ملاقات کو گیا، ہم نے اُن سے ہجرت
کے متعلق پُوچھا کہ ہجرت اب بھی فرض ہے؟ (کیا لوگ آئے
اپنے علاقوں کو چھوڑ کر آج بھی مدینہ آئیں؟) حضرت عائشہؓ

اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِیْنِهٖ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ مَخَافَةَ اَنْ یُّفْتَنَ عَلَیْهِ، فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَ الْیَوْمَ یَعْبُدُ رَبَّهٗ حَیْثُ شَاءَ وَلٰکِنْ جِهَادٌ وَّنِیَّةٌ۔ (بخاری)

نے جواب دیا کہ نہیں، اب ہجرت نہیں ہوگی، حکم منسوخ ہوگیا، ہجرت تو اس وجہ سے ہوتی تھی کہ مومن کی زندگی ایمان لانے کے جرم میں دوبھر کردی جاتی تھی، تب وہ اپنا دین وایمان لے کر اللہ اور رسولؐ کے پاس چلا آتا، اب تو اللہ نے دین کو غالب کر دیا، آج مومن جہاں چاہے آزادی سے اللہ کی بندگی کرسکتا ہے، پھر وہ ہجرت کیوں کرے؟ البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہیں۔

بااقتدار اور غالب دین جس کے بارے میں حضرت عائشہؓ اوپر کی حدیث میں گفتگو کر رہی ہیں، حضورؐ کی وفات کے بعد اس کی اجتماعیت اور اقتدار کو خطرہ لاحق ہوا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بچا لیا، حضورؐ کی وفات سے لوگوں کو بڑا صدمہ پہنچا اور مایوسی کی کیفیت اُن پر سایہ ڈالنے لگی، اندیشہ پیدا ہو چلا کہ اِسلام کا یہ اجتماعی نظام ٹوٹ پھوٹ نہ جائے، اِس خطرہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھانپ لیا اور ایک لمبی تقریر کی جس میں فرمایا:۔

اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ، وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَقَدَّمَ اِلَیْکُمْ فِیْ اَمْرِهٖ فَلَا تَدَعُوْهُ جَزَعًا، وَاِنَّ اللّٰهَ قَدِ اخْتَارَ لِنَبِیِّهٖ مَا عِنْدَهٗ عَلٰی مَا عِنْدَکُمْ وَقَبَضَهٗ اِلٰی ثَوَابِهٖ وَخَلَّفَ فِیْکُمْ

اے لوگو! جو شخص محمد کو معبود بنائے ہوئے تھا، اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد وفات پاگئے۔ اور جو لوگ خدا کو معبود بنائے ہوئے تھے اُنھیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ زندہ ہے۔ نہیں مرے گا اور اللہ تعالے اپنے دین کی حفاظت کا حکم تمھیں دے چکا ہے، پس بے صبری اور گھبراہٹ کی وجہ سے اس دین کی حفاظت نہ چھوڑ بیٹھو، اور اللہ نے نبیؐ کو تمھارے درمیان سے

كِتٰبَهٗ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ فَمَنْ اَخَذَ بِهِمَا عَرَفَ وَمَنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا اَنْكَرَ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَشْغَلَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ بِمَوْتِ نَبِيِّكُمْ وَلَا يَفْتِنَنَّكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ، فَعَاجِلُوْهُ بِالَّذِيْ تُعْجِزُوْنَهٗ وَلَا تَسْتَنْظِرُوْهُ فَيَلْحَقَ بِكُمْ۔

اُٹھاکر اپنے پاس بُلانا پسند کیا جہاں انھیں ان کے کاموں کے نتیجہ سے سرفراز فرمائے گا اور تمھارے درمیان اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سُنت چھوڑی تو جو شخص ان دونوں پر عمل کرے گا وہ خیر کی راہ اختیار کرے گا اور جو ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا وہ بُری راہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ نے تم کو خطاب کرکے فرمایا تھا "اے اہلِ ایمان! ہمارے نازل کیے ہوئے نظامِ قسط کے محافظ رہنا" اور ایسا ہرگز نہ ہو کہ شیطان تمھارے نبیؐ کی وفات میں تم کو پھنسائے رکھے پس شیطان کے مقابلہ میں جلد از جلد ایسی تدبیر کرو کہ اُسے شکست دے دو، اُسے اپنا کام کرنے کی مُہلت نہ دو، ورنہ تم پر ٹوٹ پڑے گا اور تمھارے دینی نظام کو برباد کرکے رکھ دے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اِس تقریر سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ دین کا جو نظام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قایم ہوا تھا، اُس کی کیا اہمیت ہے، حضورؐ کی وفات کے صدمہ سے لوگ توحید اور نماز وغیرہ چھوڑنے کا اِرادہ نہیں کررہے تھے کہ انھیں سمجھانے کی ضرورت پڑی تھی، بلکہ یہ اندیشہ پیدا ہو چلا تھا کہ اِسلام کا نظامِ حکومت جو اتنی محنت کے بعد قایم ہوا تھا ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اِس لیے حضرت صدیقؓ آگے بڑھے، صحابہؓ کے مجمع میں تقریر فرمائی جس میں سورۂ نساء کی آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ کا حوالہ دے کر بتایا اللہ تعالیٰ نے تمھیں نظامِ قسط کا محافظ بنایا ہے، اس کی حفاظت کا تم سے عہد لیا ہے پس غم وفات کو حد سے نہ بڑھنے دو، اُٹھو اور شیطان کو شکست دو،

اپنے دینی نظام (خلافت) کے قایم رکھنے کی باتیں سوچو!

حضرت ابوبکرؓ نے سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے اپنی امانت سونپی تھی، لیکن اُنھوں نے خیانت اور غداری کی نیتجہ میں اللہ کا غضب اُن پر بھڑکا، اِمامتِ اقوام کا منصب اُن سے چھین لیا گیا۔ اور وقت کے اہلِ شرک کی محکومی اُن کے حصّہ میں آئی۔ اَب تم کو اُن کی جگہ دی جارہی ہے، تمھیں کتابِ حکمت اور اقتدارِ عظیم سے نوازا جارہا ہے، خبردار بنی اسرائیل کی طرح خیانت اور بے وفائی نہ کرنا، ہم نے جنھیں توراۃ دی تھی، اُنھیں وصیت کی تھی کہ نا فرمانی نہ کرنا، عہد پر قایم رہنا، کتاب سے بے وفائی نہ کرنا، لیکن اُنھوں نے ناشکری، غدّاری اور بے وفائی کی رَاہ اختیار کی اور اُس کے بُرے نتایج سے دوچار ہوئے، اور اب تمھیں (اے اُمتِ محمدیہ) وصیت کرتے ہیں کہ تقویٰ کی راہ پر چلنا، عہد شکنی نہ کرنا، قرآن کی رَاہ چھوڑکر ہمارے غضب کو دعوت نہ دینا۔ اور اُس کے بعد یہ ہدایت دی کہ اے اہلِ ایمان! عدل و انصاف کے اِس الٰہی نظام کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ سورۂ مائدہ میں بھی دُہرایا گیا ہے، سورۂ مائدہ آخری احکامی سُورہ ہے جس میں قانون کی تکمیل کردی گئی ہے، اس کے بعد کوئی احکامی سُورہ نہیں نازل ہوئی۔ یہ سُورہ، عَرَفات میں اُتری۔ اُس کا اندازِ بیان ایسا ہے جیسے کہ آخری بار اُمّت سے اِس میدان میں عہد لیا جارہا ہے، کہ دیکھو نعمت کی تکمیل ہوچکی، مِلکِ عظیم (عظیم اقتدار) تمھارے حوالہ کیا جاچکا، اَب تمھارا فرض ہے کہ ہمارے عہد پر قایم رہنا، ورنہ یاد رکھو بنی اسرائیل کی تاریخ تمھارے سامنے

ہے، اُنھوں نے عہد شکنی کی تو کیسے ذلیل و خوار ہوئے۔

یہ ہے دینی نظام اور اُس کی قدر و قیمت اور اہمیت ——— پر افسوس کہ اُمت مسلمہ نے اس نظام کو کھو دیا اور رونا اِس بات کا کہ یہ اُمت آرام کی نیند سو رہی ہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا ‍ ‍ ‍ ‍ کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جماعت سازی

(۳۰۲) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ ثَلٰثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَ ھُمْ۔ (ابوداؤد۔ ابوسعید خدریؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر کو نکلیں تو اُن کو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ جب سفر کی حالت میں لوگوں پر جماعت بنانا فرض کیا گیا ہے تو یہ بات بدرجۂ اُولیٰ ضروری ہوگی کہ اہلِ ایمان ایک جماعت کی شکل اختیار کریں جب کہ اُن کا جماعتی نظام درہم برہم ہوگیا ہو۔ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ انفرادی حالت میں زندگی گزاریں۔

(۳۰۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِثَلَاثَۃٍ یَکُوْنُوْنَ بِفَلَاۃٍ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْہِمْ اَحَدَ ھُمْ۔ (منتقی)

عبداللہ بن عمرؓو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جو کسی جنگل میں رہتے ہوں اُن کے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنے اوپر امیر بنالیں۔

(۳۰۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح بکریوں کا دشمن بھیڑیا ہے اور اپنے ریوڑ سے الگ ہوجانی

الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ - (مسند احمد، مشکوٰۃ۔ معاذ بن جبلؓ)

والی بکریوں کا بآسانی شکار کر لیتا ہے، اِسی طرح شیطان اِنسان کا بھیڑیا ہے، اگر لوگ جماعت بن کر نہ رہیں تو یہ اُن کو الگ الگ نہایت آسانی سے شکار کر لیتا ہے۔ تو ... لوگو ایک ڈنڈیوں پر مت چلنا، بلکہ تمھارے لیے ضروری ہے کہ جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو۔"

"جماعت کے ساتھ رہو" یہ اُس وقت کا حکم ہے جب مُسلمانوں کی "الجماعت" موجود ہو، اور اگر موجود نہ ہو تو کیا ہو؟ یہ بڑا اہم سوال ہے اور اُس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ جماعت بناؤ تاکہ "الجماعۃ" وجود میں آئے۔

(٣٠٥) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْكُنَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنت کے وسط میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہو، اُسے "جماعت سے" چمٹے رہنا چاہیے۔ اِس لیے کہ شیطان ایک آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ دو ہو جائیں تو وہ دُور ہو جاتا ہے۔

اگر مُسلمانوں کی "الجماعۃ" موجود ہو تو اُس سے چمٹے رہنا ضروری ہے اس وقت اُس سے الگ رہنا جائز نہیں ہے۔ "الجماعۃ" سے مُراد وہ حالت ہے جب اِسلام غالب ہو، اقتدار اُس کے ہاتھ میں ہو، اور اہلِ ایمان ایک اُمیر کی قیادت اور رہنمائی پر متفق ہوں، ایسے وقت میں کسی کے لیے جماعت سے الگ زندگی گزارنا جائز نہیں ہے، اور جب "الجماعۃ" موجود نہ ہو، تو جماعت بن کر ایسے ڈھنگ سے دین کا کام کرنا ہوگا کہ "الجماعۃ" وجود میں آجائے۔

امیر و مامور کے تعلق کی نوعیت

(۳۰۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَّھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰۤی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ. وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ۔

(بخاری، مسلم۔ ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگراں ہے اور اس سے اُن لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اُس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں، پس امیر جو لوگوں کا نگراں ہے، اُس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، اور مرد اپنے گھر والوں، (بیوی بچوں) کا نگراں ہے، پس اس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، اور بیوی اپنے شوہر کی اولاد کی نگراں ہے اور اُس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

"نگراں ہے" یعنی اُن کی تربیت و اصلاح کا ذمہ دار ہے، یہ اُس کی ذمہ داری ہے کہ اُن کو ٹھیک حالت میں رکھے اور بگڑنے سے بچائے۔ اگر اصلاح و تربیت کے کام سے غفلت برتتا ہے، اُن کو بگڑنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ حساب کے دن بازپرس کرے گا۔

(۳۰۷) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ یَّلِیْ رَعِیَّۃً مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَھُوَ غَاشٌّ لَّھُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ۔ (متفق علیہ)

معقل ابن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور وہ اُن کے ساتھ خیانت کرے تو اللہ اُس پر جنت حرام کردے گا۔

(۳۰۸) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا وَالٍ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَلَمْ يَنْصَحْ لَهُمْ وَلَمْ يَجْهَدْ لَهُمْ لِنُصْحِهٖ وَجُهْدِهٖ لِنَفْسِهٖ كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمْ يَحْفَظْهُمْ بِمَا يَحْفَظُ بِهٖ نَفْسَهٗ وَاَهْلَهٗ۔

(طبرانی ۔ کتاب الخراج)

حضرت معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ جس کسی شخص نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملہ کی ذمہ داری قبول کی، پھر اُس نے اُن کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی اور اُن کے کام کی انجام دہی میں اپنے آپ کو اس طرح نہیں تھکایا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے اپنے آپ کو تھکاتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اُس شخص کو مُنھ کے بل جہنم میں گرا دے گا۔ اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ ہے۔ پھر اُن کی حفاظت ایسے طریقہ سے نہیں کی جس طریقہ سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا تھا۔

(۳۰۹) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ بَعَثَنِيْ اِلَى الشَّامِ، يَا يَزِيْدُ اِنَّ لَكَ قَرَابَةً عَسَيْتَ اَنْ تُؤْثِرَهُمْ بِالْاِمَارَةِ وَذٰلِكَ اَكْبَرُ مَا اَخَافُ عَلَيْكَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اَحَدًا مُّحَابَاةً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا حَتّٰى يُدْخِلَهٗ

یزید بن ابی سفیانؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مجھے سپہ سالار بناکر شام کی طرف روانہ کیا تو اس وقت یہ نصیحت فرمائی۔ اے یزید! تمھارے کچھ رشتہ دار ہیں، ہو سکتا ہے کہ تم اُن کو ذمہ داریاں سونپنے میں ترجیح دو۔ یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے جو مجھے تمھاری طرف سے لاحق ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہوا اور وہ مسلمانوں پر کسی کو حکمران بنائے محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے تو اُس کے اوپر اللہ کی لعنت ہوگی، اللہ اس

جَهَنَّمَ۔ (کتاب الخراج، امام ابویوسفؒ)

کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ جہنم میں ڈال دے گا۔

(۳۱۰) قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعُمَرَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّيْ إِنَّمَا اسْتَخْلَفْتُكَ نَظَرًا لِمَا خَلَّفْتُ وَرَائِيْ، وَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتَ مِنْ أَثَرَتِهِ أَنْفُسَنَا عَلٰى نَفْسِهِ وَأَهْلَنَا عَلٰى أَهْلِهِ حَتّٰى إِنْ كُنَّا لَنَظَلُّ لَنُهْدِيْ إِلٰى أَهْلِهِ مِنْ فُضُوْلِ مَا يَأْتِيْنَا عَنْهُ۔

(کتاب الخراج، امام ابویوسفؒ)

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! میں نے مسلمانوں پر شفقت کے پیشِ نظر تمھیں خلیفہ منتخب کیا ہے، اور تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی ہے۔ تم نے دیکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح ہم کو اپنے اوپر اور ہمارے گھر والوں کو اپنے گھر والوں کے اوپر ترجیح دیتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو جو کچھ آپؐ کی طرف سے ملتا اُس میں سے جو کچھ بچ جاتا وہ ہم نبیؐ کے گھر والوں کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

(۳۱۱) خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ لَنَا عَلَيْكُمْ حَقَّ النَّصِيْحَةِ بِالْغَيْبِ وَالْمَعُوْنَةِ عَلَى الْخَيْرِ، أَيُّهَا الرِّعَاءُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ حِلْمٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ وَلَا أَعَمَّ نَفْعًا مِّنْ حِلْمِ إِمَامٍ وَّرِفْقِهِ، وَلَيْسَ مِنْ جَهْلٍ أَبْغَضَ إِلَى اللهِ وَأَعَمَّ ضَرَرًا مِّنْ جَهْلِ إِمَامٍ وَّخَرَقِهِ۔ (کتاب الخراج۔ امام ابویوسفؒ)

امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطابؓ نے (ایک مشترک اجتماع میں جس میں عوام اور ذمہ دارانِ حکومت موجود تھے) تقریر کرتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! ہمارا تم پر حق ہے کہ پیٹھ پیچھے ہمارے خیر خواہ رہو اور نیکی کے کاموں میں ہم کو مدد دو۔ (پھر فرمایا) اے ذمہ دارانِ حکومت! امیر کی بُردباری اور اُس کی نرمی سے زیادہ نفع بخش اور اللہ کو محبوب کوئی اور بُردباری نہیں ہے۔ اسی طرح امیر کی جذباتیت اور بے سلیقہ کام کرنے

سے زیادہ ضرر رساں اور مبغوض کوئی اور جذباتیت اور بدسلیقگی نہیں ہے۔

(۳/۲۱۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِہَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَۃٍ، فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ۔ (متفق علیہ ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اجتماعی معاملات کے ذمہ دار کی بات سُننی اور ماننی ضروری ہے، چاہے وہ حکم اپنی طبیعت کے لیے خوشگوار ہو یا ناخوشگوار بشرطیکہ وہ معصیت نہ ہو، البتہ جب اُسے خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو وہ بات نہ سُننی چاہیے نہ ماننی چاہیے۔

(۲/۲۱۳) عَنْ تَمِیْمِ نِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلَاثًا قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِکِتٰبِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ۔ (مسلم)

حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دین خلوص و خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی ہم نے پوچھا، کس کے لیے خلوص اور خیر خواہی؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کے لیے، اُس کے رسولؐ کے لیے، اُس کی کتاب کے لیے مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے سربراہوں کے لیے اور عام اہلِ اسلام کے لیے۔

نصیحت کا لفظ عربی زبان میں خیانت و بے ایمانی، کھوٹ اور ملاوٹ کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس کا ترجمہ مخلصانہ وفاداری اور مخلصانہ خیر خواہی سے کیا جاتا ہے اللہ کے لیے مخلصانہ وفاداری کا تو مطلب بالکل واضح ہے، اور ہم اُسے ایمان باللہ کے عنوان کے تحت بیان کر آئے ہیں، اسی طرح کتاب اور رسولؐ کے ساتھ خلوص اور وفاداری کا مطلب بھی قرآن اور رسولؐ کے عنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے۔ ایمانیات کے باب میں دیکھ لیا جائے اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور خلوص کی تفصیل معاشرت کے باب میں مسلمانوں کے حقوق کے تحت دی جا چکی ہے۔ رہی مسلمانوں

کے اجتماعی نظم کے ذمہ داروں کے ساتھ خیرخواہی اور مخلصانہ وفاداری، تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُن سے محبت کا تعلق ہو اگر وہ حکم دیں تو وفادارانہ اطاعت ہونی چاہیے۔ اور دعوت و تنظیم کے اُمور میں خوشدلی کے ساتھ اُن کا ہاتھ بٹانا چاہیے، اور وہ کسی غلط رُخ پر جا رہے ہوں، تو محبت آمیز لہجہ میں اُنھیں ٹوکنا چاہیے۔ اگر کوئی غلط قسم کی رواداری برتتا ہے۔ غلطی کو دیکھتا ہے، مگر ٹوکتا نہیں، تو ایسا شخص اپنے ذمہ دار کا خیرخواہ نہیں، بدخواہ ہے۔ ایسا کرنا جماعتی خیانت کے ہم معنیٰ ہے۔ لیکن یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب ذمہ دار لوگ مخلصانہ تنقید برداشت کریں، نہ صرف برداشت کریں بلکہ لوگوں کے اندر یہ تاثر پیدا کر دیں کہ اُن کا سربراہ کار غلطی پر ٹوکنے کو پسند کرتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا اور اُن کی اِس خیرخواہی کے جواب میں اُن کے لیے دُعائے خیر کرتا ہے اور کوئی اگر بے ڈھنگے طریقے سے ٹوکے تو اُسے نرمی سے بتائے کہ ایسے طریقہ پر بات نہ کہو جو تہذیب و متانت کے خلاف ہو۔ حضرت عمرؓ کو کسی نے کسی بات پر ٹوکا تو مجمع میں ایک شخص نے امیرالمومنین کی شان و حیثیت کا خیال کر کے ٹوکنے والے کو دَبانا اور خاموش کرنا چاہا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا

دَعْهُ لَاخَيْرَ فِيهِمْ إِنْ لَّمْ يَقُوْلُوْهَا لَنَا وَلَاخَيْرَ فِيْنَا إِنْ لَّمْ نَقْبَلْ۔

(کتاب الخراج، امام ابو یوسفؒ)

اِس کو کہنے دو، اگر لوگ ہم سے اس طرح کی باتیں نہ کہیں تو اُن کے اندر کوئی خیر نہیں ہم اس طرح کی خیرخواہی کو قبول نہ کریں تو ہمارے اندر کوئی بھلائی نہیں۔

اِسی طرح کے بہت سے نمونے ہمارے اسلاف نے چھوڑے ہیں جن میں دونوں کے لیے ہدایت اور روشنی ہے، اُمراء کے لیے بھی اور مامورین کے لیے بھی یہاں

ہم صرف ایک نمونہ پیش کریں گے۔ جب حضرت عمرؓ پر خلافت کی ذمہ داری آئی تو ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ نے ایک مشترک خط لکھا جس کے لفظ لفظ سے خیرخواہی ٹپکتی ہے۔ خط یہ ہے:-

مِنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ سَلَامٌ عَلَيْكَ۔ اَمَّا بَعْدُ:

فَاِنَّا عَهِدْنَاكَ وَاَمْرُ نَفْسِكَ لَكَ مُهِمٌّ، فَاَصْبَحْتَ قَدْ وُلِّيْتَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحْمَرِهَا وَاَسْوَدِهَا، يَجْلِسُ بَيْنَ يَدَيْكَ الشَّرِيْفُ وَالْوَضِيْعُ وَالْعَدُوُّ وَالصَّدِيْقُ، وَلِكُلٍّ حِصَّةٌ مِّنَ الْعَدْلِ، فَانْظُرْ كَيْفَ اَنْتَ عِنْدَ ذٰلِكَ يَا عُمَرُ، وَاِنَّا نُحَذِّرُكَ يَوْمًا تَعْنُوْ فِيْهِ الْوُجُوْهُ، وَتَجِفُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ، وَتَنْقَطِعُ فِيْهِ الْحُجَجُ لِحُجَّةِ مَلِكٍ قَهَرَهُمْ بِجَبَرُوْتِهٖ، فَالْخَلْقُ دَاخِرُوْنَ لَهٗ، يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عِقَابَهٗ، وَاِنَّا كُنَّا نُحَدَّثُ اَنَّ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيَرْجِعُ فِيْ اٰخِرِ

یہ خط ہے ابو عبیدہ بن جراحؓ اور مُعاذ بن جبلؓ کی طرف سے حضرت عمر بن خطابؓ کے نام، آپ پر سلامتی ہو۔

ہم نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذاتی اصلاح و تربیت و نگرانی کے لیے فکرمند رہتے تھے، اور اَب تو آپ پر اس پُوری اُمت کی تربیت و نگرانی کی ذمہ داری آپڑی ہے۔ امیرالمومنین! آپ کی مجلس میں اونچے درجہ کے لوگ بھی بیٹھیں گے اور نچلے درجہ کے لوگ بھی، دشمن بھی آپ کے پاس آئیں گے، دوست بھی، اور انصاف میں ہر ایک کا حصہ ہے تو آپ کو سوچنا ہے کہ ایسی حالت میں آپ کیا طرزِ عمل اختیار فرماتے ہیں؟ ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن خدائے جبار کے سامنے لوگ سرنگوں ہوں گے، دل خوف سے لرز رہے ہوں گے اور خدائے جبّار و قاہر کی دلیل کے سامنے سب کی دلیلیں بے کار ہو کر رہ جائیں گی، اُس دن تمام لوگ اُس کے سامنے عاجز و بے بس

زَمَانِهَا اِلٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا اِخْوَانَ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءَ السَّرِيْرَةِ وَاِنَّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ يَّنْزِلَ كِتٰبُنَا اِلَيْكَ سِوَى الْمَنْزِلِ الَّذِىْ نَزَلَ مِنْ قُلُوْبِنَا، فَاِنَّمَا كَتَبْنَا بِهٖ نَصِيْحَةً لَّكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

ہوں گے، لوگ اُس کی رحمت کی اُمید کرتے ہوں گے اور اُس کے عذاب سے ڈر رہے ہوں گے۔ اور ہم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ اس اُمت کے لوگ آخر زمانہ میں ظاہری طور پر ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باطنی طور پر ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

اور ہم اِس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمارے اِس خط کو آپ وہ حیثیت نہ دیں جو اس کی واقعی اور حقیقی حیثیت ہے۔ ہم نے یہ خط خیر خواہی و اخلاص کے جذبہ سے آپ کو لکھا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔"

یہ خط امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُنھوں نے اس کا یہ جواب دیا:۔

مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰى اَبِىْ عُبَيْدَةَ وَمُعَاذٍ، سَلَامٌ عَلَيْكُمَا، اَمَّا بَعْدُ:۔ فَقَدْ اَتَانِىْ كِتَابُكُمَا تَذْكُرَانِ اَنَّكُمَا عَهِدْتُمَانِىْ وَاَمْرُ نَفْسِىْ لِىْ مُهِمٌّ، فَاَصْبَحْتُ قَدْ وُلِّيْتُ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحْمَرِهَا وَاَسْوَدِهَا يَجْلِسُ بَيْنَ يَدَىَّ الشَّرِيْفُ وَالْوَضِيْعُ وَالْعَدُوُّ وَالصَّدِيْقُ وَلِكُلٍّ حِصَّةٌ مِّنَ الْعَدْلِ

عمر بن خطابؓ کی طرف سے ابو عبیدہؓ اور معاذؓ کے نام۔ سلامتی ہو تم دونوں پر۔ تمھارا مشترکہ خط ملا جس میں لکھا ہے کہ اب سے پہلے تو میں اپنی ذات کی اصلاح و تربیت و حفاظت و نگرانی کے لیے ہی متفکر رہتا تھا، لیکن اب تو اس پوری اُمت کی ذمہ داری میرے سر آپڑی ہے میرے سامنے اونچے درجہ کے لوگ بھی بیٹھیں گے اور نچلے درجہ کے لوگ بھی، دوست بھی میرے پاس آئیں گے دشمن

كَتَبْتُمَا فَانْظُرْ كَيْفَ أَنْتَ عِنْدَ ذٰلِكَ يَا عُمَرُ وَإِنَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ عِنْدَ عُمَرَ عِنْدَ ذٰلِكَ إِلَّا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَتَبْتُمَا تُحَذِّرَانِنِيْ مَا حُذِّرَتْ عَنْهُ الْأُمَمُ قَبْلَنَا، وَقَدِيْمًا كَانَ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِآجَالِ النَّاسِ يُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيْدٍ، وَيُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيْدٍ، وَيَأْتِيَانِ بِكُلِّ مَوْعُوْدٍ، حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ إِلٰى مَنَازِلِهِمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، كَتَبْتُمَا تُحَذِّرَانِنِيْ أَنَّ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَيَرْجِعُ فِيْ آخِرِ زَمَانِهَا إِلٰى أَنْ يَكُوْنُوْا إِخْوَانَ الْعَلَانِيَةِ أَعْدَاءَ السَّرِيْرَةِ وَلَسْتُمْ بِأُولٰئِكَ، وَلَيْسَ هٰذَا بِزَمَانِ ذَاكَ، وَذٰلِكَ زَمَانٌ تَظْهَرُ فِيْهِ الرَّغْبَةُ وَالرَّهْبَةُ، تَكُوْنُ رَغْبَةُ النَّاسِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ لِصَلَاحِ دُنْيَاهُمْ، كَتَبْتُمَا تُعَوِّذَانِنِيْ بِاللّٰهِ أَنْ أُنْزِلَ كِتَابَكُمَا سِوَى الْمَنْزِلِ الَّذِيْ نَزَلَ مِنْ قُلُوْبِكُمَا، وَأَنَّكُمَا كَتَبْتُمَا

بھی، اور ہر ایک کا حق ہے کہ اُس کے ساتھ عدل کیا جائے۔ تو تم نے لکھا ہے کہ اے عمرؓ! سوچو کہ تمہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ —— میں اِس کے جواب میں اور کیا کہوں کہ عمرؓ کے پاس نہ تدبیر ہے نہ قوت۔ اگر اُسے قوت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی طرف سے مل سکتی ہے پھر تم نے مجھے اس انجام سے ڈرایا ہے جس انجام سے ہم سے پہلے کے لوگ ڈرائے گئے تھے۔ یہ دِن رات کی گردش جو انسانوں کی زندگیوں سے وابستہ ہے، یہ برابر قریب لا رہی ہے اُس چیز کو جو دُور ہے اور بوسیدہ بنا رہی ہے ہر جدید کو، اور لا رہی ہے ہر پیشین گوئی کو، یہاں تک کہ دُنیا کی عمر ختم ہو جائے گی اور آخرت نمودار ہوگی جس میں ہر شخص جنت یا جہنم میں پہنچ جائے گا۔ نیز تم نے اپنے خط میں اس بات سے ڈرایا ہے کہ اس اُمت کے لوگ آخر زمانے میں ظاہراً ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باطناً ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ تو یاد رکھو تم وہ لوگ نہیں ہو جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے، اور نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے جب یہ منافقت ظاہر ہوگی، وہ تو وہ وقت ہوگا جب لوگ اپنے دُنیاوی مفاد

بِہٖ نَصِیْحَۃً لِیْ، وَقَدْ صَدَقْتُمَا، فَلَا تَدَعَا الْکِتَابَۃَ اِلَیَّ، فَاِنَّہٗ لَا غِنٰی لِیْ عَنْکُمَا، وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمَا۔

(المسلمون، فروری ۱۹۵۴ء)

کے لیے ایک دوسرے سے محبت کریں گے اور دُنیاوی مفاد کو بچانے کے لیے ایک دوسرے سے ڈریں گے پھر تم نے لکھا ہے کہ اللہ کی پناہ کہ میں تمھارے خط سے کوئی غلط تاثر لوں، بلاشبہ تم سچ کہتے ہو، تم نے خیر خواہی ہی کے جذبہ سے لکھا ہے، آیندہ خط لکھنا بند نہ کرنا، میں تم دونوں کی نصیحت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

والسّلام

حق کی محبت، باطل سے نفرت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

(۳۱۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

(مشکوٰۃ۔ ابراہیم بن میسرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی بدعتی کی عزت کرے گا تو اُس نے اِسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔

بدعتی سے مُراد وہ شخص ہے جس نے اِسلام کے اندر کوئی ایسا نظریہ یا عمل داخل کیا جو اسلام سے ٹکراتا ہے یا اس سے میل نہیں کھاتا، ایسا شخص اسلام کی عمارت کو ڈھانے کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص اس کا احترام و تعظیم کرتا ہے وہ شخص اسلام کے ڈھانے میں مددگار بنتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ایسے لوگ مسلمانوں کی سوسائٹی میں عزت و احترام کی نگاہ سے نہ دیکھے جائیں اور اُن کے فعل کو برداشت نہ کیا جائے۔ ذرا اس حدیث پر غور کیجیے، اور پھر اپنی سوسائٹی کو دیکھیے کہ اس لحاظ سے اُس کا کیا حال ہے؟

(۳۱۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُنَّ لِلْمُنَافِقِ سَیِّدٌ فَاِنَّہٗ اِنْ یَّکُنْ فَقَدْ اَسْخَطْتُّمْ رَبَّکُمْ۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کو سردار مت کہو، اِس لیے کہ اگر ایسا ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

"سردار نہ کہو" کا مطلب یہ ہے کہ ایسا آدمی جو جانتے بوجھتے قول اور عمل کا تضاد رکھتا ہے، جس کو اِسلام کی حقانیت پر یقین نہیں ہے، جس کو اِسلامی تعلیمات کے بارے میں شک ہے، ایسے آدمی کو اپنا سردار نہ بناؤ اگر ایسا کرو گے تو خدا کی ناراضی مول لوگے، اور جس سے خدا ناراض ہو جائے اُس کا کہیں ٹھکانا نہیں، دُنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی تباہی۔

(۳۱۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَا تَعُوْدُوْا شُرَّابَ الْخَمْرِ اِذَا مَرِضُوْا (الادب المفرد)

عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ فرماتے ہیں کہ شراب پینے والے جب بیمار پڑیں تو اُن کی عیادت کو مت جاؤ۔

(۳۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَاءُ ھُمْ فَلَمْ یَنْتَھُوْا فَجَالَسُوْھُمْ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَاٰکَلُوْھُمْ وَشَارَبُوْھُمْ فَضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاؤٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ، ذٰلِکَ بِمَا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانیوں کے کام کرنے لگے تو اُن کے عُلما نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رُکے تو اُن کے عالم اُن کا بائیکاٹ کرنے کے بجائے، اُن کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور اُن کے ساتھ کھانے پینے لگے، جب ایسا ہوا تو اللہ تعالےٰ نے اُن سب کے دل ایک جیسے کردیئے اور پھر حضرت داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان سے اللہ نے اُن پر لعنت کی

عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدَىِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا اَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ ۔

(بیہقی ۔ مشکوٰۃ ۔ ابن مسعودؓ)

یہ اِس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اسی میں بڑھتے چلے گئے ۔ عبداللہ ابن مسعودؓ جو اِس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ، تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائیوں سے روکتے رہو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور ظالم کو حق پر جھکاؤ گے ۔ اگر تم لوگ ایسا نہیں کرو گے تو تم سب کے دِل بھی ایک ہی طرح کے ہو جائیں گے اور پھر اللہ تم کو اپنی رحمت اور ہدایت سے دور پھینک دے گا ، جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ اس نے معاملہ کیا۔

(۳۱۸) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِىْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً، فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِىْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِىْ اَعْلَاهَا ، فَكَانَ الَّذِىْ فِىْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِىْ اَعْلَاهَا ، فَتَاَذَّوْا بِهٖ فَاَخَذَ فَاْسًا ، فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ

نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، وہ شخص جو اللہ کے احکام کو توڑتا ہے اور جو اللہ کے احکام کو توڑتے ہوئے دیکھتا ہے مگر اُسے ٹوکتا نہیں ، اُس کے ساتھ رواداری برتتا ہے ؛ ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگوں نے ایک کشتی لی اور قرعہ ڈالا ، اس کشتی میں مختلف درجے ہیں ، اوپر نیچے ، چند آدمی اوپری حصہ میں بیٹھے اور چند نچلے حصہ میں ، تو جو لوگ نچلے حصہ میں بیٹھے تھے ،

فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ ؟ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ، فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ (بخاری)

وہ پانی کے لیے اُوپر والوں کے پاس سے گزرتے تک سمندر سے پانی بھریں، تو اوپر والوں کو اس سے تکلیف ہوتی، آخر کار نیچے کے لوگوں نے کلھاڑی لی اور کشتی کے پیندے کو پھاڑنے لگے، اوپر کے لوگ اُن کے پاس آئے اور کہا تم یہ کیا کرتے ہو؟ اُنھوں نے کہا ہمیں پانی کی ضرورت ہے اور سمندر سے پانی اوپر جا کر ہی بھرا جا سکتا ہے، اور تم ہمارے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتے ہو، تو اب کشتی کے تختوں کو توڑ کر دریا سے پانی حاصل کریں گے ______ حضورؐ نے یہ مثال بیان کر کے فرمایا، اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور سوراخ کرنے سے روک دیتے ہیں تو اُنھیں بھی ڈوبنے سے بچا لیں گے اور اپنے کو بھی بچا لیں گے، اور اگر اُنھیں اُن کی حرکت سے روکنے اور چشم پوشی اختیار کرتے ہیں تو اُنھیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے۔

(۳۱۹) خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَثْنٰى عَلٰى طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا يُفَقِّهُوْنَ جِيْرَانَهُمْ وَلَا يُعَلِّمُوْنَهُمْ وَلَا يَعِظُوْنَهُمْ ؟ وَمَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا يَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ جِيْرَانِهِمْ وَلَا يَتَفَقَّهُوْنَ وَلَا يَتَّعِظُوْنَ ؟ وَاللّٰهِ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِيْرَانَهُمْ وَيُفَقِّهُوْنَهُمْ وَيَاْمُرُوْنَهُمْ وَيَنْهَوْنَهُمْ وَلَيَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِنْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اُس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کیوں ایسا ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دینی سمجھ نہیں پیدا کرتے اور اُنھیں تعلیم نہیں دیتے، اور دین نہ جاننے کے عبرت ناک نتائج اُنھیں نہیں بتاتے اور اُنھیں بُرے کاموں سے نہیں روکتے ؟ اور کیوں ایسا ہے کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے اور دینی سمجھ نہیں پیدا کرتے اور دین نہ جاننے کے عبرت ناک نتائج نہیں معلوم کرتے ؟ خدا کی قسم! لوگ اپنے پڑوسیوں

جِيْرَانِهِمْ وَ يَتَفَقَّهُوْنَ وَيَتَّعِظُوْنَ اَوْ
لَاُعَاجِلَنَّهُمُ الْعُقُوْبَةَ ثُمَّ نَزَلَ ، فَقَالَ قَوْمٌ
مَّنْ تَرَوْنَهٗ عَنٰى بِهٰؤُلَاءِ ؟ قَالُوْا
اَلْاَشْعَرِيِّيْنَ ، هُمْ قَوْمٌ فُقَهَاءُ وَلَهُمْ
جِيْرَانٌ جُفَاةٌ مِّنْ اَهْلِ الْمِيَاهِ وَالْاَعْرَابِ ،
فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ فَاَتَوْا رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ ذَكَرْتَ قَوْمًا بِخَيْرٍ وَّ ذَكَرْتَنَا
بِشَرٍّ فَمَا بَالُنَا فَقَالَ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ
جِيْرَانَهُمْ وَلَيَعِظُنَّهُمْ وَلَيَاْمُرُنَّهُمْ وَلَيَنْهَوْنَّهُمْ
وَلَيَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِّنْ جِيْرَانِهِمْ وَيَتَّعِظُوْنَ
وَيَتَفَقَّهُوْنَ اَوْ لَاُعَاجِلَنَّهُمُ الْعُقُوْبَةَ فِى الدُّنْيَا
فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنُفَطِّنُ غَيْرَنَا ؟
فَاَعَادَ قَوْلَهٗ عَلَيْهِمْ فَاَعَادُوْا قَوْلَهُمْ
"اَنُفَطِّنُ غَيْرَنَا ؟ فَقَالَ ذٰلِكَ اَيْضًا ،
فَقَالُوْا اَمْهِلْنَا سَنَةً ، فَاَمْهَلَهُمْ سَنَةً
لِيُفَقِّهُوْهُمْ وَيَعِظُوْهُمْ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ
"لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ"
الاٰیہ طبرانی

کو لازمًا تعلیم دیں ، اُن کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں ، انھیں نصیحت کریں ، اُن کو اچھی باتیں بتائیں اور اُن کو بُری باتوں سے روکیں ۔ نیز لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا ، دین کی سمجھ پیدا کرنی ہوگی ، اور ان کے وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا ورنہ میں اُنھیں بہت جلد سزا دوں گا ۔ پھر آپؐ منبر سے اُتر آئے اور تقریر ختم کردی ۔ سامعین میں سے کچھ لوگوں نے کہا یہ کون لوگ تھے جن کے خلاف آپؐ نے تقریر فرمائی ؟ دوسرے لوگوں نے بتایا کہ آپؐ کا روئے سخن قبیلۂ اشعر کے لوگوں کی طرف تھا ۔ یہ لوگ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور اُن کے پڑوس میں چشموں پر رہنے والے دیہاتی اُجڈ لوگ ہیں ۔ جب اس تقریر کی خبر اشعری لوگوں کو پہنچی تو وہ حضورؐ کے پاس آئے ۔ اُنھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ! آپ نے اپنی تقریر میں کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی اور ہمارے اوپر غصہ فرمایا ، تو ہم سے کیا قصور سرزد ہوا ؟ آپؐ نے فرمایا لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازمًا تعلیم دیں ، اُنھیں وعظ و نصیحت کریں ، اچھی باتوں کی تلقین کریں اور بُری باتوں سے روکیں ۔ اسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا ، وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا ،

اور اپنے اندر دینی سمجھ پیدا کرنی ہوگی، ورنہ میں اُن لوگوں کو بہت جلد دُنیا میں سزا دوں گا۔ تو اشعرین نے کہا، اے اللہ کے رسُولؐ! کیا ہم دوسروں میں سمجھ پیدا کریں (کیا تعلیم و تبلیغ بھی ہماری ذمہ داری ہے؟) تو آپؐ نے فرمایا، ہاں یہ بھی تمھاری ذمہ داری ہے تو ان حضرات نے کہا کہ ہم کو ایک سال کی مُہلت دیجیے۔ چنانچہ حضورؐ نے اُن کو ایک سال کی مُہلت دی جس میں وہ اپنے پڑوسیوں کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں گے اور احکام بتائیں گے۔ اِس کے بعد نبیؐ نے یہ آیت پڑھی، لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الخ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سُورۂ مائدہ کی جس آیت کی تلاوت فرمائی اُس کا ترجمہ یہ ہے:-

"بنی اسرائیل کے کفر اختیار کرنے والوں پر لعنت کی گئی داؤدؑ کی زبان سے اور عیسٰی ابن مریمؑ کی زبان سے۔ اور یہ لعنت اِس لیے کی گئی کہ اُنھوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور برابر اللہ کے احکام کو توڑتے چلے گئے۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کو بُری باتوں کے کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ بلاشُبہ اُن کی یہ حرکت نہایت بُری تھی"۔

دعوت بلا عمل

(۳۲۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْتَمِعُ اَھْلُ النَّارِ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلَانُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں پھینک دیا جائے گا تو اُس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی پھر اُسے آگ میں اِس طرح لیے پھرے گا جیسے گدھا اپنی چکّی میں پھرتا ہے، تو دوسرے جہنمی لوگ اُس کے پاس اکٹھا

مَاشَانُکَ ؟ اَلَیْسَ کُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَانَا عَنِ الْمُنْکَرِ ؟ قَالَ کُنْتُ اٰمُرُکُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَا اٰتِیْہِ وَ اَنْھٰکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاٰتِیْہِ۔

(بخاری، مسلم۔ اُسامہ بن زیدؓ)

ہوں گے اور پوچھیں گے اے فلاں یہ تیرا کیا حال ہے ؟ کیا تم ہم کو دُنیا میں نیکیوں کی تلقین نہیں کرتے تھے ؟ اور بُرائیوں سے نہیں روکتے تھے ؟ (ایسے نیکی کے کام کرنے کے باوجود تم یہاں کیسے آگئے) وہ شخص کہے گا کہ میں تمھیں تو نیکیوں کی تلقین کرتا تھا اور خود اُس کے قریب نہیں جاتا تھا اور بُرائیوں سے تم کو تو روکتا تھا پر خود کرتا تھا۔

(۳۲۱) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَّارٍ، قُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلُ ؟ قَالَ ھٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِکَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَیَنْسَوْنَ اَنْفُسَھُمْ۔

(مشکوٰۃ۔ انسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں، میں نے جبریلؑ سے پُوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں ؟ جبریلؑ نے کہا کہ یہ آپؐ کی اُمّت کے مُقررین ہیں، یہ لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔

---

(۳۲۲) عَنْ حَرْمَلَۃَ قَالَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تَاْمُرُنِیْ بِہٖ اَعْمَلُ ؟ فَقَالَ اِئْتِ الْمَعْرُوْفَ وَاجْتَنِبِ الْمُنْکَرَ، وَانْظُرْ مَا یُعْجِبُ اُذُنَکَ اَنْ یَّقُوْلَ لَکَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِھِمْ فَاْتِہٖ، وَانْظُرِ الَّذِیْ تَکْرَہُ اَنْ یَّقُوْلَ لَکَ

حضرت حرملہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے کن باتوں پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو نیکی پر عمل کر، اور بُرائی سے بچ، اور دیکھ اگر تو یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ مجلس سے تیرے اُٹھ کر چلے جانے کے بعد اچھے اوصاف سے یاد کریں، تو تو اپنے اندر اچھے اوصاف

الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَاجْتَنِبْهُ۔ (بخاری)

پیدا کر۔ اور جن باتوں کو تو ناپسند کرتا ہے کہ تیری علم موجودگی میں لوگ تیرے بارے میں کہیں تو تو اُس سے پرہیز کر۔

مطلب یہ کہ آدمی چاہتا ہے کہ لوگ اچھے الفاظ سے اُسے یاد کریں تو اُسے ویسے ہی کام کرنے چاہییں، اور آدمی ناپسند کرتا ہے کہ لوگ بُرے اوصاف سے اُسے یاد کریں، تو ایسے اوصاف سے بچنا چاہیے۔

(۳۲۳) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اُرِيْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ، فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبَلَغْتَ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ؟ قَالَ اَرْجُوْ، فَقَالَ لَهٗ اِنْ لَّمْ تَخْشَ اَنْ تُفْتَضَحَ بِثَلٰثِ اٰيٰتٍ مِّنْ كِتٰبِ اللّٰهِ فَافْعَلْ، قَالَ الرَّجُلُ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ قَوْلُهٗ "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ" الْاٰيَةَ، فَهَلْ اَحْكَمْتَ هٰذِهٖ؟ قَالَ لَا، فَقَالَ وَالثَّانِيَةُ قَوْلُهٗ "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ"، فَهَلْ اَحْكَمْتَهَا؟ قَالَ لَا، فَقَالَ وَالثَّالِثَةُ مَقَالَةُ شُعَيْبٍ "مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ"، فَهَلْ اَحْكَمْتَهَا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَابْدَاْ بِنَفْسِكَ۔ (الدعوة)

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں تبلیغ دین کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا چاہتا ہوں، اُنھوں نے کہا کہ کیا تم اس مرتبہ پر پہنچ چکے ہو؟ اُس نے کہا ہاں توقع تو ہے۔ ابنِ عبّاسؓ نے کہا کہ اگر تمھیں یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن کی تین آیتیں رُسوا کر دیں گی، تو ضرور تبلیغ دین کا کام کرو، اُس نے کہا وہ کون سی تین آیتیں ہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا پہلی آیت یہ ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ) "کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے رہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو؟" ابن عباسؓ نے کہا، کیا اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے؟ اُس نے کہا، نہیں۔ اور دوسری آیت: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ "تم کیوں کہتے ہو وہ بات جس کو کرتے نہیں؟" ہے تو

اس پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ اور تیسری آیت مَا اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَا اَنۡھٰکُمۡ عَنۡہُ. (سورۂ ہود) ہے۔ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ''جن بری باتوں سے میں تمھیں منع کرتا ہوں، ان کو بڑھ کر خود کرنے لگوں۔ میری نیت یہ نہیں (بلکہ میں تو اُن سے بہت دور ہوں گا تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے، ابن عباسؓ نے پوچھا کہ اس آیت پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ تو فرمایا، جاؤ پہلے اپنے کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، یہ مبلغ کی پہلی منزل ہے۔

یہ شخص اپنے سے غافل اور دوسروں کو تبلیغ کرنے کا "شوق" رکھتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے صحیح صورتِ حال کا اندازہ کر کے عمدہ مشورہ دیا۔

(۳۲۴) عَنِ الۡحَسَنِ قَالَ الۡعِلۡمُ عِلۡمَانِ، فَعِلۡمٌ فِی الۡقَلۡبِ فَذَاکَ الۡعِلۡمُ النَّافِعُ، وَعِلۡمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَاکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی ابۡنِ اٰدَمَ۔ (دارمی)

حضرت حسنؒ نے فرمایا، علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک علم تو وہ ہے جو زبان سے گزر کر دل میں جگہ پکڑ لیتا ہے یہی علم قیامت میں کام آئے گا، اور ایک وہ ہے جو صرف زبان پر رہتا ہے، دل تک نہیں پہنچتا، یہ علم اللہ عزّ وجل کی عدالت میں آدمی کے خلاف حجت اور دلیل بنے گا۔

یعنی ایسے آدمی کو اللہ یہ کہہ کر سزا دے گا کہ تو تو سب کچھ جانتا بوجھتا تھا، پھر عمل کا توشہ اپنے ساتھ کیوں نہیں لایا جو تیرے کام آتا۔

حصولِ علمِ دین

(۳۲۵) عَنۡ مُعَاوِیَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر سے نوازنا چاہتا ہے اسے اپنے

بِہٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ (بخاری مسلم) دین کا علم وفہم دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ دین کا علم وفہم تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے، جس کو یہ چیز ملی، اُسے دین و دُنیا کی سعادت ملی، وہ اس سے اپنی زندگی سنوارے گا اور دوسرے بندگانِ خدا کی زندگیوں کو بھی سنوارنے کی کوشش کرے گا۔

(۳۲۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَبِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرے تو اللہ اُس کے لیے جنت کی راہ آسان کرے گا اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمانی سکون نازل ہوتا ہے، رحمت اُن کو ڈھانک لیتی ہے، فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں، اور جس کو اُس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اُس کا نسب اُسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

اِس حدیث میں حضورؐ نے ایک طرف دین کا عِلم حاصل کرنے والوں کو خوشخبری دی ہے اور دوسری طرف اُن کو اِس خطرہ سے آگاہ کیا ہے کہ علم دین سیکھنے کا مقصد اس پر عمل کرنا ہے، اگر کسی نے عمل نہ کیا تو اپنے سارے خزانۂ علم کے باوجود پیچھے رہ جائے گا، نہ یہ علم اُسے آگے بڑھائے گا اور نہ اُس کی خاندانی شرافت کچھ کام دے گی۔ اونچا اُٹھانے والی چیز صِرف عمل ہے۔

(۳۲۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ، فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى الْخَيْرِ وَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ، اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ، فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ، وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا، فَجَلَسَ فِيْهِمْ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد —— مسجد نبوی میں آئے، دو جماعتیں وہاں بیٹھی تھیں (ایک جماعت ذکر و تسبیح میں مشغول تھی، اور دوسری جماعت کے لوگ دین سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے تھے) آپؐ نے فرمایا دونوں جماعتیں نیک کام میں لگی ہوئی ہیں لیکن ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت سے افضل ہے۔ یہ لوگ تو ذکرِ الٰہی اور دعا و استغفار میں لگے ہوئے ہیں، اللہ چاہے گا تو اُنھیں دے گا، نہ چاہے گا تو نہیں دے گا، رہی یہ دوسری جماعت تو یہ لوگ دین سیکھنے اور سکھانے میں لگے ہوئے ہیں، اور مجھے مُعلِّم (سکھانے والا) ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ اسی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔

دعوت و تبلیغ کے اہم اصول

(۳۲۸) كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُّ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ، فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہر پنجشنبہ کے دِن لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، تو اُن سے ایک آدمی نے کہا، اے ابوعبدالرحمٰنؓ! میری خواہش ہے کہ آپ ہم لوگوں کو ہر دن وعظ و نصیحت کیا کریں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہر دن تقریر کرنے سے جو چیز مجھے روکتی ہے وہ یہ ہے

اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِھَا مَخَافَۃَ السَّاٰمَۃِ عَلَیْنَا۔ (بخاری، مسلم)

کہ تم اُکتا جاؤ گے اور میں تمہیں اُکتا دینا پسند نہیں کرتا میں ناغہ دے کر وعظ و نصیحت کرتا ہوں جیسے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو ناغہ دے کر نصیحت فرماتے، اور اور آپ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ کہیں ہم لوگ اُکتا نہ جائیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے عمل سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دین کی تبلیغ کرنے والے لوگوں کو کسی کے سر پر سوار ہو کر وعظ و نصیحت نہ کرنی چاہیے بلکہ حالت کا جائزہ لینا چاہیے۔ موقع و محل دیکھنا چاہیے، اور اس کسان کی طرح رہنا چاہیے جو ہر وقت بارش کا انتظار کرتا ہے اور جوں ہی بارش ہوتی ہے فوراً زمین کو تیار کرنے میں لگ جاتا ہے۔ پس نہ تو بے موقع تبلیغ کرنا صحیح ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ آدمی موقع کی تلاش سے غافل رہے۔ مواقع آتے رہیں اور یہ اپنے وقار کی ناپ تول میں انھیں ضایع کرتا رہے۔

(۳۲۹) عَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ کُلَّ جُمُعَۃٍ مَرَّۃً، فَاِنْ اَبَیْتَ فَمَرَّتَیْنِ، فَاِنْ اَکْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّنَّ النَّاسَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ، وَلَا اُلْفِیَنَّکَ تَاْتِی الْقَوْمَ وَھُمْ فِیْ حَدِیْثٍ مِنْ حَدِیْثِھِمْ فَتَقُصُّ عَلَیْھِمْ فَتَقْطَعُ عَلَیْھِمْ حَدِیْثَھُمْ

عکرمہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر ہفتہ ایک مرتبہ وعظ کہا کرو، اور دو دفعہ کر سکتے ہو، اور تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کہنا، اور اس قرآن سے لوگوں کو متنفر نہ کرنا، اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات میں مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کر دو، اور اُن کی بات کاٹ دو، اگر تم ایسا کرو گے تو اُن کو وعظ و نصیحت سے

فَتُمِلَّهُمْ ، وَلٰكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا أَمَرُوْكَ
فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُوْنَهُ ، وَانْظُرِ
السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّيْ
عَهِدْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ۔
(بخاری)

متنفر کردو گے۔ بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو،
اور جب اُن کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ
کریں تو پھر وعظ کہو۔ اور دیکھو اسجع مقفیٰ عبارتیں
بولنے سے بچو، کیونکہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان
کے اصحابؓ کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ عبارت
آرائی نہیں کرتے تھے۔

ایک حدیث امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں نقل کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا تُبَغِّضُوْا عِبَادَ اللهِ عِبَادَةَ اللهِ۔

ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرو کہ اس کی وجہ سے لوگ اللہ کی بندگی سے نفرت کرنے لگیں۔

"جب وہ مطالبہ کریں" کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے اپنی خواہش کا اظہار کریں یا اُن کے چہرے بشرے سے اندازہ ہو جائے کہ اب دین کی بات سُننے کے موڈ میں ہیں تب اپنی بات کہنی چاہیے۔

(۳۰۳) إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعَثَ رَجُلًا يُصَدِّقُ النَّاسَ حِيْنَ أَمَرَهُ
اللهُ أَنْ يَأْخُذَ الصَّدَقَةَ ، فَقَالَ لَهُ
لَا تَأْخُذْ مِنْ حَزَرَاتِ أَنْفُسِ النَّاسِ
شَيْئًا، خُذِ الشَّارِفَ وَالْبِكْرَ وَذَاتَ
الْعَيْبِ فَذَهَبَ فَأَخَذَ ذٰلِكَ عَلٰى مَا

جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا
کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں، تو آپؐ نے زکوٰۃ کی
وصولیابی کے لیے ایک آدمی کو مقرر فرمایا اور اُسے یہ وصیت
کی کہ دیکھو لوگوں کے بہترین مال جس سے اُن کے
دلوں کو تعلق ہے مت لینا، تم بڈھی اونٹنیاں لینا
اور ایسی اونٹنیاں لینا جن کے بچے نہ ہوئے ہوں،

أَمَرَهُ النَّبِيُّ أَنْ يَّأْخُذَ حَتّٰى جَاءَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَذَكَرَ لَهُ أَنَّ اللهَ أَمَرَ رَسُوْلَهُ أَنْ يَّأْخُذَ الصَّدَقَةَ مِنَ النَّاسِ يُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَيُطَهِّرُهُمْ بِهَا، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ قُمْ فَخُذْ، فَذَهَبَ فَأَخَذَ الشَّارِفَ وَالْبِكْرَ وَذَاتَ الْعَيْبِ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللهِ مَا قَامَ فِيْ إِبِلِيْ أَحَدٌ قَطُّ يَأْخُذُ شَيْئًا لِلّٰهِ قَبْلَكَ، وَاللهِ لَتَخْتَارَنَّ۔

(کتاب الخراج، ابویوسفؒ)

اور عیب دار اونٹنیاں لینا۔ چنانچہ یہ محصل گیا اور نبیؐ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے مویشیوں میں سے زکوٰۃ وصول کی۔ یہاں تک کہ وہ ایک عرب دیہاتی کے پاس پہنچا اور اُسے بتایا کہ اللہ نے اپنے رسُول کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصُول کریں، یہ زکوٰۃ ان کی گندگی کو دور کرے گی اور ایمان کو بڑھائے گی۔ اس آدمی نے محصل سے کہا کہ یہ ہمارے مویشی ہیں، تم جاؤ اور ان میں سے لے لو۔ اس نے بڈھی، عیب دار اور بے بچہ کی اونٹنیاں لے لیں، تو اُس آدمی نے کہا کہ تم سے پہلے ہمارے اونٹوں میں سے خدا کا حق وصُول کرنے والا کوئی نہیں آیا۔ خُدا کی قسم اِنھیں تو بہترین اونٹ لینے ہوں گے۔ (بھلا خدا کے حضور میں خراب چیز پیش کی جائے گی؟)

اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دِن سے لوگوں کے بہترین مال زکوٰۃ میں وصول کرتے تو عین ممکن تھا کہ لوگ اِس حکم کے خلاف بغاوت کر دیتے، لیکن آہستہ آہستہ جب لوگوں کے اندر دین نے اپنی جڑیں جما لیں اور اُن کی تربیت ہوگئی، تب مدینہ سے بہت دور دیہات میں بسنے والے لوگوں کا یہ حال ہوا کہ وہ زکوٰۃ میں بہترین مال لینے پر اصرار کرتے۔

(۱۳۳) كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ۔ (بخاری، انسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اُس کو تین دفعہ دُہراتے (جب ضرورت محسوس کرتے) تاکہ وہ بات لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔

ہر زبان میں بولنے اور تقریر کرنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں، اُنھیں جاننا ضروری ہے مقصود تو لوگوں کے دِلوں میں اپنی بات اُتارنی ہے۔ سامعین جس قسم کے ہوں اِسی لحاظ سے زبان و بیاں اختیار کرنا ہوگا۔ کم پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے فلسفیانہ انداز میں بولنا اور مشکل الفاظ اور ترکیبیں استعمال کرنا دعوت کو بے نتیجہ بنانا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

كَانَ كَلَامُهُ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. (ابوداؤد)

یعنی آپؐ کی تقریر صاف اور واضح ہوتی تھی، جو سنتا، سمجھ جاتا۔

(۲۳۲) قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهَوَاتٍ وَّإِقْبَالًا وَّإِدْبَارًا فَأْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهَوَاتِهَا وَإِقْبَالِهَا، فَإِنَّ الْقَلْبَ إِذَا أُكْرِهَ عَمِيَ.

(کتاب الخراج۔ امام ابو یوسف)

''حضرت علیؓ نے فرمایا کہ دلوں کی کچھ خواہشیں اور میلانات ہوتے ہیں اور کسی وقت وہ بات سننے کے لیے تیار رہتے ہیں اور کسی وقت اُس کے لیے تیار نہیں رہتے تو لوگوں کے دلوں میں ان میلانات کے اندر سے داخل ہو اور اس وقت اپنی بات کہو جب کہ وہ سننے کے لیے تیار ہوں، اِس لیے کہ دل کا حال یہ ہے کہ جب اُس کو کسی بات پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے (اور بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے)۔

(۲۳۳) قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَلْفَقِيْهُ كُلُّ الْفَقِيْهِ مَنْ لَّمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُمْ فِيْ مَعَاصِي اللّٰهِ وَلَمْ يُؤَمِّنْهُمْ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ۔ (کتاب الخراج)

بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو (اپنی تقریر و وعظ سے) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا اور نہ اللہ کی نافرمانی کے لیے اُنھیں رخصتیں دیتا ہے، اور نہ اللہ کے عذاب سے اُنھیں بے خوف بناتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسے انداز میں تقریر کرنی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ اپنی نجات اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں صحیح نہیں ہے اور نہ یہ دُرست ہے کہ لوگوں کو اللہ کی غفورُ الرحمی اور حضورؐ کی شفاعت کا غلط مطلب بتا بتا کر انھیں اللہ کی نافرمانی کے لیے جَری اور بے باک بنایا جائے۔ صحیح طریقہ ہے کہ دونوں پہلو سامنے لائیں تاکہ نہ مایوسی پیدا ہو اور نہ جرأت و بے خوفی۔

دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے خوشخبری

(٣٣٤) قَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذَالِكَ۔ (بخاری مسلم)

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت میں برابر ایک ایسا گروہ موجود رہے گا جو اللہ کے دین کا محافظ رہے گا، جو لوگ اُن کی مخالفت کریں گے وہ اُن کو تباہ نہیں کرسکیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور یہ دین کے محافظ لوگ اپنی اسی حالت پر قائم رہیں گے

(٣٣٥) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا، نَاسٌ يَّكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ۔

(مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والے کچھ ایسے ہیں جو بعد میں آئیں گے، اُن میں سے ہر ایک تمنا کرے گا کہ کاش مجھے دیکھتا اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے ساتھ۔

(٣٣٦) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام

إِنَّ الدِّيْنَ بَدَأَ غَرِيْبًا، وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ۔ (مشکوٰۃ، عمرو بن عوفؓ)

اپنے آغاز میں لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور عنقریب یہ پہلے کی طرح اجنبی بن جائے گا تو اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہو اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میرے طریقوں کو جسے لوگوں نے بگاڑ ڈالا ہوگا زندہ کرنے کے لئے اٹھیں گے۔

دین اپنے آغاز میں اجنبی تھا جسے لوگ نہیں پہچانتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھیوں کی مُسلسل کوشش سے اس کو غلبہ واقتدار حاصل ہوا اور اُسے لوگوں نے قبول کیا، پھر رفتہ رفتہ وہ دُنیا کے لیے اجنبی بن جائے گا اور اس زمانہ میں جو لوگ دین کو زندہ کرنے کے لیے اُٹھیں گے وہ اجنبی بن جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے۔

داعیانہ صفات

شُکر

یُوں تو اُمّتِ مُسلمہ کے ہر فرد میں اِس صفت کا ہونا ضروری ہے، لیکن جو لوگ اس بگڑے ہوئے ماحول میں دین کو زندہ کرنے کے لیے اُٹھیں اُن کے لیے تو یہ توشہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا ناگزیر ہے۔ شُکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی سوچتا ہے کہ اللہ نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ دُنیا میں آنے سے پہلے پیٹ کی اندھیریوں میں ہوا اور غذا پہنچائی۔ پھر جب دُنیا میں آیا تو اُس نے میری پرورش کے کیا کیا انتظامات کیے، میں بالکل لاچار اور بے بس تھا، زبان تھی نہ ہاتھ پیر تھے، پھر میرے رب نے مجھے پالا پوسا، میرے جسم کو طاقت دی، سوچنے سمجھنے اور بولنے کی قوت دی، پھر آسمان وزمین کی پُوری مشین میرے لیے ہر وقت چلا رہا ہے تاکہ مجھے خوراک اور ہوا ملے ——— ایک طرف اپنی لاچاریاں اور کمزوریاں دیکھتا ہے اور دوسری طرف خدا کی رحمت کی یہ بارش دیکھتا ہے تو اس کے دل میں اپنے منعم ومحسن کی محبت جاگ اٹھتی ہے، تب اُس کی زبان پر اُس کی تعریف کا کلمہ جاری ہوتا ہے، اور جسم کی ساری قوتیں مالک کو خوش کرنے اور اُس کی خوشی کی راہ میں دوڑنے کے لیے وقف ہو جاتی ہیں۔

اِسی کیفیت اور جذبہ کا نام شکر و حمد ہے۔ اور یہ تمام بھلائیوں کی جان ہے۔ اِسی جذبہ کو زندہ کرنے اور اُبھارنے کے لیے کتابیں اور رسُول آتے رہے ہیں۔ اور اِسی جذبہ کو ختم کرنا ابلیس کی اصلی مہم ہے (ملاحظہ ہو سُورۂ اعراف رکوع ۲) سوال یہ ہے کہ آدمؑ جانتے تھے کہ اُن کے رب نے فلاں درخت کے پاس جانے سے منع کیا ہے تو کیوں اِس ممانعت کے حکم کو توڑ بیٹھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس نے اُنھیں ایک لمبی مُدت تک پرچایا، پُوری کوشش کی کہ رَب کی ربوبیت (پروردگاری) اور اس کے انعام کا احساس جو اُن کے اندر زندہ ہے کمزور ہو کر دَب جائے، چنانچہ جب یہ شعور دب گیا تب ہی درخت کی طرف لپکے ـــــ غرض یہ شعور جتنا زندہ ہوگا اتنا ہی آدمی خدُا کی فرمانبرداری میں آگے ہوگا۔ اور جب یہ شعور دَب جائے گا۔ تب ہی آدمی کے لیے گناہ کی طرف جانا ممکن ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام مصر میں عورت کے بہائے ہوئے طوفان سے بہ خیریت بچ نکلے صِرف اِس وجہ سے کہ انھیں اپنے رَب کی ربوبیت یاد آئی۔ انھیں یاد آیا کہ میرے رَب کا تو میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اور میں اُس کی نافرمانی کروں۔

شکر کا جذبہ جب آدمی کے دِل میں جاگ اُٹھتا ہے تو اُس کی زندگی بندگی کی راہ پر لگ جاتی ہے۔

(۲۴۳) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَعَامًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور پھر یہ کہے "شکر ہے اللہ کا، جس نے مجھے یہ کھانا دیا بغیر میری اپنی تدبیر اور طاقت کے"۔ تو اُس سے جو گُناہ پہلے ہو چکے ہیں معاف ہو جائیں گے۔

تُوْبَۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (ابوداؤد)

ایک شخص کھانا کھا کر یہ کہتا ہے کہ اللہ میرے منعم ومحسن نے مجھے کھانا بخشا، اِس میں میری اپنی تدبیر اور جسمانی اور ذہنی قوت کا کیا دخل ؟ اپنی "تدبیر" کیسی ؟ اپنی قوت کیا؟ میں نہایت درجہ لاچار مخلوق ہوں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب پروردگار ہی کی بخشش ہے اور یہ کھانا بھی اُس کی بخشش ہے، اگر وہ نہ دیتا تو مجھے کہاں سے ملتا۔ جس آدمی کا یہ حال ہو کہ محنت کر کے کماتا ہے اور کمائی سامنے آتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ میرے رب کی بخشش ہے، تو سوچنے کی بات ہے کہ وہ جان بُوجھ کر گناہ کرے گا ؟ اور اگر گناہ ہو جائیں تو فوراً معافی کے لیے اپنے رَب سے درخواست نہ کرے گا ؟ اُس کے گناہ معاف نہ ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے۔

(۳۴۸) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ، کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاہُ بِاِسْمِہٖ عِمَامَۃً اَوْ قَمِیْصًا اَوْ رِدَاءً، یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے، عمامہ، کرتا یا چادر تو اُس کا نام لے کر فرماتے اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے یہ پہنایا، میں تجھ سے اُس کے خیر کا طلب گار ہوں، اور جس غرض سے یہ بنایا گیا ہے اس کے بہتر پہلو کا طلب گار ہوں، اور میں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں اس کپڑے کی بُرائی سے، اور اس مقصد کے بُرے پہلو سے جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔

کپڑا ہو یا کوئی دوسری چیز، اس کا اِستعمال بُرائی میں بھی ہو سکتا ہے اور بھلائی میں بھی، مؤمن کپڑے کو خدا کا انعام جانتا ہے اور اس کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے

اور اللہ سے دُعا کرتا ہے کہ میں یہ نعمت استعمال کرتے ہوئے بُرا کام نہ کروں۔ کسی بُرے مقصد کے لیے اسے استعمال نہ کروں، بلکہ مجھے اس کی توفیق ملے کہ اس کا استعمال اچھے مقصد کے لیے ہو۔ اس کا یہ سوچنے کا ڈھنگ صرف کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا، بلکہ ہر نعمت پاکر وہ یوں ہی سوچتا ہے، اور اسی طرح کی دُعا مانگتا ہے۔

(۳۳۹) عَنْ عَلِیِّ بْنِ رَبِیْعَۃَ، قَالَ شَھِدْتُّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍؓ اُتِیَ بِدَابَّۃٍ لِیَرْکَبَھَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَہٗ فِی الرِّکَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ، فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَھْرِھَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا، وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (ابوداؤد)

علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ اُن کے پاس سواری کا جانور لایا گیا تو رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرمایا: "اللہ کے نام سے" پھر جب اُس کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے قابو میں اُس کو دیا، ہم اپنی طاقت کے بل پر اُسے قابو میں نہیں لاسکتے تھے۔ اور ہم اپنے رب کے پاس پلٹ کر جانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں، گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو انسان کے لیے مسخر نہ کیا ہوتا، تو انسان جو ان سے طاقت میں کم اور جسم میں چھوٹا ہے، کیسے قابو میں لاسکتا؟ لیکن اللہ نے ان کے لیے ایسا قانون بنایا ہے کہ نہایت آسانی سے قابو میں آجاتے ہیں مومن اُس پر شکر کرتا ہے اور اُس کا ذہن فوراً آخرت کی طرف پلٹ جاتا ہے کہ خدا نے مجھے یہ سب نعمتیں بخشیں، اُن کا وہ مجھ سے حساب لے گا۔ —— غور کیجیے جس کے سوچنے کا ڈھنگ یہ ہو وہ عمل کے میدان میں کتنا آگے ہوگا؟

(۳۴۰) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا ہاتھ رُخسار کے نیچے رکھتے

مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا، وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔

(بخاری)

اور فرماتے "اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں"۔ اور جب جاگتے تو یہ فرماتے تھے کہ "شکر ہے اللہ کا کہ اُس نے ہم کو زندہ کیا موت دینے کے بعد اور ہم کو پھر جی کر اُس کے پاس جانا ہے"

جب آدمی کے دِل میں آخرت کی فکر گھر کرلیتی ہے تو سوتے وقت اُس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کا نام میرے ساتھ ہر وقت رہے، مرتے وقت بھی اور زندگی میں بھی، سوتے وقت بھی اور سوکر اُٹھنے کے بعد بھی، اور جب وہ سوکر اُٹھتا ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے کہ اُس نے عمل کے لیے مزید مُہلت دی، اگر کل میں نے کوتاہی کی تھی تو آج مجھے کوتاہی نہ کرنی چاہیے، اور یہ ایک دِن کی جو مُہلت ملی ہے اُس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

یہی حال اُس کا ہر دن ہوتا ہے، جب وہ سوکر اُٹھتا ہے، تو اسے آخرت اور اس کا حساب کتاب یاد آجاتا ہے کہ مجھے ایک دِن موت آئے گی اور پھر زندہ ہوکر حساب کتاب کے لیے رب کے پاس جانا ہے، اگر یہ زندگی کی مُہلت کھو دی تو اُسے کیسے منھ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

(۱۴۳) عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ مُعَاوِيَةُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا؟ فَقَالُوْا اَجْلَسْنَا

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے بتایا کہ ایک دِن حضور صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں: آپ نے پوچھا کہ ساتھیو! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو اور

نَذْکُرُ اللّٰہَ وَ نَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدٰنَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا۔ (مسلم)

کیا کر رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں، اُس کے احسانات جو اُس نے ہم پر کیے ہم اُسے یاد کر رہے ہیں، ہم اس احسان کو یاد کر رہے ہیں کہ اللہ نے ہمارے پاس اپنا دین بھیجا اور ہمیں ایمان لانے کی توفیق بخشی، اور ہم کو سیدھا راستہ دکھایا۔

(۳۴۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلٰٓئِکَتِہٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ، فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ؟ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ، فَیَقُوْلُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِبْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ۔ (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی بندے کی کوئی اولاد مرتی ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے "کیا تم نے میرے بندے کی اولاد کی جان قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں 'ہاں'۔ پھر وہ اُن سے پوچھتا ہے "تم نے اُس کے جگر کے ٹکڑے کی جان قبض کرلی"؟ وہ کہتے ہیں، ہاں، پھر وہ ان سے پوچھتا ہے "کہ میرے بندے نے کیا کہا"؟ وہ کہتے ہیں' اِس مصیبت پر اُس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ تب اللہ کہتا ہے "میرے اِس بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بَیْتُ الْحمد (شکر کا گھر) رکھو۔

اس بندۂ مُومن نے حمد کی یعنی یہ کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے، میں اولاد کے چھن جانے پر تجھ سے بدگمان نہیں ہوں، تو جو کچھ کرتا ہے وہ ظلم و ناانصافی نہیں ہوتا۔ اپنی چیز اگر کوئی لے لے تو اس پر ناراضی کیوں؟

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ صبر کا کلمہ ہے اور انسان کو صبر کی تعلیم دیتا ہے کیوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے غلام اور بندے ہیں، ہمارا کام اُس کی منشا

کے مطابق دُنیا میں زندگی گزارنا ہے اور ہم اُسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے۔ اگر ہم نے مصیبت پر صبر کیا تو اچھا بدلہ ملے گا، ورنہ بُرے بدلے سے دوچار ہوں گے، دُنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ اِس طرح کا سوچنا مصیبت کو آسان کر دیتا ہے۔

(۳۴۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ، وَلَیْسَ ذَالِکَ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ، وَاِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ۔ (مُسلم۔ صہیبؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی حالت بھی عجب ہوتی ہے، وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اُس سے خیر اور بھلائی ہی سمیٹتا ہے، اور یہ خوش نصیبی مومن کے سوا کسی کو نہیں حاصل ہے، اگر وہ تنگدستی بیماری اور دُکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے، اور جب وہ کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ دونوں حالتیں اُس کے لیے بھلائی کا سبب بنتی ہیں۔

(۳۴۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ ھُوَ فَوْقَکُمْ فَھُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ۔ (مُسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو تم سے مال و دولت اور دُنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم ہیں اُن کی طرف دیکھو (تو تمھارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوگا) اور اُن لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دُنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہیں تاکہ جو نعمتیں تمھیں اس وقت ملی ہوئی ہیں وہ تمھاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں (ورنہ خدا کی ناشکری کا جذبہ اُبھر آئے گا)۔

حیا

(۳۴۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا کی صفت

وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ صفت بہتری لاتی ہے۔

(بخاری مسلم عمران بن حصینؓ)

یعنی حیا کی صفت وہ صفت ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے یہ صفت جس شخص کے اندر ہوگی وہ برائی کے پاس نہیں پھٹکے گا اور بھلائی کرنے کی طرف وہ مائل ہوگا ـــــ امام نوویؒ نے ریاض الصالحین میں حیا کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:۔

حَقِيْقَةُ الْحَيَاءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى تَرْكِ الْقَبِيْحِ وَيَمْنَعُ مِنَ التَّقْصِيْرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ، وَقَالَ الْجُنَيْدُ اَلْحَيَاءُ رُؤْيَةُ الْآلَاءِ أَيِ النِّعَمِ وَرُؤْيَةُ التَّقْصِيْرِ فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمّٰى حَيَاءً۔

حیا ایک وصف ہے جو انسان کو برے کام نہ کرنے پر اُبھارتا ہے اور اہل حق کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکتا ہے۔ اور حضرت جُنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر یہ سوچتا ہے کہ اس منعم کا شکر ادا کرنے میں مجھ سے کتنی کوتاہی ہوتی ہے، تو اس سے آدمی کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام "حیا" ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس صفت کے تقاضوں کو ایک حدیث میں وضاحت سے بیان فرما دیا ہے جو فکر آخرت کے عنوان کے تحت آ رہی ہے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۳۸۲)

صبر و استقامت

(۳۴۶) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَّأَوْسَعَ مِنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا اللہ اس کو صبر دے گا۔ اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش

الصّبر۔ (بخاری مسلم۔ ابو سعیدؓ خدری) اور کوئی نہیں۔

جو شخص آزمائش میں پڑنے پر صبر کرتا ہے تو اس وقت تک صبر نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا پر اُس کو اعتماد اور یقین نہ ہو، پھر وہ شخص ہرگز صبر نہیں کر سکتا جس کے اندر شکر کی صفت نہ پائی جاتی ہو۔ اِس طرح غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ صبر کی صفت اپنے ساتھ کتنی خوبیوں کو سمیٹتی ہے

(۴۷) عَنْ اُسَامَةَ قَالَ اَرْسَلَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ ابْنِيْ قَدِ احْتُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّرِجَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ فَاَقْعَدَهُ فِيْ حِجْرِهِ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا

حضرت اُسامہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا جاں کنی کی حالت میں ہے تشریف لائیں، تو آپؐ نے سلام کہلا بھیجا اور یہ کہ جو کچھ اللہ لیتا ہے وہ اُسی کا ہے اور جو کچھ دیتا ہے وہ اُسی کا ہے اور ہر چیز اُس کے یہاں طے شدہ ہوتی ہے، اور ہر ایک کی مُدت مقرر ہوتی ہے۔ تو تم آخرت میں اجر پانے کی نیت سے صبر کرو۔ پھر اُنھوں نے تاکید کے ساتھ کہلا بھیجا کہ ضرور تشریف لائیں، تب آپؐ اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ زید بن ثابتؓ اور کچھ دوسرے لوگ گئے۔ بچے کو آپؐ کے پاس لایا گیا، آپؐ نے اسے گود میں بٹھایا۔ اس وقت اُس کا دم نکل رہا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، تو سعد بن عبادہؓ نے کہا، یہ کیا ہے؟ (یعنی آپؐ روتے ہیں کیا یہ صبر

اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِہٖ۔ (بخاری، مسلم)

کے خلاف بات نہیں ہے) توآپؐ نے فرمایا (نہیں یہ صبر کے خلاف بات نہیں ہے) یہ رحم کا جذبہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے دِلوں میں رکھ دیا ہے۔

(۳۴۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَایَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَۃِ فِیْ نَفْسِہٖ وَوَلَدِہٖ وَمَالِہٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ تَعَالٰی وَمَا عَلَیْہِ خَطِیْئَۃٌ۔ (ترمذی، ابوہریرہؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مؤمن مَردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہیں کبھی خود اُس پر مصیبت آتی ہے، کبھی اُس کی اولاد پر آتی ہے، کبھی اُس کا مال تباہ ہوجاتا ہے (اور وہ ان تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کرتا ہے اور اس طرح اُس کے قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور بُرائیوں سے دُور ہوتا رہتا ہے) یہاں تک کہ جب اللہ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اُس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(۳۴۹) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ، فَمَنْ رَضِیَ فَلَہُ الرِّضٰی وَمَنْ سَخِطَ فَلَہُ السَّخَطُ۔ (ترمذی۔ انسؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آزمائش جتنی سخت ہوگی اُتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہِ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالےٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو اُن کو (مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لیے) آزمائشوں میں ڈالتا ہے پس جو لوگ خُدا کے فیصلہ پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ اُن سے خوش ہوتا ہے، اور جو لوگ اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں، تو اللہ بھی اُن سے ناراض ہوجاتا ہے۔

(۳۵۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا ھَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًی وَّلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَۃِ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مُسلمان کو کوئی قلبی تکلیف، کوئی جسمانی بیماری، کوئی دُکھ اور غم پہنچتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے نتیجہ

يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاہُ (متفق علیہ) — ہیں اللہ تعالیٰ اُس کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے یہاں تک کہ اگر اُسے ایک کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ بھی اُس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔

(۳۵۱) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْئَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَيْرَكَ، قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (مسلم)

سفیانؓ ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام کے سلسلہ میں ایسی جامع بات مجھے بتا دیجیے کہ پھر کسی اور سے مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے، آپ نے فرمایا کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کہو اور پھر اُس پر جم جاؤ۔

یعنی دینِ توحید (اسلام) کو آدمی اختیار کرے، اُسے اپنی زندگی کا دین بنائے اور پھر کیسے ہی ناسازگار حالات سے گزرنا پڑے اس پر جما رہے۔ یہ ہے دُنیا اور آخرت میں کامیابی کی کنجی۔

(۳۵۲) عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ (ثَلٰثًا)، وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔ (ابو داؤد)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ بلاشبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی لیکن جو امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا پھر بھی حق پر جما رہا تو اس کے کیا کہنے، ایسے آدمی کے لیے شاباشی ہے۔

فتنوں سے مُراد وہ آزمائشیں ہیں جن سے مؤمن کا اس زمانہ میں سابقہ پڑتا ہے جب باطل، حاکم اور غالب ہو، اور حق مغلوب اور محکوم ہو تو دینِ حق اختیار کرنے والوں کو اور اس پر چلنے والوں کو کیسی کیسی زحمتیں پیش آتی ہیں اس کو بیان کرنے کی ضرورت

نہیں ہے! ایسے زمانہ میں باطل اور اہلِ باطل کی پیدا کی ہوئی رُکاوٹوں اور ڈالی ہوئی مصیبتوں کے باوجود ایک شخص حق پر جما رہتا ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ شاباشی اور دُعا کا مستحق ہے۔

طبرانی نے حضرت مُعاذ بن جبلؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ مضمون ارشاد ہوا ہے کہ جب دین کا سیاسی نظام بگڑ جائے گا تو مُسلمانوں پر ایسے حکمراں ہوں گے جو غلط رُخ پر سوسائٹی کو لے جائیں گے۔ اگر اُن کی بات مانی جائے تو لوگ گمراہ ہو جائیں گے، اور اگر اُن کی بات کوئی نہ مانے تو وہ اُسے قتل کر دیں گے۔ تو اس پر لوگوں نے پوچھا

كَيْفَ نَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟

یعنی ایسے حالات میں ہمیں آپ کیا ہدایت دیتے ہیں!

تو آپؐ نے فرمایا۔

كَمَا صَنَعَ اَصْحَابُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ نُشِرُوْا بِالْمِنْشَارِ وَحُمِلُوْا عَلَى الْخُشُبِ مَوْتٌ فِىْ طَاعَةِ اللهِ خَيْرٌ مِّنْ حَيَاةٍ فِىْ مَعْصِيَةِ اللهِ۔

یعنی تمھیں وہی کچھ اس زمانہ میں کرنا ہوگا جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھیوں نے کیا، وہ آروں سے چیرے گئے اور سولیوں پر لٹکائے گئے، لیکن اُنھوں نے باطل کے آگے ہتھیار نہیں ڈالا، اللہ کی اطاعت میں مرجانا اس زندگی سے بہتر ہے جو اللہ کی نافرمانی میں بسر ہو۔

(۳۵۳) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ۔

(ترمذی، مشکوٰۃ۔ انسؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ایسا وقت آجائے گا جس میں اہلِ دین کے لیے دین پر جمے رہنا انگارے کو ہاتھ میں لینے کی طرح ہوگا۔

مطلب یہ کہ حالات انتہائی ناسازگار ہوں گے، باطل کا غلبہ ہوگا، حق مغلوب

ہوگا، لوگوں کی اکثریت دُنیا پرست ہوجائے گی۔ ایسی حالت میں دین پر جمنے والوں کو خوش خبری دی گئی ہے۔ انگاروں سے کھیلنا بہادر ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ بُزدل لوگ اس طرح کا کھیل نہیں کھیلا کرتے۔

توکُّل

(۳۵۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّ تَرُوْحُ بِطَانًا۔ (ترمذی)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ تم لوگ اگر اللہ پر ٹھیک سے توکّل کرو تو وہ تمھیں روزی دے گا جیسے کہ وہ چڑیوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کو جب روزی کی تلاش میں گھونسلوں سے روانہ ہوتی ہیں تو اُن کے پیٹ پچکے ہوئے ہوتے ہیں، اور شام کو جب اپنے گھونسلوں میں آتی ہیں تو اُن کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔

(۳۵۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَۃِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ، وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْکُہٗ اسْتِخَارَۃَ اللّٰہِ وَمِنْ شَقَاوَۃِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُہٗ بِمَا قَضَی اللّٰہُ۔ (ترمذی۔ سعدؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کی خوش نصیبی یہ ہے کہ جو کچھ اللہ اس کے لیے فیصلہ کرے، اس سے راضی ہو، اُس پر قناعت کرے، اور آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ سے خیر اور بھلائی کی دُعا نہ کرے، اور آدمی کی بدنصیبی یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور فیصلہ پر ناراض ہو۔

توکل کے معنی ہیں اللہ کو اپنا وکیل بنانا اور اس پر پورا اعتماد کرنا، اور وکیل کہتے

ہیں سرپرست کو، اور سرپرست اُس کو کہتے ہیں جو بہتری اور بھلائی کی بات سوچے اور خرابیوں سے بچائے۔

مُومن کا وکیل اللہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ آئے وہ بھلائی ہے، اسی میں میرے لیے بہتری ہے۔ خدا جس حال میں رکھے گا میں اس سے خوش ہوں۔ مومن اپنی سعی کوشش کرتا ہے اور پھر معاملہ کو خدا کے حوالہ کر دیتا ہے، کہتا ہے کہ اے رب! تیرے کمزور بندہ نے اس کام کے کرنے میں اپنی پوری کوشش کرلی، میں کمزور اور ناتواں ہوں اس کام میں جو کوتاہی رہ گئی ہے وہ تو پُورا کردے، تو غالب اور طاقتور ہے۔

(۳۵۶) قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْقِلُهَا وَاَتَوَكَّلُ اَوْ اُطْلِقُهَا وَاَتَوَكَّلُ؟ قَالَ اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ۔ (ترمذی۔ انسؓ)

ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسُول! میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ پر توکل کروں یا اسے چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آپؐ نے فرمایا پہلے تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔

کسی چیز کو حاصل کرنے کی جو تدبیر ہو سکتی ہے وہ پُوری طرح کرے اور پھر خدا سے دُعا کرے کہ میں نے تو ممکن تدبیر کرلی، اب تو مدد فرما۔ یہ ہے توکل!

(۳۵۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ، فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ، وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ۔ (ابن ماجہ)

عمرو بن العاصؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا دل ہر وادی میں بھٹکتا رہتا ہے تو جو شخص اپنے دل کو وادیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے گا تو اللہ کو پروا نہ ہوگی کہ اس کو کون سی وادی تباہ کرتی ہے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان وادیوں اور راستوں میں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچائیگا

اگر آدمی اللہ کو اپنا وکیل اور سرپرست نہیں بناتا تو اُس کا دل ہمیشہ پریشان رہے گا اور مختلف قسم کے جذبات کا گھر بنا رہے گا، لیکن جو شخص اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑ دے گا اس کو یکسوئی حاصل ہوگی۔

توبہ و استغفار

(۳۵۸) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِىْ اَرْضٍ فَلَاةٍ۔ (بخاری، مسلم)

انس ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد مُعافی مانگنے کے لیے جب اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ کو اپنے بندے کے پلٹنے پر اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے اپنی اونٹنی جس پر اُس کی زندگی کا دار و مدار تھا کسی بیابان میں کھودی ہو، پھر اُس نے اچانک پالیا ہو تو وہ اس اونٹنی کو پاکر جتنا خوش ہوگا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، ایسے ہی آدمی کے توبہ کرنے پر اللہ خوش ہوتا ہے، بلکہ خُدا کی خوشی اُس کے مقابلہ میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے، کیونکہ وہ رحم و کرم کا سرچشمہ ہے۔

(۳۵۹) عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ يَدَهٗ بِاللَّيْلِ لِيَتُوْبَ مُسِیْٓءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِیْٓءُ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔ (مسلم)

ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں اللہ کی طرف پلٹ آئے، اور دن میں وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے گناہ کیا ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے۔

اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ سُورج مغرب سے طلوع ہو جائے (یعنی قیامت آجائے)۔

اللہ کے ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خطاکار بندوں کو بُلاتا ہے کہ میری طرف آ، میری رحمت تجھے اپنے دامن میں لینے کے لیے تیار ہے، اگر تو نے وقتی طور پر جذبات سے شکست کھا کر رات میں گناہ کر ڈالا ہے، تو دن نکلتے ہی معافی مانگ، اگر دیر لگائے گا تو شیطان تجھے اور دُور کر دے گا، اور خدا سے دُور ہونا اور ہوتے جانا آدمی کی تباہی ہے۔

(۳۶۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ۔ (ترمذی)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ بندہ کی توبہ سانس اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔

یعنی اگر کسی نے اپنی ساری زندگی گناہ میں بسر کی ہو لیکن موت کی بے ہوشی سے پہلے اُس نے سچی توبہ کر لی تو سب گناہ دُھل جائیں گے، البتہ سانس اُکھڑ جانے کے بعد جسے سکرات کی حالت کہتے ہیں، اُس وقت اگر معافی مانگے گا تو اُس کو معافی نہیں ملے گی! اس لیے ضروری ہے کہ موت دیکھنے سے پہلے آدمی توبہ کرے۔

(۳۶۱) عَنِ الْأَغَرِّ بْنِ يَسَارٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ، فَإِنِّيْ أَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔ (مسلم)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو، اور اُس کی طرف پلٹو، مجھے دیکھو، میں دن میں تو سو بار اللہ سے مغفرت کی دُعا کرتا ہوں۔

(۳۶۲) عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِيْ إِنِّيْ حَرَّمْتُ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو حرام سمجھو اے میرے بندو!

الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُهٗ بَیْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِیْ اَهْدِكُمْ، یَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْكُمْ، یَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِیْ اَكْسُكُمْ یَا عِبَادِیْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَكُمْ۔ (مسلم)

تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اُس شخص کے جس کو میں ہدایت دوں، پس مجھ سے ہدایت کی دُعا مانگو تو میں تمھیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اُس شخص کے جس کو میں کھانا دوں، پس مجھ سے روزی مانگو تو میں تمھیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں پہناتا ہوں، تو مجھ سے کپڑا مانگو میں تمھیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات میں اور دن میں گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہ معاف کرسکتا ہوں، پس مجھ سے معافی مانگو میں تمھیں معاف کردوں گا۔

محبتِ خلق

(۳۶۳) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِیْ سَبِیْلِهٖ قَالَ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَّاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا، قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟

ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا کام افضل اور معیاری ہے؟ آپؐ نے فرمایا خدا پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا کہ کس طرح کے غلاموں کو آزاد کرانا زیادہ بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایسے غلاموں کو آزاد کرانا جن کی قیمت زیادہ ہو، اور جو اپنے مالکوں کی نگاہ میں بہتر ہوں

قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْتَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ ؟ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ ۔ (بخاری، مسلم)

میں نے کہا کہ اگر میں یہ نہ کرسکوں تو کیا کروں ؟ آپ نے فرمایا تو پھر تم کسی کام کو کرنے والے کی مدد کرو۔ یا اُس شخص کا کام کردو جو اپنے کام کو بہتر طریقہ پر نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا کہ اگر میں یہ نہ کرسکوں ؟ تو آپ نے فرمایا، لوگوں کو تکلیف نہ دو، تو یہ تمھارا صدقہ ہوگا جس کا اجر تمھیں ملے گا۔"

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب دین توحید یعنی اسلام کو قبول کرنا ہے، اور جہاد کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو لوگ دین حق کو مٹانے کے لیے آمادہ ہوں ان کا مقابلہ کیا جائے، اگر وہ دین اور اہل دین کو فنا کرنے کے لیے تلوار اٹھائیں تو مومن کا فرض ہے کہ وہ بھی تلوار اُٹھائے اور اعلان کردے کہ دین ہماری جانوں اور تمھاری جانوں سے زیادہ قیمتی ہے، اگر تم اس کو ذبح کروگے تو ہم تمھیں ذبح کردیں گے یا خود ذبح ہوجائیں گے۔

عرب میں غلامی کا رواج تھا، اور عرب ہی میں نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ کی تمام مہذب دنیا میں یہ لعنت پائی جاتی تھی، اسلام جب آیا تو اُس نے انسانوں کو اونچا اُٹھانے اور انسانیت کی برادری میں شامل کرنے کے لیے غلاموں کی آزادی کے مسئلہ کو اپنے پروگرام میں شامل کیا اور اُسے بہت بڑی نیکی قرار دیا۔

سوسائٹی کے ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنا اور کسی شخص کا کام کردینا جسے وہ نہیں کرسکتا یا بے ڈھنگے طریقہ سے کرتا ہے، بہت بڑی نیکی ہے۔

(۲۴۶) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ۔ (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کرے گا جو اسلام لا چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ایک ایک عضو کے بدلے، اس کے ایک ایک عضو کو

جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

(۳۶۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا، وَاِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَّاَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ اِنَاءِ اَخِيْكَ۔ (ترمذی)

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نیکی کے کام کو حقیر نہ سمجھ، تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے یہ بھی نیکی ہے اور اپنے ڈول کا پانی اپنے بھائی کے برتن میں انڈیل دے، یہ بھی نیکی ہے۔

(۳۶۶) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ، وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ۔ (بخاری)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دو، یہ بھی نیکی ہے تم کسی کو اپنی سواری پر بٹھا لو، یا اس کا بوجھ اپنی سواری پر رکھ لو، یہ بھی نیکی ہے، اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے، تمھارا ہر قدم جو نماز کے لیے اُٹھتا ہے، نیکی ہے، راستے سے کانٹے، پتھر ہٹا دینا بھی نیکی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ تم اپنے جاہ و مرتبہ سے کسی آدمی کو فائدہ پہنچاؤ، یہ نیکی ہے۔ ایک آدمی اپنے مدعا کو عمدہ طریق سے نہیں بیان کر سکتا، اور تمھیں یہ نعمت ملی ہوئی ہے تو اپنے بھائی کی وکالت کرنا اور اس کی ترجمانی کرنا یہ بھی نیکی ہے۔ تمھیں قوت دی گئی ہے تو کسی کمزور کی مدد کرو، یہ نیکی ہے۔ تمھارے پاس علم ہے تو دوسروں کو صحیح بات بتانی، یہ بھی نیکی ہے۔

(۳۶۷) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ، قَالَ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَجِدْ؟ قَالَ یَعْمَلُ بِیَدَیْہِ فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَیَتَصَدَّقُ؟ قَالَ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفَ؟ قَالَ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ؟ قَالَ یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَیْرِ، قَالَ اَرَأَیْتَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ؟ قَالَ یُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ۔ (مسلم)

ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مسلمان پر صدقہ کرنا لازم ہے، تو میں نے کہا کہ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا، وہ کمائے، خود کھلائے اور غریبوں کو بھی دے، میں نے کہا، اگر وہ یہ نہ کرسکے تو؟ آپؐ نے فرمایا کسی ضرورتمند مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرے، میں نے کہا اگر وہ یہ نہ کرسکا تو آپؐ نے فرمایا لوگوں کو نیکی کرنے پر اُبھارے میں نے کہا کہ اگر اُس نے یہ نہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ دے، یہ بھی نیکی ہے۔

---

(۳۶۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِہٖ۔ (بخاری، مسلم)

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کے وقت اس کے کام آئے گا، اللہ اس کی ضرورت کے وقت مدد کرے گا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ "اللہ نے اپنے کچھ بندے، لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی خاطر پیدا کیے ہیں، لوگ اپنی ضروریات اُن تک پہنچاتے ہیں اور وہ پوری کر دیتے ہیں، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے غصہ اور عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

اخلاص عمل

(۳۶۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ فَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ ، ھُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَ لَہٗ ۔ (مسلم۔ ابوہریرہؓ)

تعالےٰ نے فرمایا، میں دوسرے شرکاء کے مقابلہ میں شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں جس شخص نے کوئی نیک کام کیا اور اس میں میرے ساتھ اس نے کسی اور کو بھی شریک کیا، تو میرا اس کے عمل سے کوئی تعلق نہیں، میں اس کے عمل سے بیزار ہوں ، وہ عمل تو اس دوسرے کا حصہ ہے جس کو میرے ساتھ اس نے شریک کیا۔

جن برادرانِ اسلام کو نیکی کی توفیق ملی ہے ، اُن کو اور دین کا کام کرنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ سوچنا چاہیے کہ اس حدیث میں کیا بات کہی گئی ہے اس میں آپؐ نے بتایا ہے کہ نیکی کا جو کام بھی ہو چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے ہو، چاہے وہ نماز ہو یا خدا کے بندوں کی خدمت ، اگر اس کا محرک نام ونمود اور شہرت حاصل کرنا ہو ، یا کسی گروہ یا فرد سے شاباشی لینی ہو تو اللہ کے یہاں اُس کی حیثیت محض صفر کی ہوگی ، اور اگر اللہ کی خوشنودی بھی اِس کا محرک ہے اور لوگوں کی شاباشی لینی مقصود ہے تو بھی وہ عمل بے کار ہو کر رہ جائے گا، اور اگر ابتدا میں تو خدا کی خوشنودی نے عمل پر اُبھارا مگر بعد میں دوسروں کی خوشنودی نے اس کی جگہ لے لی تو یہ عمل بھی بے کار جائے گا۔اس لیے بہت ہوشیار رہنا ہوگا ، شیطان کے آنے کے ہزاروں دروازے ہیں' ایسے دکھائی نہ دینے والے دشمن کے حملوں سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے اللہ کے سامنے گرنا، اس سے اپنی بے بسی بیان کرنا ، خُدا مدد نہ کرے تو کمزور انسان شیطانی حملوں سے کیونکر بچ سکتا ہے ؟

اِصلاح وتربیت کے ذرائع

خُدا کی صفات کا تذکّر

(۳۷۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ اِسْمًا مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدًا، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام ہیں، سَو سے ایک کم، جو ان کو یاد رکھے گا جنت میں داخل ہوگا۔

"یاد رکھنے" کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ان کے معنیٰ ومفہوم کو جانے اور ان کے جو تقاضے اور مطالبے ہیں اُنھیں پُورا کرے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ان صفات کو اپنے اندر جذب کرے، اور اپنی پُوری زندگی میں اُن کے تقاضوں پر عمل کرے۔

اِس حدیث میں سارے ناموں کی تفصیل نہیں دی گئی ہے، ان کو جاننے کا اور ان کے تقاضے معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی قرآن مجید پڑھے جس میں خدا نے اپنی تمام صفتیں بیان کردی ہیں اور اُن کے کیا تقاضے ہیں اور آدمی کو ان سے کس طرح فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ یہ سب قرآن میں بیان ہوئے ہیں، لیکن ان سے پورے طور پر وہی فائدہ حاصل کرسکتا ہے جو قرآن پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالے، پھر

حضورؐ نے بھی انہی کو اپنے لفظوں میں مع تقاضوں کے بیان کیا ہے ، ان دونوں کا مطالعہ ہی بتائے گا کہ خُدا کی صفات سے تذکر اور یاددہانی کیسے حَاصل کی جائے۔ ہم یہاں چند ضروری صفات جن کو قرآن نے بار بار دُہرایا ہے اور جن سے مومنین کی تربیت میں بہت زیادہ کام لیا گیا ہے ذکر کرتے ہیں ، اور وہ بھی اختصار کے ساتھ ، کیونکہ یہ کتاب اس موضوع کو پھیلا کر بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

۱۔ اللہ " یہ اُس ذات کا نام ہے جس نے ساری کائنات کو وجود بخشا ہے ، یہ لفظ غیر خُدا کے لیے کبھی نہیں بولا گیا۔ یہ جس مادہ سے بنا ہے اس کے دو معنیٰ ہیں ، محبت سے کسی کی طرف لپکنا ، بڑھنا اور خطرات سے بچنے کے لیے کسی کی طرف بھاگنا اور اس کی پناہ میں اپنے آپ کو دینا ، پس اللہ ہمارا اِلٰہ ہے ، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا دل اُس کی محبت سے معمور ہو ہمارے دل میں اُس کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت نہ ہو ، ہمارے جسم وجان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اس کے لیے وقف ہوں ، صرف اُسی کی عبادت اور بندگی ہو ، صرف اسی کے سامنے جھکیں ، اور صرف اسی کی جناب میں نذر و قربانی پیش کریں ، صرف اُسی پر اعتماد و توکل ہو ، اور صرف اسی کے کام کے لیے اپنے کو وقف کردیں ، اللہ کے سوا اور کِسی سے مشکلات و مصائب میں مدد نہ مانگیں ——— یہ تقاضا ہے اللہ کے اِلٰہ ہونے کا ، اور بالکل اُبھرا ہوا تقاضا

۲۔ رَبّ یہ لفظ جس مادہ سے بنا ہے اُس کے معنی ہیں پالنا ، پوسنا ، پرورش کرنا ، درست حالت میں رکھنا ، تمام خطرات سے بچاتے ہوئے اور ارتقاء کے سارے اسباب فراہم کرتے ہوئے نقطۂ کمال تک پہنچا دینا ، خُدا کی ربوبیت ایک بالکل واضح بات ہے ، ماں کے شکم کی اندھیریوں میں ہوا اور غذا کون پہنچاتا ہے؟ دنیا میں آنے سے پہلے بچے

کی غذا کا کون انتظام کرتا ہے ؟ پھر وہ کون ہے جو ماں باپ اور دوسرے لوگوں کے دِلوں میں محبت بھر دیتا ہے ؟ ایسا نہ ہوتا تو گوشت کے لوتھڑے کو کون اُٹھاتا ؟ اس کی ضروریات کون پوری کرتا ؟ پھر آہستہ آہستہ جسم اور عقل کی قوتوں کو کون پَروان چڑھاتا ہے ؟ جَوانی اور صحت کِس کی بخشی ہوئی ہے ؟ پھر یہ زمین و آسمان کا کارخانہ کِس کے لیے ہر وقت متحرک ہے ؟ کیا یہ سب اس کی ربوبیت کا فیض نہیں ؟ اور کیا اس کے سوا کوئی اور ہے ، جو ربوبیت میں اُس کا شریک ہو ؟ —— اگر صرف وہی ہمارا محُسن اور مُربّی ہے تو اُس کا بالکل وَاضح تقاضا یہ ہے کہ زبان ، ہاتھ ، پاؤں ، جسم وجان کی ساری صلاحیتیں صرف اُس کی ہو کر رہیں —— پھر اُس نے اتنا ہی نہیں کیا کہ روٹی اور پانی کا انتظام کر دیا ہو ، نہیں ، بلکہ یہ اُس کی ربوبیت کا فیض ہے کہ ہماری زندگی کو صحیح حالت میں رکھنے کے لیے اور ہماری رُوح کی پرورش کے لیے اس نے اپنی کتاب بھیجی جو تمام احسانات میں سب سے بڑا احسان ہے ، اِس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اُس کی کتاب کی قدر کریں ، اُسے اپنے قلب و رُوح کی غذا بنائیں ، اُس کو اپنی زندگی میں سموئیں اور شکر گزار غلام کی طرح دُنیا بھر میں اس کا چرچا کریں ، اور جو لوگ اُس کی لذت اور مٹھاس سے ناآشنا ہوں انھیں اس سے آشنا کریں ۔

" اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ " یہ دونوں لفظ رحمت سے بنے ہیں ، پہلا جوش وخروش اور کثرت کا مفہوم اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور دوسرے میں ہمیشگی اور تسلسل کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ رحمان وہ جس کی رحمت نہایت پُرجوش ہے ۔ ہَوا ، پانی اور دوسری ساری ضروریات کی فراہمی اسی صفت کا پَرتو ہے ، پھر اسی صفت کا نتیجہ ہے کہ اس نے سب سے بڑی رحمت (قرآن) بھیجی ۔ فرمایا ۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝

رحمان نے قرآن کی تعلیم دی ، رحمان نے اِنسان کو وجود بخشا، رحمان نے انسان کو گویائی کی قوت بخشی ـــــــ اور رحیم وہ جس کی رحمت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا، جس کا رحم و کرم دائمی ہے ۔ ان صفتوں کے ماننے سے لازم آتا ہے کہ آدمی ایسے ڈھنگ سے زندگی گزارے جس کو رحمان پسند کرتا ہے، تاکہ مزید رحمت کا مستحق ٹھہرے اور ان اُصولوں پر اپنی زندگی کی عمارت نہ اُٹھائے جو اس کو ناپسند ہیں ، ورنہ وہ اپنی نظرِ کرم پھیرے گا، پھر جو لوگ دین کا کام کر رہے ہوں انھیں ناموافق حالات میں مصیبتوں اور مزاحمتوں کے طوفان میں یاد آنا چاہیے کہ جب وہ رب رحیم کا کام کر رہے ہیں تو وہ انھیں اس دُنیا اپنی رحمتوں سے محروم کیوں کرے گا؟

"اَلْقَائِمُ بِالْقِسْطِ" یعنی عادل و منصف ، تو جب اللہ عادل و منصف ہے تو اس کی نظر میں وفادار اور مجرم ایک نہیں ہو سکتے۔ دونوں کے ساتھ وہ یکساں معاملہ نہ اِس دُنیا میں کرے گا اور نہ اُس دُنیا میں کرے گا۔

"اَلْعَزِیْزُ" صاحب اقتدار، جس کا اقتدار سب پر حاوی ہو جس کے اقتدار کو کوئی چیلنج نہ کر سکے ۔ اگر وہ اپنے وفادار غلاموں کو غلبہ و اقتدار دینے کا فیصلہ کرے تو کوئی طاقت اس کے فیصلہ کو روک نہ سکے۔ اور جسے وہ سزا دینا چاہے وہ بھاگ نہ سکے اور نہ کوئی اس کے فیصلہ کو کالعدم کر سکے۔

"اَلرَّقِیْبُ" نگرانی کرنے والا، اور جب وہ بندوں کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے تو اسی کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

"اَلْعَلِیْمُ" جاننے والا، پورا علم رکھنے والا کہ کون کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے اور کس کی کیا ضروریات ہیں ، اس کے وفادار بندے کہاں اور کن مشکلات و مصائب سے

دو چار رہیں، اور یہ کہ وہ علم رکھتا ہے اِس لیے غلط بخشی سے پاک ہے، ہر ایک کو وہی کچھ دے گا جس کا وہ مستحق ہے اس کی رحمت و نصرت کے مستحق ناکام نہیں ہو سکتے اور اس کے غصہ و عذاب کے مستحق کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔

یہ چند ضروری صفات ذکر کی گئیں جن میں اور سب صفتیں سمٹ کر آجاتی ہیں یہاں اِس سے زیادہ کا موقع نہیں، اِس بات کو ہم پھر دُہراتے ہیں کہ خُدا کی جملہ تفصیلی صفتوں کو جاننے کے لیے قُرآن و حدیث کا مطالعہ ضروری ہے، عَربی زبان سے جو لوگ واقف ہیں، اور جو لوگ واقف نہیں ہیں، دونوں کے سوچنے کی چیز ہے کہ آیتوں کے آخر میں خدا کی صفتیں کیوں لائی گئی ہیں اور ان سے انھیں کیا ہدایت ملتی ہے[1]۔

دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت

(۱۷۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ، فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ؟ قَالَ

عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" (جس کو اللہ ہدایت دینے کا فیصلہ کرتا ہے اُس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے) یہ آیت پڑھنے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نُور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھُل جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسُولؐ!

---

[1] خُدا کی صفات پر الگ سے ایک مختصر رسالہ آئے گا، انشاءاللہ۔

نَعَمْ، اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْإِنَابَةُ إِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ ۔ (مشکوٰۃ)

کیا اُس کی کوئی محسوس علامت ہے جس کے ذریعہ پہچان لیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں، اُس کی محسوس علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل اِس دُنیا سے اُچاٹ ہو جاتا ہے اور ہمیشگی کے گھر کا وہ مشتاق ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔

یعنی جس شخص کے دِل میں اسلام کی حقیقت اُتر جاتی ہے تو اُس کا دل اس فانی دُنیا سے دُور بھاگنے لگتا ہے اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے، اور موت آنے سے پہلے نیک عمل کرنے لگ جاتا ہے۔

(۳۷۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي الْهَوٰى وَطُوْلُ الْأَمَلِ، فَأَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُوْلُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ، هٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْآخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا، فَإِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ، وَأَنْتُمْ غَدًا فِيْ دَارِ الْآخِرَةِ وَلَا عَمَلَ۔ (مشکوٰۃ۔ جابرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری اُمت خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے گی اور دُنیاوی توقعات کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے میں لگ جائے گی، تو اُس کی خواہشِ نفس کی پیروی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ حق سے دُور جا پڑے گی اور دنیا سازی کے منصوبے آخرت سے غافل کر دیں گے۔ (اے لوگو!) یہ دُنیا کوچ کر چکی ہے، جا رہی ہے، اور آخرت کوچ کر چکی ہے، آ رہی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے ماننے والے ہیں جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ تو یہ اچھا ہو گا کہ تم دُنیا کے پرستار نہ بنو، تم اس وقت عمل کے گھر میں ہو اور حساب کا وقت نہیں آیا ہے، اور

کل تم حساب کے گھر (آخرت) میں ہوگے جہاں عمل کا کوئی امکان نہ ہوگا۔

(۳۷۳) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهٗ، اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ (مشکوٰۃ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بات فرمائی تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو انتہائی بڑھاپا آنے سے پہلے، اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے اور اپنی خوش حالی کو اپنی محتاجی سے پہلے، اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

یعنی جوانی میں خوب عمل کرلو، کیونکہ سخت بڑھاپے کی حالت میں باوجود خواہش کے کچھ نہیں کرسکوگے، اور اپنی تندرستی کو آخرت کی تیاری میں لگاؤ، ہوسکتا ہے کہ بیمار پڑجاؤ اور کچھ نہ کرسکو، اور جب اللہ خوش حالی دے تو اس سے آخرت کا کام لو، ہوسکتا ہے کہ تم غریب ہوجاؤ، اور پھر خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا موقع ہی نہ رہے غرض یہ کہ اس پوری زندگی کو غنیمت جانو اور اس کو خدا کے کام میں لگاؤ ورنہ موت آکر عمل کے سارے امکانات کو ختم کردے گی۔

(۳۷۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَأَى النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ، قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرٰى، اَلْمَوْتِ، فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ اَلْمَوْتِ، فَاِنَّهٗ

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے، آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا، اگر تم لذتوں کا خاتمہ کردینے والی موت کو زیادہ یاد کرتے تو وہ تمھیں ہنسنے سے روک دیتی، موت کو بہت زیادہ یاد کرو جو تمام لذتوں کا خاتمہ

لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُوْلُ
أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ، وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ
وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ،
وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ
مَرْحَبًا وَّأَهْلًا، أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ
مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيْتُكَ
الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ
بِكَ، قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهُ
بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ
الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ، قَالَ لَهُ الْقَبْرُ
لَا مَرْحَبًا وَّلَا أَهْلًا، أَمَا إِنْ كُنْتَ
لَأَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ إِلَيَّ،
فَإِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ
فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ، قَالَ فَيَلْتَئِمُ
عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهٗ، قَالَ
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِأَصَابِعِهٖ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ
بَعْضٍ، قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ
تِنِّيْنًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ

کردینے والی ہے۔ اور قبر ہر دن یہ کہتی ہے کہ میں مسافر
کا گھر ہوں، میں تنہائی کی کوٹھری ہوں، مٹی کا گھر
ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں، اور جب کوئی مؤمن بندہ
قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال کرتی
ہے۔ کہتی ہے کہ تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں مجھے
سب سے زیادہ محبوب تھا، تو جب آج تو میری
ذمہ داری میں دے دیا گیا ہے تو تو دیکھے گا کہ تیرے
ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں، حضورؐ نے فرمایا
کہ اس مؤمن بندہ کے لیے تا حدِ نگاہ وہ قبر وسیع و کشادہ
ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ
کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی بدکار یا کافر بندہ
دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کا استقبال نہیں کرتی۔
کہتی ہے تو میرے نزدیک میری پیٹھ پر چلنے والوں
میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آدمی تھا، اب جبکہ
تجھے میرے حوالہ کر دیا گیا ہے اور میرے پاس آگیا ہے تو
تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کتنا بُرا سلوک کرتی ہوں۔
حضورؐ نے فرمایا کہ پھر قبر اس کے لیے بھینچے گی، اور تنگ
ہو گی یہاں تک کہ اُس کی پسلیاں ایک دوسرے
میں گھس جائیں گی۔ یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ

مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا ، فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ ، قَالَ ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ۔ (ترمذی)

علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں پیوست کیا، اِس کے بعد فرمایا، اُس پر ستّر اژدہے مسلط کردیئے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اتنا زہریلا ہوگا کہ زمین پر اگر وہ پھونک مارے تو اُس کے زہر کے اثر سے ہمیشہ کے لیے زمین کچھ بھی پیدا کرنے کے قابل نہ رہ جائے گی۔ پھر یہ سب اژدہے اُس کو ڈسیں گے اور نوچیں گے۔ ایسا ہی اُس کے ساتھ ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ حساب کا دن آجائے گا اور وہ خُدا کی عدالت میں حساب دینے کے لیے پیش ہو جائے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر آدمی کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

جب کوئی شخص اپنی حد تک دنیا میں بُرائیوں سے لڑتا اور آخرت کی تیاری کرتا ہوا مَرتا ہے تو اِس بیچ والی زندگی میں جسے قبر کہا جاتا ہے اس کے ساتھ اللہ مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے اور وہ خوشی و مسرت محسوس کرتا ہے، اور جو شخص زندگی بھر بُرے کام کرتا رہا اور بغیر توبہ مَر گیا تو اُس کے ساتھ کچھ اس طرح کا معاملہ ہوگا جیسا کہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے حوالات میں ہوتا ہے۔ حدیث کے آخری ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر چاہے تو اپنے عمل سے قبر والی زندگی کو آرام و راحت کی زندگی بنائے یا پھر بدکاری کی حالت میں یہ زندگی گزارے اور پھر قبر کے عذاب سے دوچار ہو۔

(۳۷۵) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے پہلے تم کو قبرستان جانے سے روک دیا تھا، تاکہ توحید کا عقیدہ پوری طرح دل

عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا۔ (مسلم) میں جسم جائے، سواب تم جم جاؤ۔

مسلم کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ ''اب اگر چاہو تو جاؤ، کیونکہ قبریں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔''

(۳۷۶) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ أَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُهُمْ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (مسلم)

حضرت بُریدہؓ کہتے ہیں کہ جو لوگ قبرستان جاتے حضورؐ ان کو بتاتے کہ وہاں پہنچ کر یہ کہنا:۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ..... .... (آخر تک، جس کا ترجمہ یہ ہے) سلامتی ہو تم پر اے اس بستی کے اطاعت گزار مومنو! ہم بھی انشاءاللہ عنقریب تم سے آملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمھارے لیے اللہ کے عذاب اور غصہ سے بچنے کی دُعا کرتے ہیں۔

---

(۳۷۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ إِلَى الْيَمَنِ، قَالَ إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ، فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت مُعاذ بن جبلؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو یمن کا قاضی یا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا اے مُعاذ! اپنے کو عیش کوشی سے بچانا اس لیے کہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔

مطلب یہ کہ تم ایک بڑے عہدہ پر جا رہے ہو، وہاں زندگی کی لذتوں سے فائدہ اُٹھانے اور ہاتھ رنگنے کا خوب موقع مل سکتا ہے، لیکن تم دُنیا کی محبت میں نہ پھنس جانا اور دُنیا پرست حکام جیسی ذہنیت اپنے اندر نہ پالنا کیونکہ یہ خُدا کی بندگی سے میل نہیں کھاتی۔

(۳۷۸) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعٰى

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو خطاب کرکے فرمایا کہ میری اُمّت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری اُمّتیں

عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ وَّمِنْ قِلَّةٍ نَّحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ، قَالَ قَائِلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔

(ابوداؤد۔ ثوبانؓ)

اس طرح ٹوٹ پڑینگی جس طرح کھانے والے لوگ دسترخوان پر ٹوٹتے ہیں۔ توکسی کہنے والے نے کہاکہ جس زمانہ کاآپ حال بیان فرمارہے ہیں اس زمانہ میں کیاہم مسلمان اتنی کم تعداد میں ہوں گے کہ ہم کو نگل لینے کے لیے قومیں متحد ہوکر ٹوٹ پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس زمانہ میں تمھاری تعداد کم نہ ہوگی، بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے۔ لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوجاؤ گے اور تمھارے دشمنوں کے سینہ سے تمھاری ہیبت نکل جائے گی، اور تمھارے دلوں میں پست ہمتی گھر کرے گی۔ توایک آدمی نے پوچھاکہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی؟ آپؐ نے فرمایاکہ اُس کی وجہ یہ ہوگی کہ تم (آخرت سے محبت کرنے کے بجائے دُنیاسے محبت کرنے لگوگے، اور (خُداکی راہ میں جان دینے کی آرزو کے بجائے) موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے لگوگے۔

(۳۷۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ، وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى۔

(مشکوٰۃ۔ ابوموسیٰؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاکہ جوشخص دُنیاسے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو تباہ کرے گا، اور جس شخص کو اپنی آخرت محبوب ہوگی تو وہ اپنی دُنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ تو اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہوجانے والی زندگی پر ترجیح دو۔"

یعنی دُنیا و آخرت میں سے ایک کا انتخاب ضروری ہے یا تو دُنیاکو اپنا نصب العین

بناؤ یا آخرت کو۔ اگر دُنیا کو اپنا نصب العین بناتے ہو تو آخرت کی راحتیں اور مسرتیں نہ پاسکو گے اور آخرت کو اپنا نصبُ العین بناتے ہو تو اُس کے نتیجہ میں ہو سکتا ہے کہ تمھاری دُنیا تباہ ہو جائے لیکن اس کے صلہ میں آخرت کا انعام ملے گا جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے جو چیز آخرت کی راہ پر چلنے سے تباہ ہوگی وہ فانی ہے اور یہ زندگی بھی فانی ہے اِس فانی چیز کی قربانی دے کر اگر ابدی انعام ملے تو گھاٹے کا سودا نہیں ہے، سراسر نفع کا سودا ہے۔

(۳۸۰) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔ (ترمذی۔ شداد بن اوسؓ)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوشیار درحقیقت وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کیا اور موت کے بعد آنے والی زندگی سنوارنے میں لگ گیا۔ اور بے وقوف وہ ہے جس نے اپنے آپ کو نفس کی ناجائز خواہشوں کے پیچھے لگایا اور اللہ سے غلط توقع باندھی۔

یعنی حق کی پیروی چھوڑ کر خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتا ہے اور توقع یہ رکھتا ہے کہ اللہ اسے جنت دے دے گا۔ ایسی ہی باطل آرزوؤں میں قرآن کے زمانہ کے یہودی اور نصرانی مبتلا تھے، اور آج ہمارے بہت سے مُسلمان بھائی بھی ایسی ہی باطل تمناؤں پر زندگی گزار رہے ہیں۔

(۳۸۱) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِئٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ (بخاری، ابوہریرۃؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی جس کو اللہ نے لمبی زندگی دی، یہاں تک کہ وہ ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ گیا، اور پھر بھی وہ نیک نہ بن سکا، تو اللہ کے یہاں اس شخص کے پاس کچھ کہنے کو باقی نہیں رہے گا۔

---

(۳۸۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کر کے

وَسَلَّمَ اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، قُلْنَا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ اَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَتَذْكُرَ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا وَاٰثَرَ الْاٰخِرَةَ عَلَى الْاُوْلٰى، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ۔ (ترمذی)

فرمایا کہ اللہ سے پوری طرح شرماؤ۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ! خدا کا شکر ہے کہ ہم اللہ سے شرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے شرمانے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے، بلکہ اللہ سے پوری طرح شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے سر، اور سر میں آنے والے خیالات کی نگرانی کرتا رہے اور پیٹ کے اندر جانے والی غذا کی دیکھ بھال کرتا رہے اور موت کے نتیجہ میں سڑ گل جانے اور فنا ہو جانے کو یاد رکھے۔ (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اور جو شخص آخرت کا طالب ہوتا ہے وہ دُنیا کی زینت و آرائش کو ترک کر دیتا ہے اور ہر موقع پر آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ پس جو شخص یہ سب کرتا ہے وہی درحقیقت اللہ سے ٹھیک ٹھیک شرماتا ہے۔

(۳۸۳) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ، فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَّلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْيَاسَ مِمَّا فِیْ اَيْدِی النَّاسِ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے نہایت مختصر اور جامع نصیحت فرما دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم اپنی نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اس شخص کی سی نماز پڑھو جو دُنیا کو چھوڑ کر جانے والا ہے، اور اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالو کہ اگر قیامت میں اس کا حساب ہو تو تمھارے پاس کچھ کہنے کے لیے نہ رہ جائے اور لوگوں کے پاس جو کچھ مال و اسباب ہے اس سے تم بالکل بے نیاز ہو جاؤ۔

جو شخص اس دُنیا سے جا رہا ہو اور اسے یقین ہو گیا ہو کہ اب میں زندہ نہیں رہ سکتا ایسا شخص نہایت خشوع سے نماز پڑھے گا، اس کا دل پوری طرح سے خُدا کی طرف متوجہ ہوگا اور نماز پڑھتے ہوئے دُنیا کی وادیوں میں اس کا دل بھٹکتا نہیں پھرے گا۔

وہ بات جو آدمی زبان سے نکالتا ہے اگر وہ خلافِ حق ہے اور آدمی نے اپنی اِس دُنیا کی زندگی میں اس سے معافی نہیں مانگی ہے تو ظاہر ہے کہ حساب کے وقت اس کے پاس کچھ کہنے اور معذرت کرنے کے لیے کیا باقی رہ جائے گا۔ اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مال و اسباب اور دولت کی فراوانی پر رشک نہ کرو کیونکہ یہ فانی ہے۔ جب تک دنیا سے آدمی کے اندر بے نیازی نہیں پیدا ہوتی آخرت کی بلندیوں تک اُس کی نگاہ نہیں جاسکتی۔

(۳۸۴) عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ عِلْمِہٖ فِیْمَا فَعَلَ، وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے آدمی نہیں ہٹ سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جاتا۔ اس سے پُوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری؟ دین کا علم حاصل کیا تو اس پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ جسم کو کس کام میں گھلایا؟

(۳۸۵) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ غَالِیَۃٌ،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس مسافر کو ڈر ہوتا ہے کہ وہ راستہ ہی میں رہ جائے گا اور وہ وقت پر منزل پر نہ پہنچ سکے گا، وہ رات کو سوتا نہیں

اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ الْجَنَّۃُ۔ (ترمذی، ابوہریرہؓ)

بلکہ اپنا سفر رات کے آغاز میں ہی شروع کر دیتا ہے، اور جو ایسا کرتا ہے وہ بخیریت وقت پر منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ سن لو! اللہ کا مال بھاری قیمت میں ملے گا۔ سن لو! اللہ کا مال جنت ہے"۔

اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے انسان مسافر ہے اور آخرت اس کا اصلی وطن ہے، یہاں وہ کمائی کرنے کے لیے آیا ہے، اب جنھیں اپنا اصلی وطن یاد ہے وہ اگر چاہتے ہیں کہ خیریت سے اپنے وطن پہنچیں اور راستہ کے خطرات سے بچ کر پہنچیں تو انھیں چاہیے کہ غفلت سے کام نہ لیں، جلد اپنا سفر شروع کر دیں، ورنہ اگر سوتے رہے تو پچھتائیں گے ـــــ پھر جس نے یہ طے کیا ہو کہ اُسے اللہ کی خوشنودی اور انعام کا گھر جنت حاصل کرنا ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ گرا پڑا مال نہیں ہے کہ تاجر اونے پونے دیدے اور کوئی لے لے خدا کا مال حاصل کرنے کے لیے بڑی قیمت دینی پڑے گی، بڑی آزمائشیں آئیں گی۔ اپنے وقت کو، مال کو جسم و جان کی صلاحیتوں کو اس کے حصول کے لیے قربان کرنا ہوگا، تب وہ چیز ملے گی جس کو پاکر آدمی اپنی ہر تکلیف بھول جائے گا

تلاوتِ قرآن

(۳۸۶) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَھْلِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُہٗ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَاٰلُ عِمْرَانَ

حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا کہ قیامت کے دن قرآن اور قرآن کے ماننے والے جو اس پر عمل کرتے تھے خدا کی جناب میں لائے جائیں گے اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پورے قرآن کی نمایندگی کرتی ہوئی اپنے عمل کرنے والے

تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (مسلم) کے لیے اللہ سے سفارش کریں گی کہ یہ شخص آپ کی رحمت ومغفرت کا مستحق ہے، لہٰذا اس کو رحمت سے نوازا جائے۔

(۳۸۷) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ ـــ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ، وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَاَفْشُوْهُ وَتَغَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَلَا تَعَجَّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔ (مشکوٰۃ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بنانا اور رات دن کے اوقات میں اُس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرنا اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا، اور اس کے الفاظ کو صحیح طریقے سے پڑھنا اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرنا تاکہ تم کامیاب ہو۔ اور اُس کے ذریعہ دنیا وی نتیجہ کی خواہش نہ کرنا، بلکہ خُدا کی خوشنودی کے لیے اس کو پڑھنا۔

قرآن کو تکیہ نہ بنانا، یعنی اس سے غافل نہ ہونا۔ اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا علم حاصل کر کے اس کو دُنیا وی جاہ و مرتبہ اور مال و دولت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنانا جیسا کہ ایک حدیث میں خبر دی گئی ہے کہ کچھ لوگ قرآن کا علم حاصل کر کے اسے دُنیا کی دولت کے حصول کے لیے زینہ بنائیں گے۔

(۳۸۸) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْصِنِيْ، قَالَ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللهِ فَاِنَّهٗ اَزْيَنُ لِاَمْرِكَ كُلِّهٖ، قُلْتُ زِدْنِيْ، قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا...... میں نے عرض کیا کچھ وصیت فرمائیں، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ چیز تمھارے پورے دین اور تمام معاملات کو ٹھیک حالت میں رکھنے والی ہے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیں۔ آپؐ نے کہا،

وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ۔ (مشکوٰۃ)

اپنے کو قرآن کی تلاوت اور اللہ عزّ وجل کے ذکر کا پابند بناؤ تو خدا تمھیں آسمان پر یاد کرے گا اور زندگی کی تاریکیوں میں تمھارے لیے روشنی کا کام دے گا۔

"اللہ یاد کرے گا"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تمھیں نہیں بھولے گا تمھیں اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ اللہ کی یاد اور قرآن کی تلاوت سے مؤمن کو روشنی ملتی ہے۔ زندگی کی تاریکیوں میں مؤمن صحیح راہ پالیتا ہے۔

(۳۸۹) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جَلَاؤُهَا؟ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔

(مشکوٰۃ۔ ابن عمرؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل کو بھی زنگ لگتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی سے زنگ لگتا ہے۔ پوچھا گیا کہ دلوں کے زنگ کو دُور کرنے والی کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ دل کا زنگ اس طرح دُور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو بہت یاد کرے، اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے۔

"موت کو یاد کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ زندگی کی مُہلت بس ایک ہی مہلت ہے، دوبارہ عمل کرنے کے لیے مُہلت نہ ملے گی۔ اور تلاوت کے معنیٰ ہیں قرآن کے الفاظ کو صحیح طریقہ سے پڑھنا اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ قرآن مجید اور احادیث میں جہاں بھی اس لفظ کا پُورا مفہوم بیان ہوا ہے یہی بیان ہوا ہے بلکہ ایک اور مفہوم میں آتا ہے یعنی یہ کہ قرآن کی تبلیغ کرے، اُسے دوسروں تک پہنچائے۔

نوافل اور تہجد

(۳۹۰) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ ...... وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔ (مسلم)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں اُس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں، اور جو میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دَوڑ کر آتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے ارادہ و اختیار سے خدا کی راہ پر چلنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو خدا کا اس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اس سفر کو آسان کر دیتا ہے، بندہ اس کی طرف لپکتا ہے تو چونکہ اس کے اندر کمزوری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس پر شفقت کرتا ہے اور بڑھ کر اس کو اپنے سے قریب کر لیتا ہے، جیسے کہ بچہ اپنے باپ کی طرف لپکتا ہے لیکن اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتا تو باپ اس کی طرف دَوڑ کر آتا ہے اور اُسے گود میں اُٹھا لیتا ہے اور اپنے سینہ سے چمٹا لیتا ہے۔

(۳۹۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهُ فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنے جن اعمال سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اُن میں سب سے زیادہ محبوب مجھ کو وہ اعمال ہیں جن کو میں نے اُس کے اوپر فرض کیا ہے اور میرا بندہ برابر نفلوں کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ اور جب میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں

الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا (بخاری) جس سے وہ دیکھتا ہے، اور میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اُس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

جو شخص اللہ سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے خُدا کے فرض کیے ہوئے احکام پر عمل کرنے کی فکر کرتا ہے، پھر اتنے ہی پر بس نہیں کرتا بلکہ بطور خود اللہ کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے نفل نمازوں اور نفلی روزوں اور نفل صدقہ اور دوسرے نیکی کے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اُس کے جسم و جان کی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو اللہ اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لیتا ہے، اب اُس کی آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں اور اس کی ساری قوتیں اللہ کی خوشنودی میں لگ جاتی ہیں اور شیطان اُس کی قوتوں کا کوئی حصہ نہیں پاتا۔

(۳۹۲) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَیْقَظَ لَیْلَۃً فَقَالَ سُبْحٰنَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْفِتَنِ، مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ مَنْ یُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ، یَارُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ (بخاری)

اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم سو کر اُٹھے اور فرمایا پاک ہے اللہ کی ذات، یہ رات کس قدر فتنوں سے بھری ہوئی ہے جن سے بچنے کی فکر کرنا چاہیے۔ اور یہ رات اپنے اندر کتنے خزانے رکھتی ہے، یعنی رحمت کے خزانے جن کو سمیٹنا چاہیے۔ ان پردہ میں رہنے والیوں کو کون جگائے؟ بہت سے لوگ ہیں جن کا عیب اس دنیا میں چھپا ہوا ہے، اور آخرت ان کا پردہ ہٹ جائیگا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو تہجد کے لیے اُٹھنے پر اُبھارتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ خدا کی رحمت کا خزانہ سمیٹنے کی فِکر کرو، دُنیا میں تم نبیؐ کی بیوی کی کہلاتی ہو اور تمھیں اِس پہلو سے بلند مقام حاصل ہے لیکن عمل نہ کروگی تو

تو خدا کے یہاں یہ کچھ کام نہیں آئے گا، کام اگر آئے گا تو تمھارا عمل کام آئے گا، نبیؐ کی بیوی ہونا وہاں کام نہ آئے گا۔

(۳۹۳) عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ لَيْلًا فَقَالَ اَلَا تُصَلِّيَانِ؟ (بخاری، مسلم)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ...... نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات میں تہجد کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھ سے اور فاطمہؓ سے کہا، کیا تم دونوں نماز تہجد نہیں پڑھتے۔؟

اِس حدیث کا خاص سبق یہ ہے کہ ذمہ دار اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت افراد کو تہجد پر ابھاریں۔

(۳۹۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔ (بخاری، مسلم)

عبداللہؓ (عمرو بن العاصؓ کے بیٹے) کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عبداللہ! تم فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو تہجد کے لیے اُٹھتا تھا پھر اُس نے اٹھنا چھوڑ دیا۔

(۳۹۵) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَلدَّائِمُ قُلْتُ فَاَيَّ حِيْنٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ؟ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ۔ (بخاری، مسلم)

مسروق (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کا عمل زیادہ پسند تھا؟ اُنھوں نے جواب دیا وہ کام جس کو پابندی سے کیا جائے آپؐ کو زیادہ پسند تھا۔ میں نے پوچھا کہ حضورؐ رات میں کس وقت (تہجد کے لیے) اُٹھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپؐ اس وقت اٹھتے جس وقت

مرغ آواز دیتا ہے (یعنی آخر شب میں)۔

(۳۹۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقیٰ ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ فَیَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَّسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ۔

(بخاری، مسلم۔ ابوہریرہؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس نظر آنے والے آسمان پر آتا ہے اور بندوں کو بُلاتا ہے۔ کہتا ہے کہ کون مجھے پکارتا ہے کہ اُس کی مدد کو دوڑوں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ اُسے دوں؟ کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ اُسے معاف کر دوں؟

انفاق

(۳۹۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُّنْفِقُہٗ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُّنْفِقُہٗ عَلٰی عِیَالِہٖ، وَ دِیْنَارٌ یُّنْفِقُہٗ عَلٰی دَابَّتِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَ دِیْنَارٌ یُّنْفِقُہٗ عَلٰی اَصْحٰبِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (مسلم)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے سواری خریدنے میں خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے ان ساتھیوں پر جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں

(۳۹۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعْظَمُ

ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ کون سا صدقہ اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ صدقہ سب سے افضل

اَجْرًا؟ فَقَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔ (بخاری، مسلم)

ہے جو تو اس زمانہ میں کرے جب کہ تو صحیح و تندرست ہے، اور تجھے محتاجی کا بھی ڈر ہے اور یہ بھی توقع ہے کہ تجھے مزید مال مل سکتا ہے ایسے زمانہ میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔ اور تو ایسا نہ کر کہ جب تیری جان حلق میں آجائے اور مرنے لگے تب تو صدقہ کرے اور یوں کہے کہ اتنا فلاں کا ہے۔ اب تیرے کہنے کا کیا فائدہ؟ اب تو وہ فلاں کا ہو ہی چکا۔

(۳۹۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُّصْبِحُ الْعَبْدُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے دو فرشتے اُترتے ہیں جن میں سے ایک خرچ کرنے والے بندہ کے لیے دُعا کرتا ہے، کہتا ہے کہ اے اللہ تو خرچ کرنے والے کو اچھا عوض دے، اور دوسرا فرشتہ تنگ دل بخیلوں کے حق میں بددعا کرتا ہے، کہتا ہے کہ اے اللہ! بخل کرنے والے کو تباہی و بربادی دے۔

(۴۰۰) عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَّكَ، وَاَنْ تُمْسِكَهٗ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (ترمذی)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے! اگر تو اپنے زائد از ضرورت مال کو خدا کے محتاج بندوں اور دین کے کاموں پر لگائے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہو گا اور اگر تو ضرورت سے زائد مال کو اہل ضرورت پر خرچ نہیں کرے گا تو آخر کار یہ تیرے حق میں بُرا ہو گا۔ اور اگر تیرے پاس زائد از ضرورت مال نہیں ہے بلکہ اتنا

ہی مال ہے جو تیری بُنیادی ضروریات کو پُورا کرتا ہے تو اگر تو اس میں سے خرچ نہ کرے تو خرچ نہ کرنے پر اللہ تجھے ملامت نہیں کرے گا ــــــــ اور اپنا صدقہ ان لوگوں سے شروع کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو۔

(۴۰۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ۔ (بخاری، مُسلم)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میرے محتاج بندوں پر اور دین کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے خرچ کرے تو میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

تجھ پر خرچ کروں گا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اپنی کمائی میں سے خُدا کے محتاج بندوں کی ضروریات اور دینی جدوجہد کے سلسلہ میں خرچ کرتا ہے تو اُس کا پیسہ ضائع نہیں جائے گا بلکہ وہ اس کا بدلہ آخرت میں بھی پائے گا اور یہاں بھی، دُنیا میں اِس کے مال میں برکت ہوگی اور آخرت میں جو کچھ اُسے ملے گا اُس کا اندازہ یہاں نہیں کیا جا سکتا۔

(۴۰۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ انْتَهَیْتُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ، فَقُلْتُ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ۔ (بخاری، مُسلم)

حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے، میں نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کون لوگ تباہ و برباد ہو گئے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ تباہ و برباد ہو گئے جو مالدار ہونے کے باوجود خرچ نہیں کرتے، کامیاب صرف وہی ہو گا جو اپنی دولت لٹائے، سامنے والوں کو دے، پیچھے والوں کو دے اور بائیں جانب والوں کو دے۔ اور ایسے مالدار خرچ کرنے والے تو بہت ہی کم ہیں۔

ذِکر و دُعا

(۴۰۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ۔ (بخاری)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں جب اُس کے دونوں ہونٹ ہلتے ہیں تو اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اُس کے ساتھ ہوتا ہوں سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اپنی حفاظت و نگرانی میں لے لیتا ہے اور بُرائی و نافرمانی سے اس کو بچاتا ہے۔ نیز یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ کی یاد قلب کی توجہ کے ساتھ زبان سے ہونی چاہیے۔

(۴۰۴) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ (بخاری۔ مسلم)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد رکھتا ہے اس شخص کی سی ہے جس کے اندر زندگی پائی جاتی ہے اور اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں رکھتا ایسی ہے جیسے کہ کوئی میّت۔

اللہ کی یاد دل کو زندگی بخشتی ہے اور اس سے غفلت انسان کے دل پر موت طاری کر دیتی ہے، اِس انسانی ڈھانچہ کی زندگی صرف کھانے پر منحصر ہے اگر کھانا نہ ملے تو یہ ڈھانچہ مرجاتا ہے، اور اس ڈھانچہ کے اندر جو رُوح ہے اس کی غذا اللہ کی یاد ہے اگر اُسے یہ غذا نہ ملے تو اُس پر موت طاری ہو جاتی ہے چاہے اس کا ظاہری خول (جسم) کتنا ہی طاقتور ہو۔

(۴۰۵) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ، جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے ایک

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَلِّمْنِيْ كَلَامًا اَقُوْلُهُ، قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ، فَقَالَ هٰؤُلَاءِ لِرَبِّيْ فَمَالِيْ؟ فَقَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ ارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ (مسلم)

ایسی عبارت سکھا دیجیے جس سے میں اپنے خدا کو یاد کروں آپؐ نے فرمایا یہ کہو ''لا الٰہ الخ''، یعنی اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جس سے محبت کی جائے اور جس کی اطاعت و عبادت کی جائے، وہ اکیلا ہے، اُلوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اُسی کے لیے شکر و تعریف ہے، اللہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے، لوگوں کا پالنے والا اور آقا ہے، بندہ کے پاس کوئی تدبیر اور کوئی قوت نہیں ہے، تدبیر و قوت بندہ کو صرف اللہ کے سہارے ملتی ہے، جو مکمل اقتدار کا مالک اور علم اور انصاف کے ساتھ اقتدار کو استعمال کرنے والا ہے۔ اُس شخص نے کہا یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے، میں کیا کہوں؟ آپؐ نے فرمایا تم کہو اللہم (آخر تک جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اے اللہ! تو میرے گناہ معاف کر دے، مجھ پر رحم کر، مجھے سیدھے راستہ پر چلا اور مجھے روزی دے۔''

(۴۰۶) عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ، وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے عمدہ اِستغفار کی دعا یہ ہے کہ تم کہو ''اَللّٰھُمَّ'' (آخر تک جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں، میں نے تجھ سے بندگی اور اطاعت کا جو قول و قرار کیا ہے اس پر اپنے امکان بھر قایم رہوں گا جو گناہ میں نے کیے ہیں اُن کے بُرے نتائج سے بچنے

فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (بخاری) کے لیے تیری پناہ کا طلب گار ہوں، تو نے مجھ پر جتنے احسانات کیے ہیں اُن کا مجھے اقرار ہے اور میں اُس کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے گناہ کیے ہیں پس اے میرے رب! میرے جرم کو معاف کردے تیرے سوا میرے گناہوں کو اور کون معاف کرنے والا ہے۔

(۴۰۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ...... ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر سونے کے لیے جاتے تو دایاں ہاتھ اپنے رُخسار کے نیچے رکھتے) فرماتے اے میرے رب! تیرے نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا، اور تیرے سہارے یہ اُٹھے گا، اگر تو (اسی رات سوتے میں) میری جان قبض کرلے تو اس پر رحم کیجیو، اور اگر زندگی کی مزید مُہلت دے تو میری حفاظت کیجیو، اِس طریقہ سے جس طریقہ سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(۴۰۸) عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ، اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ، وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پریشان اور غم زدہ آدمی یہ دُعا کرے:۔ اَللّٰهُمَّ (آخر تک جس کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ! میں تیری رحمت کا اُمیدوار ہوں تو مجھے پل بھر کے لیے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر (اپنی نگرانی میں رکھ) اور میرے جملہ احوال و معاملات کو درست کردے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

جب تک کوئی بندہ اللہ کی حفاظت و نگرانی میں رہتا ہے نفس کا اس پر قابو نہیں چلتا اور اس سے گناہ کا کام نہیں کرا پاتا، لیکن جوں ہی اللہ کی حفاظت سے بندہ اپنے کو محروم کرلیتا ہے نفس اُس کو تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے، اسی لیے مومن دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ

مجھے نفس کے حوالہ نہ کر ورنہ میں تباہ ہوجاؤں گا اور میری پوری زندگی کو صالح بنادے ، دُرست کردے ۔

(۴۰۹) عَنْ اَنَسٍ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَۃِ الرِّجَالِ ۔ (بخاری مسلم)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرماتے "اَللّٰھُمَّ" (آخر تک) اے میرے اللہ! میں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں ، پریشانی سے، غم سے، درماندگی سے ، سستی و کاہلی سے ، قرضہ کے بوجھ سے اور آدمیوں کے غلبہ پانے سے ۔

خدا کی پناہ میں اپنے کو دینے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو اپنی کمزوری و بےبسی کا احساس ہے سمجھتا ہے کہ میں کمزور ہوں ، اِس لیے طاقتور آقا کی پناہ چاہتا ہے تاکہ وہ ان خرابیوں سے بچائے ۔

آنے والی مصیبت سے جو پریشانی اور فکر لاحق ہوتی ہے اُسے "ہم" کہتے ہیں اور "حُزن" دُکھ کو کہتے ہیں جو مصیبت کے آنے کے بعد لاحق ہوتا ہے "عجز" کے معنیٰ ہیں کسی کام کو نہ کرسکنا، اور بے وقوفی اور بے تدبیری کے معنیٰ میں بھی بولا جاتا ہے یعنی یہ کہ آدمی سوچتا ہے یہ تو آسان کام ہے ، رات میں کرلیں گے ، لیکن رات گزر جاتی ہے ، اور وہ نہیں کرسکا تو کہتا ہے اچھا خیر کل ہوجائے گا ، اِس طرح کام کا اصل موقع کھو دیتا ہے اِس دُعا کا حاصل یہ ہے کہ مؤمن اپنے رب سے کہتا ہے کہ اے اللہ! میری حفاظت و نگرانی کر ، آنے والے خطرات کی وجہ سے میرا دِل پریشان نہ ہو ، اور جب مصیبت آجائے تو مجھے صبر دے ، جو چیز کھو جائے اس پر رنج نہ کروں ، اور تیری راہ پر چلنے میں کاہلی اور سہل انگاری میرے پاس نہ پھٹکے ، اور مجھ پر لوگوں کا اتنا قرض نہ چڑھ جائے کہ میں اُسے ادا نہ کرسکوں اور فکر میں گھلتا رہوں اور

بُرے لوگوں کو مجھ پر مُسلط نہ کر۔

(۴۱۰) اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِىْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَ مَوْلَاهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَ مِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا۔ (مُسلم، زید بن ارقمؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کرتے تھے "اللّٰھم" (آخر تک) جس کا ترجمہ یہ ہے، اے میرے اللہ! تو میرے نفس کو ایسا کردے کہ وہ تیری نافرمانی سے بچے اور تیری سزا سے ڈرے بُری صفات سے پاک کر، تو اُس کو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اُس کا سرپرست اور آقا ہے اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو مجھے نفع نہ دے، اور اس دِل سے جو تیرے سامنے پست نہ ہو، اور اس نفس سے جو آسودہ نہ ہو، اور ایسی دُعا سے جو قبول نہ ہو۔

"علم نافع" وہ علم ہے جو آدمی کو تقویٰ سکھاتا ہے، عمل پر اُبھارتا ہے، اور دنیا وآخرت میں خدا کی رحمت کا مستحق بناتا ہے ——— نفس کے آسودہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دُنیا کا سروسامان جتنا بھی ملے، قناعت نہیں کرتا، بلکہ اُس کی بھوک بڑھتی جاتی ہے، اور دُعا قبول نہ ہونے کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں سے ایک سبب یہ ہے کہ آدمی کی کمائی حرام ہو، جیساکہ معاملات کے باب میں "حلال کمائی" کے عنوان کے تحت بیان ہوا۔

(۴۱۱) كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔ (مسلم، عبداللہ بن عمرؓ)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرماتے تھے "اَللّٰھُمَّ" (آخر تک، جس کا ترجمہ یہ ہے) "اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جو نعمت تو نے بخشی ہے (میری بداعمالیوں کی وجہ سے) چھن جائے، اور جو عافیت

مجھے حاصل ہے اُس سے میں محروم ہو جاؤں، اور یہ کہ تیرا عذاب نازل ہو، اور یہ کہ تو مجھ سے ناراض ہو، میں اِن باتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

"عافیت" یہ ہے کہ دین وایمان درست ہو جسمانی صحت بھی عافیت کے مفہوم میں شامل ہے۔

(۴۱۲) عَنْ أَبِيْ مَالِكِ نِ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَّدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ (مسلم)

ابو مالکؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ والد نے بیان کیا کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُس کو نماز سکھاتے، پھر اُس سے فرماتے کہ اس طرح دُعا مانگو "اَللّٰهُمَّ" (آخر تک، جس کا ترجمہ یہ ہے) اے میرے اللہ! تو میرے گناہ معاف کر دے، اور مجھ پر رحم کر، اور مجھے سیدھے راستہ پر چلا، اور مجھے عافیت اور روزی دے۔

(۴۱۳) عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ، ثُمَّ قَالَ أُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ "اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"۔

(ریاض الصالحین، ابوداؤد، نسائی)

حضرت مُعاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا اے مُعاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر فرمایا تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دُعا مانگنا، اسے چھوڑنا مت۔ "اَللّٰهُمَّ" (سے آخر تک، جس کا ترجمہ یہ ہے) "اے میرے اللہ! تو میری مدد فرما، ذکر کے سلسلہ میں، شکر کے سلسلہ میں اور اچھی عبادت کے سلسلہ میں۔

یعنی میں زندگی کے تمام شعبوں میں تجھے یاد رکھوں، تیرا شکر گزار رہوں اور بہتر

سے بہتر ڈھنگ سے تیری عبادت کروں، لیکن میں کمزور ہوں، تیری مدد کا محتاج ہوں، تیری مدد کے بغیر یہ کام نہیں ہوسکتے۔

(۱۴۴) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ اِذَا سَلَّمَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ (بخاری)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد (سلام پھیرنے کے بعد) یہ دُعا پڑھتے "لَآ اِلٰہَ" (آخر تک، جس کا ترجمہ یہ ہے) "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اقتدار میں اُس کا ساجھی نہیں، مکمل اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی حمد و شکر کا مستحق ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ دینا چاہے اُسے روک دینے والی کوئی طاقت نہیں اور جس سے تو محروم کرنا چاہے تو وہ چیز دینے والی کوئی طاقت نہیں، اور تیرے مقابلہ میں کسی صاحبِ قدرت کی قدرت کچھ کام نہیں آسکتی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے

عبادات

(۱۵م) عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَّ خُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔ (مُسلم)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، آپ کی نماز بھی معتدل ہوتی تھی اور خطبہ بھی معتدل ہوتا تھا۔ نہ بہت طول نہ بہت اختصار۔

(۱۶م) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلٰوتِيْ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ۔ (بخاری، ابو قتادہؓ)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لیے آتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ میں لمبی نماز پڑھاؤں پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ نماز لمبی کر کے بچہ کی ماں کو زحمت میں مُبتلا کر دوں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مُبارک میں عورتیں بھی مسجد میں آتیں نماز جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں، ان میں بچہ والی مائیں بھی ہوتیں، گھر پر کیسے چھوڑتیں اِس

حدیث میں اِنہی بچوں اور عورتوں کے بارے میں ارشاد ہوا۔ اس میں ان اماموں کے لیے سبق ہے جو مقتدیوں کے حالات سے بے خبر ہو کر طویل قرأت فرماتے ہیں۔

(۱۴۷) عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُومُ لِيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهُ، فَيَقُولُ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔ (بخاری)

زیادؓ کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہؓ کو بیان کرتے سُنا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں کھڑے رہتے یہانتک کہ آپؐ کے دونوں پاؤں سوج جاتے۔ اس پر لوگ کہتے کہ اتنی زحمت آپؐ کیوں اُٹھاتے ہیں؟ ان کو جواب دیتے کہ کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

طریقۂ تعلیم

(۱۴۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایسے ہی کام کرنے کا حکم دیتے تھے جسے وہ کرسکتے، جو اُن کے بس میں ہوتا۔

(۱۴۹) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لٰكِنِّي

مُعاویہ بن حکم سُلمیؓ کہتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے نماز پڑھتے ہی میں یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہہ دیا تو لوگوں نے مجھ پر نگاہ ڈالی۔ میں نے کہا کہ خدا تمھیں زندہ رکھے، تم لوگ کیوں مجھے دیکھتے ہو؟ تو اُنھوں نے مجھے خاموش ہو جانے کی تلقین کی، تو میں چُپ ہوگیا۔ جب نبیؐ نماز پڑھ چکے ـــــ میرے ماں باپ

سَكَتَ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِأَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِّنْهُ، مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ، قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ۔ (مسلم)

نبیؐ پر قربان، میں نے نبیؐ سے بہتر تعلیم و تربیت کرنے والا نہ تو پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ آپؐ نے نہ تو مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا ـــــ صرف اتنا کہا، یہ نماز ہے اس میں بات چیت مناسب نہیں ہے، نماز تو نام ہے اللہ کی پاکی بیان کرنے کا، اس کی بڑائی بیان کرنے کا اور قرآن پڑھنے کا۔

---

(۴۲۰) بَالَ اَعْرَابِيٌّ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَاَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ، فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ۔ (بخاری۔ ابوہریرہؓ)

ایک بدّو نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ تو لوگ مارنے پیٹنے کے لیے دوڑے آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال کر بہا دو تم لوگ تو اس لیے برپا کیے گئے ہو کہ دین کی طرف لوگوں کو کھینچو، اور دین کو اُن کے لیے آسان بناؤ تمھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں کیا ہے کہ اپنے غیر حکیمانہ طرز عمل سے لوگوں کے لیے دین کی طرف آنا دشوار بنا دو۔

آپؐ نے حضرت ابوموسیٰؓ اور معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت یہ وصیت فرمائی يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَسَكِّنَا وَلَا تُنَفِّرَا۔ تم دونوں وہاں کے لوگوں کے سامنے دین کو اتنی خوبصورتی سے پیش کرنا کہ وہ انھیں آسان معلوم ہو، ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرنا جس کے نتیجہ میں دین کو لوگ دشوار محسوس کرنے لگیں اور لوگوں کو اپنے سے مانوس کرنا، انھیں اپنے

سے بدکانا اور نہ متنفر کرنا۔

(۴۲۱) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ، اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا، فَظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا اَهْلَنَا فَسَأَلَ عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا، فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا (وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ) فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ۔

(بخاری، مسلم)

مالک بن حویرث رضؓ نے فرمایا کہ ہم چند ہم عمر نوجوان دین کا علم حاصل کرنے کے لیے حضورؐ کے پاس آئے، یہاں ہم نے بیسؔ دن قیام کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نہایت رحیم اور نرم معاملہ کرنے والے تھے۔ آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم اپنے گھر جانا چاہتے ہیں، تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ تمھارے پیچھے کون لوگ ہیں؟ ہم نے بتایا، تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بیوی بچوں میں واپس جاؤ اور جو کچھ تم نے سیکھا ہے اُنھیں سکھاؤ اور بھلی باتیں بتاؤ اور فلاں فلاں نماز وقت پر پڑھو اور فلاں نماز وقت پر پڑھو۔ (ایک روایت میں یہ بھی ہے، اور تم نے مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح تم بھی پڑھنا) اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں کا کوئی اذان دے دے اور جو تم میں علم اور سیرت کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہو وہ امامت کرے۔

شفقت علی الخلق

(۴۲۲) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ،

جریر ابن عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم

كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ
مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي
السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ
كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا
رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ
خَرَجَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ
فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا
رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ
عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا، وَالْآيَةَ الْأُخْرَى
الَّتِي فِي آخِرِ الْحَشْرِ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ
آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا
قَدَّمَتْ لِغَدٍ، لِيَتَصَدَّقْ رَجُلٌ
مِنْ دِيْنَارِهِ، مِنْ دِرْهَمِهِ، مِنْ ثَوْبِهِ
مِنْ صَاعِ بُرِّهِ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى
قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ
مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ

کی خدمت میں صبح کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے
میں کچھ لوگ آئے تلواریں باندھے ہوئے، موٹے
کمبل لپیٹے ہوئے، اُن کے جسم کا بیشتر حصہ ننگا تھا، اور
ان میں سے زیادہ تر لوگ قبیلۂ مُضر کے تھے، بلکہ سب
ہی مُضری تھے۔ اُن کے فُقر وتنگ دستی کی حالت دیکھ کر
نبیؐ کا چہرہ پریشانی کی وجہ سے زرد پڑ گیا۔ پھر آپؐ گھر
میں گئے اور باہر آئے۔ بلالؓ کو حُکم دیا کہ وہ اذان
دیں (نماز کا وقت ہو چکا تھا) تو بلالؓ نے اذان اور پھر
تکبیر کہی، آپؐ نے نماز پڑھائی، اور نماز کے بعد تقریر
فرمائی، جس میں آپؐ نے سورۂ نساء کی پہلی آیت اور
سورۂ حشر کے آخری رکوع کی پہلی آیت تلاوت کی اور
اس کے بعد فرمایا، لوگوں کو چاہیے کہ خدا کی راہ میں
صدقہ دیں، دینار دیں، درہم دیں، کپڑے دیں،
گیہوں کا ایک صاع دیں، کھجور کا ایک صاع دیں۔
یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا اگر کسی کے پاس کھجور کا
آدھا ٹکڑا ہو تو وہ وہی دے۔ تقریر سننے کے بعد انصار کا
ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ایک تھیلی لیے ہوئے آیا جو
ہاتھ میں سماتی نہیں تھی۔ پھر لوگوں نے یکے بعد دیگرے
صدقہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ میں نے غلہ اور

تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ حَتّٰى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔

(مسلم)

کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے۔ لوگوں کے اس صدقہ دینے سے نبیؐ کا چہرہ دمک اُٹھا۔ گویا سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہے۔ پھر نبیؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اُس کو اس کا اَجر ملے گا، اور جو لوگ اس اچھے طریقہ پر بعد میں عمل کریں گے اُن کا بھی اجر اُس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی کی جائے، اور جس نے اِسلام میں کسی برے طریقہ کو جاری کیا تو اُسے اس کا گناہ ہوگا اور بعد میں جو لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے اُن کا گناہ بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔

اِسلام کی دو بُنیادی تعلیمات ہیں، اوّل توحید، دوسرے خدا کے محتاج بندوں پر رحمت و شفقت، یہی وجہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پریشانی کی وجہ سے پیلا پڑگیا، اور جب اُن کے لیے کپڑوں اور کھانوں کا کچھ انتظام ہوگیا تو آپؐ کا چہرۂ مبارک سونے کی طرح دَمکنے لگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر میں سورۂ نِساء کی پہلی آیت پڑھی، جس کا ترجمہ یہ ہے:" اے لوگو! اپنے پالنے والے کے غُصّہ سے بچنے کی فکر کرو، جس نے تم کو ایک

جان یعنی ایک باپ سے پیدا کیا، اور اس سے اُس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے دُنیا میں بہت سے مَرد و عورت پھیلا دیئے تو اپنے پَالنے وَالے خَالق یعنی اللہ کی نافرمَانی سے بچنے کی فکر کرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مَانگتے ہو، اور رشتہ داری کا لحاظ کرو اور اُن کے حقوق کو پُورا کرو، بلاشبہ اللہ تمھاری نگرانی کر رہا ہے"۔ اِس آیت میں اللہ نے دو باتیں ارشاد فرمَائی ہیں۔ ایک وحدتِ اِلٰہ اور دوسرے وحدتِ بنی آدم۔ وَحدتِ اِلٰہ کا مطلب یہ ہے کہ صِرف اللہ عبادت و اطاعت کا مستحق ہے. اس کا نام توحید ہے۔ اور وحدتِ بنی آدم کا مطلب یہ ہے کہ سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، لہٰذا اُن کے درمیان رحمت وشفقت کی بنیاد پر معاملہ ہونا چاہیے۔ اُن غریبوں کو دیکھ کر صدقہ کے لیے اپیل کرتے ہوئے حضوؐر کا اس آیت کا پڑھنا صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سوسائٹی کے غریبوں کی مدد نہ کرنا خدُا کی ناراضگی اور غصہ کا سبب بنتا ہے۔

اور سوُرۂ حشر کی جو آیت آپؐ نے پڑھی اُس کا ترجمہ یہ ہے "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کے غُصّہ سے ڈرو، اور ہر آدمی کو اس بات پر نظر رکھنا چاہیے کہ وہ کل (قیامت) کے لیے کیا ذخیرہ جمع کر رہا ہے۔ اے لوگو! اللہ کے غصہ سے ڈرو، اللہ باخبر ہے تمھارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو"۔ یہ آیت پڑھ کر نبیؐ نے اِس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ غریبوں پر جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ آدمی کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنتا ہے، وہ برباد نہیں ہوتا۔

جس آدمی نے صدقہ کرنے میں پہل کی تھی اس کی آپؐ نے تعریف فرمَائی اور بتایا کہ اس کو اپنے صدقہ کا بھی ثواب ملے گا، اور اس بات پر بھی اس کو اجر ملے گا

کہ اس کو دیکھ کر لوگوں میں صدقہ کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

(۳۲۴) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ اَنَّ اَصْحٰبَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَّنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ اَوْکَمَا قَالَ۔ وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن رضؓ کی روایت ہے کہ اصحابِ صُفّہ رضؓ غریب لوگ تھے ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے گھر دو آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ یہاں سے تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو تو ایک یا دو آدمی لے جائے۔ چنانچہ میرے والد ابوبکر رضؓ اپنے ساتھ تین آدمیوں کو گھر لائے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے یہاں دس آدمیوں کو لے گئے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے قائد اور پیشوا تھے، وہ اگر دس آدمیوں کو اپنے یہاں نہ لے جاتے تو عام لوگ دو، چار، چھ اور آٹھ کو خوشی خوشی کیسے لے جاتے، قاعدہ یہ ہے کہ ذمہ دار لوگ اگر ایثار و قربانی کریں گے تو اُن کے پیچھے چلنے والوں میں زیادہ سے زیادہ قربانی و ایثار کا جذبہ اُبھرے گا اور آگے چلنے والے ہی پیچھے رہیں تو پیچھے چلنے والوں میں اور پیچھے جانے کی ذہنیت اُبھرے گی۔

(۳۲۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ، وَلَقَدْ جَاءَہٗ رَجُلٌ

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ اسلام سے قریب کرنے کی غرض سے حضورؐ لوگوں کو دیتے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی مانگا گیا، آپؐ نے مانگنے والے

فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ ، فَرَجَعَ اِلٰى قَوْمِهٖ ، فَقَالَ يٰقَوْمِ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِىْ عَطَاءَ مَنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ ، وَ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا عَلَيْهَا۔ (مسلم)

کو وہ چیز ضرور دی۔ ایک دفعہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا تو آپ نے اُس کو دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی سب بکریاں دے دیں، تو وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے پاس پہنچا اور کہا، اے لوگو! اسلام لاؤ، اس لیے کہ محمدؐ اس طرح دیتے ہیں جیسے وہ شخص جو فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا۔ راوی (حضرت انسؓ) کہتے ہیں کہ آدمی صرف دُنیا کی غرض سے ایمان لاتا لیکن زیادہ مدت نہ گزرتی کہ اسلام اُس کی روح میں نبیؐ کی تعلیم و تربیت سے اُتر جاتا، اور دُنیا اور اسبابِ دُنیا سے اسلام کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہو جاتا۔

اقامتِ دین کی راہ میں

(۴۲۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِىْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَ هُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک نبیؐ کا حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دعوت دینے کے جرم میں اس نبی کو قوم کے لوگوں نے اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا اور نبی کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے چہرے سے خون کو پونچھتے جاتے اور یہ کہتے جاتے اے اللہ! میری قوم کے اس جرم کو معاف کر دے (اور ابھی ان پر عذاب نازل فرما)، اس لیے کہ یہ

لوگ ناواقف ہیں، اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔

(۴۲۶) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ؟ قَالَ قَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُهُ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ، فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَنَظَرْتُ، فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَانِيْ، فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ، فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِيْ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ پر کوئی دن ایسا گزرا ہے جو اُحد کے دن سے زیادہ سخت وشدید رہا ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ! تمھاری قوم قریش سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں، اور سب سے زیادہ سخت دن جو مجھ پر گزرا، عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل ابن عبد کلال کے سامنے پیش کیا، لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا، اس نے اُس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو میں پریشان حال اور متفکر وہاں سے چلا، اور جب میں قرن الثعالب پہنچا تب ذرا غم ہلکا ہوا تو میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی، دیکھا کہ جبریلؑ ہیں، انھوں نے مجھے پکار کر کہا کہ آپ کی قوم نے جو باتیں آپ سے کیں اور جس شکل میں انھوں نے آپ کی دعوت کا جواب دیا ہے اُسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا، اور آپ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کا انتظام کرنے والے فرشتہ کو بھیجا ہے، آپ جو چاہیں اسے حکم دیں، وہ منکرینِ حق کے سلسلہ میں آپ کے حکم کو بجا لائے گا۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، سلام

رَبِّیْ اِلَیْکَ لِتَاْمُرَنِیْ بِاَمْرِکَ فَمَاشِئْتَ؟ اِنْ شِئْتَ اَطْبَقْتُ عَلَیْہِمُ الْاَخْشَبَیْنِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِہِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔ (بخاری، مسلم)

کیا، پھر کہا، اے محمدؐ! آپ کی قوم نے آپ سے جو باتیں کہیں اسے اللہ تعالیٰ نے سنا اور میں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں، اور میرے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو حکم دینا چاہیں دیں، تو جو کچھ آپ چاہتے ہیں بتائیے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں کو میں اس طرح ملا دوں کہ یہ لوگ پس کر رہ جائیں۔ نبیؐ نے فرمایا، نہیں۔ بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اُن کی اولاد میں ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی بندگی کریں گے، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

عقبہ کے دن سے مُراد طائف کا دن ہے۔ طائف میں قریشی تاجر چمڑے کا بڑے پیمانہ پر کاروبار کرتے تھے۔ طائف والے اور قریش آپس میں قریبی رشتہ دار تھے، جب مکّہ والوں سے آپؐ مایوس ہو گئے تب وہاں اِس توقع پر تشریف لے گئے تھے کہ شاید حق کا بیج یہاں جڑ پکڑے، مگر ابن عبد یالیل نے غنڈوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جنھوں نے پتھر مارے، یہاں تک کہ آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

جب کوئی قوم نبی کی دعوت رَد کر دیتی ہے تو وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے، لیکن نبی مایوس نہیں ہوتا، وہ اپنی قوم میں کام کرتا رہتا ہے اور اللہ سے دُعا کرتا ہے کہ ابھی عذاب نہ بھیج، شاید کل یہ ایمان لائیں۔ جب عذاب کے فرشتہ نے کہا اگر آپؐ کہیں تو مکہ کے دونوں پہاڑوں، ابوقبیس اور جبل احمر کو ملا دوں اور یہ پس کر رہ جائیں، تو فرمایا دَعْنِیْ اُنْذِرُ قَوْمِیْ۔ یعنی ابھی مجھے قوم میں تبلیغ کا کام کرنے دو، شاید یہ کل ایمان لائیں، یا ممکن ہے ان کی اولاد میں اہلِ توحید پیدا ہوں۔ یہ نمونہ

ہے دین کا کام کرنے والوں کے لیے، صبر اور شفقت علی الخلق کے بغیر دینی جد و جہد کا کام نہیں ہو سکتا۔

اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال

(۴۲۷) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ، قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت سالم اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں، کاش تہجد کے لیے اُٹھا کرتے سالمؒ کہتے ہیں کہ آپؐ کے فرمانے کے بعد والد کا یہ حال ہوا کہ رات میں تھوڑی دیر سوتے۔

---

(۴۲۸) اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ فَقَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ

ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مکہ سے ہجرت کرکے آنے والوں میں سے جو لوگ غریب اور محتاج تھے (جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مجبور تھے) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیشہ باقی رہنے والی خوش حالی اور بلند مراتب تو مال داروں کو ملے (اور ہم محروم رہے) آپؐ نے پوچھا یہ کیسے؟ انھوں نے کہا، ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی پڑھتے ہیں، اور ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ بھی روزے رکھتے ہیں (نیکی کے ان کاموں میں تو وہ ہمارے برابر کے شریک ہیں) لیکن وہ خدا کی راہ میں

وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ مَرَّةً، فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (مسلم، ابوہریرہؓ)

خرچ کرتے ہیں اور ہم اس سے محروم ؟ وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں رقم خرچ کرتے ہیں اور ہم اس سے بھی محروم ہیں۔ حضورؐ نے اُن کی بات سن کر فرمایا، کیا میں تمھیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس کی بدولت نیکی کی راہ میں آگے بڑھ جانے والوں کو پالوگے اور جس کی بدولت تم اپنے پیچھے آنے والوں کے آگے رہوگے اور تم سے صرف وہی لوگ افضل ہوں گے جو تمھارے جیسا کام کریں۔ اُن لوگوں نے کہا ضرور وہ کام بتائیے اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا تم ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبحان اللہ، ۳۳ بار اللہ اکبر اور ۳۳ بار الحمد للہ کہہ لیا کرو۔ (چنانچہ یہ لوگ گئے اور پڑھنے لگے، جب خوش حال لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اُن کے مُہاجر بھائیوں کو یہ حضورؐ نے بتایا ہے، تو اُنھوں نے بھی یہ تسبیح پڑھنی شروع کردی) تو وہ لوگ حضورؐ کے پاس آئے اور بتایا کہ ہمارے مال دار بھائیوں نے سُنا تو انھوں نے بھی شروع کردیا، آپ نے فرمایا، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کی جماعت میں دین کی راہ میں آگے بڑھنے اور آخرت میں بلند مرتبہ پانے کی کتنی شدید پیاس تھی، اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مال خرچ کرنے کی سکت نہیں رکھتے اگر وہ ذکر و دُعا اور دوسرے نیکی کے کام کریں تو جنت سے محروم نہ رہیں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاموں کو غلامی کی لعنت

سے نکالنا، انھیں انسانیت کی سطح پر لانا اور سماج میں اُن کو برابر کی حیثیت دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

اِس حدیث میں اللہ اکبر کے لیے ٣٣ بار کا ذِکر ہے، اور دوسری حدیث میں اللہ اکبر ٣٤ بار پڑھنے کا ذکر آتا ہے، بزرگوں کا اِسی پر عمل ہے۔ بعض دُوحدیثوں میں آیا ہے کہ آپؐ نے تینوں کو دس دس بار پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

(٤٢٩) جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ مَجْهُوْدٌ، فَاَرْسَلَ اِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِىْ اِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُخْرٰى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ، لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِىْ اِلَّا مَاءٌ، فَقَالَ مَنْ يُّضِيْفُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى رَحْلِهٖ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهٖ اَكْرِمِىْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ هَلْ عِنْدَكِ شَىْءٌ؟ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِىْ قَالَ فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَىْءٍ وَاِذَا

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، میں بھوک اور فاقہ سے بے چین ہوں، تو آپؐ نے ایک آدمی کو اپنی کسی بیوی کے پاس بھیجا کہ دیکھو اگر کچھ ہو تو لاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ پانی کے سوا اس وقت کچھ نہیں ہے۔ پھر دوسری بیوی کے پاس بھیجا، وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ یہاں تک کہ تمام بیویوں نے یہی کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ہمارے یہاں پانی کے سوا کچھ نہیں تب آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ آج رات کون اِس مہمان کو کھِلاتا ہے؟ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میں کھِلاؤں گا ـــــ تو وہ مہمان کو لیے اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان کی خاطر کرو، کیا تمھارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، صرف بچوں کا

أَرَادُوا الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ، وَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ وَأَرِيهِ أَنَّا نَأْكُلُ فَقَعَدُوا وَأَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ۔ (بخاری و مسلم، ابوہریرہؓ)

کھانا موجود ہے اور انھوں نے کھایا نہیں ہے۔ انصاری نے کہا کہ ان کو کچھ دے کر بہلا دو، اور جب کھانا مانگیں تو انھیں تھپک کر سلا دو، اور جب مہمان اندر کھانا کھانے آئیں تو چراغ بجھا دینا، اور کچھ ایسا کرنا جس سے مہمان یہ سمجھے کہ یہ لوگ بھی کھانے میں شریک ہیں، چنانچہ سب لوگ کھانا کھانے بیٹھے، مہمان تو آسودہ ہو کر اٹھا، لیکن اِن دونوں نے بھوکے رہ کر رات گزاری جب صبح کو یہ صاحب حضورؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا، تم دونوں میاں بیوی نے مہمان کے ساتھ رات جو سلوک کیا، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔

یہ شخص جو آیا تھا فاقہ سے تھا اور بھوک سے بے چین تھا، اس لیے بچوں پر اس کو ترجیح دی گئی، کیونکہ بچوں کو تھوڑا دے کر بہلا دیا گیا تھا، وہ صبح تک بھوک سے مر نہ جاتے، غرض مہمان کو ترجیح دینا ضروری تھا۔ لیکن یہ وہی کر سکتا ہے جس کے اندر ایثار و قربانی کی صفت پائی جاتی ہے۔ اِس پہلو سے یہ ایثار کا بہترین نمونہ ہے کہ آدمی کے پاس اپنی ہی ضرورت بھر کھانا ہے لیکن پھر بھی اپنے سے زیادہ ضرورت مند کا خیال رکھتا ہے، خود بھوکا رہتا ہے اور غریب بھوکے کو آسودہ کرتا ہے۔

(۲۳۰) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ تَعَالَى فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے خدا کی خوشنودی کی خاطر مکہ سے ہجرت کی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ آگئے، تو ہم میں سے کچھ لوگ وفات پا گئے، انھیں اپنا دُنیاوی انعام کچھ بھی نہ ملا، ایسے

يَأْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنَ الْاِذْخِرِ، وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔ (بخاری، مسلم)

ہی لوگوں میں سے مُصعب بن عمیرؓ ہیں، وہ اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے، اُن کے جسم پر ایک موٹے کمبل کے سوا کچھ نہ تھا، وہی ان کا کفن بنا، اور اس کا بھی حال یہ تھا کہ اگر سر کو اس سے ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانکتے تو سر کھلا رہ جاتا تب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اچھا سر کو کمبل سے چھپا دو اور پیروں پر "اِذخر" (ایک گھاس کا نام ہے) ڈال دو ــــ اور اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے کچھ وہ ہیں جنھیں دین کے لیے قربانیوں کا پھل دُنیا میں بھی ملا، وہ اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

حضرت مُصعبؓ مکہ کے نہایت خوش حال خاندان کے چشم و چراغ تھے، اُن کی زندگی عیش و آرام کی زندگی تھی، سواری کے لیے بہترین گھوڑے، صبح کی سواری کے لیے علیحدہ، شام کی سواری کے لیے علیحدہ، نہایت عمدہ لباس پہنتے، دِن میں کئی پوشاکیں بدلتے۔ لیکن جب نبیؐ کی دعوت کی حقانیت اُن پر واضح ہوئی تو اُسے قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ یہ نہ سوچا کہ اُس کے نتیجہ میں کیا ہوگا، اور خوب جانتے تھے کہ کیا ہوگا، اِس لیے کہ اِسلام قبول کرنے والوں پر جو بیت رہی تھی وہ اُن کی نظروں کے سامنے تھی ـــــ ان کی اسلام سے پہلے کی زندگی اور اسلام لانے کے بعد کی زندگی کو سوچ کر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ لیکن خود مُصعبؓ کو وہ عیش و عشرت کی زندگی یاد نہیں آتی تھی۔ اُن کی زبان پر کبھی کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

(۱۳۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ ، لَقَدْ رَأَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ الصُّفَّۃِ مَا مِنْھُمْ رَجُلٌ عَلَیْہِ رِدَاءٌ ، اِمَّا اِزَارٌ وَّ اِمَّا کِسَاءٌ ، قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِھِمْ فَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ ، وَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ ، فَیَجْمَعُہٗ بِیَدِہٖ کَرَاھِیَۃَ اَنْ تُبْدُوَ عَوْرَتُہٗ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اہلِ صُفّہ میں سے ستّر آدمیوں کو میں نے اِس حال میں دیکھا ہے کہ ان میں کسی کے پاس چادر نہ تھی (جو پورے جسم کو ڈھانکتی ہے)، بلکہ یا تو ایک تہبند باندھے ہوتے یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے ، کسی کا آدھی پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کا ٹخنوں تک ، تو اپنے ہاتھوں سے اُسے تھامے رکھتے کہ کہیں شرمگاہ نہ کُھل جائے ۔

(۱۳۴۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ .... فَلَبِثَ عِنْدَ ھُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِہٖ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی یَسْتَحِدُّ بِھَا فَاَعَارَتْہُ فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَّھَا وَھِیَ غَافِلَۃٌ حَتّٰی اَتَاہُ ، فَوَجَدَتْہُ مُجْلِسَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ وَالْمُوْسٰی بِیَدِہٖ فَفَزِعَتْ فَزْعَۃً عَرَفَھَا خُبَیْبٌ ، فَقَالَ اَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَہٗ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ ذَالِکَ قَالَتْ وَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ اَسِیْرًا خَیْرًا مِّنْ خُبَیْبٍ ۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا .... خبیبؓ بنو حارث کے یہاں قیدی کی حیثیت میں رہے ، یہاں تک کہ اُنھوں نے اُن کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا (کیونکہ خبیبؓ نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا) جب خبیبؓ کو اس کا علم ہوا تو اُنھوں نے حارث کی ایک لڑکی سے اُسترہ مانگا تاکہ ناف کے نیچے کے بال کی صفائی کرلیں ۔ اس نے اُسترہ دے دیا ، اتنے میں اُس کا بچہ ان کے پاس آگیا ، وہ کسی کام میں مشغول تھی ، بچہ کو جاتے دیکھ نہیں پائی تھی ، خبیبؓ نے اس کو پیار سے اپنی ران پر بٹھالیا ، جب اس کی نظر پڑی تو ڈر گئی کہ یہ قیدی اس کے بچہ کو قتل کردے گا ۔ حضرت خبیبؓ نے بھانپ لیا ، کہا تم ڈرتی ہو کہ میں اس بچہ کو قتل کردوں گا ۔ نہیں ، میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا (کیونکہ اسلام نے بچوں کے قتل سے منع

کیا ہے) اس عورت نے کہا کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی نہیں دیکھا۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں حضرت خبیبؓ کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ خبیبؓ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ صبح و شام میں انھیں قتل کر دینے والے ہیں، ایسی حالت میں بھی دشمن کا بچہ آتا ہے جسے وہ بہ آسانی ذبح کر سکتے تھے، لیکن اس کی ماں کو اطمینان دِلاتے ہیں کہ تو مت ڈر، میں اس کو قتل نہیں کر سکتا، کیونکہ جس دین پر میں ایمان لایا ہوں وہ دین دشمن کے بچوں کے قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس عورت نے سچ کہا خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی میں نے نہیں دیکھا ——— جب لوگ خبیبؓ کو مقتل میں لے گئے تو نہ روئے نہ حواس باختہ ہوئے۔ فرمایا تو یہ فرمایا کہ جب میں ایمان و اسلام کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ کس کروٹ پر جان دے رہا ہوں۔ یہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے خُدا کی خوشنودی کے لیے اور اُس کے دین کی خاطر ہونے والا ہے، پس مجھے کیا پروا میرے جسم کے کتنے ٹکڑے کیے جاتے ہیں۔

(۳۳۴) اِنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا قَالَتْ اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ اَنْ لَا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا

عوف بن مالک کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے لوگوں نے جاکر یہ بات کہی کہ آپ نے فلاں چیز جو بیچی یا کسی کو بخش دیا، اس پر ابن زبیرؓ (عائشہؓ کے بھانجے) کہتے ہیں کہ اگر خالہ نہ مانیں گی تو میں ان پر پابندی لگا دوں گا (یعنی جو کچھ بیت المال سے انھیں ملتا ہے روک لوں گا، اور صرف خرچ دوں گا) حضرت عائشہؓ نے کہا یہ اس نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں انہی

حِينَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ
لَا أُشَفِّعُ فِيهِ أَبَدًا وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلَى
نَذْرِي، فَلَمَّا طَالَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ
الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ
بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وَقَالَ
لَهُمَا أَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَا أَدْخَلْتُمَانِي
عَلَى عَائِشَةَ، فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ
تَنْذِرَ قَطِيعَتِي، فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَ
عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَتّٰى اسْتَأْذَنَا عَلَى عَائِشَةَ
فَقَالَا السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَكَاتُهُ أَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ
ادْخُلُوا، قَالُوا كُلُّنَا؟ قَالَتْ نَعَمْ، ادْخُلُوا
كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ
الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ
الْحِجَابَ، فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ وَطَفِقَ
يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَ
عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا كَلَّمَتْهُ
وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُولَانِ إِنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّا قَدْ

نے کہا ہے۔ تب حضرت عائشہؓ نے کہا میں قسم کھاتی ہوں کہ اب کبھی ابن زبیر سے نہ بولوں گی، اور قطع تعلق کر لیا جب اس کا سلسلہ دراز ہوا، تو ابن زبیرؓ نے لوگوں کی سفارش پہنچائی، لیکن وہ نہ مانیں، فرمایا کہ ابن زبیرؓ کے بارے میں میں کسی کی سفارش نہ سنوں گی اور نہ اپنی قسم توڑوں گی۔ یہ صورتِ حال ابن زبیرؓ کے لیے نہایت تکلیف دہ تھی، اس لیے اب کی بار اُنھوں نے مسور بن مخرمہؓ اور عبدالرحمن بن اسودؓ کو قسم دے کر کہا کہ کسی طرح تم حضرت عائشہؓ کے پاس مجھے پہنچانے کی تدبیر کرو، اُنھوں نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور اس پر قسم کھالی ہے، یہ بات اُن کے لیے جائز نہیں ——— تو مسورؓ اور عبدالرحمن اُنھیں لیے ہوئے حضرت عائشہؓ کے یہاں پہنچے، دروازہ پر دستک دی، سلام کیا اور کہا۔ کیا ہم آ سکتے ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا آ سکتے ہو۔ ان دونوں نے کہا کیا ہم سب آ سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں تم سب آ سکتے ہو، اور وہ یہ نہیں جان سکیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں جب یہ لوگ اندر مکان میں پہنچے تو ابن زبیرؓ اس جگہ پہنچ گئے جہاں حضرت عائشہؓ پردہ میں بیٹھی ہوئی تھیں، وہاں پہنچتے ہی ابن زبیرؓ اُن سے چمٹ

عَمِلَتْ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا أَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ وَتَقُوْلُ إِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَاعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا أَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا۔

(بخاری، عوف بن مالکؓ)

گئے۔ اُدھر وہ رو رہے تھے اور منا رہے تھے، قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپ میری غلطی معاف کر دیں، ادھر سے مسورؓ اور عبدالرحمٰنؓ قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپ ابن زبیرؓ کی غلطی معاف کر دیں اور بولنا شروع کر دیں، ان دونوں نے اُنھیں یاد دلایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ تین راتوں سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق رکھے جب سب لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر زور ڈالا اور یاد دلایا کہ یہ گناہ کا کام وہ کر رہی ہیں تو وہ رو کر کہنے لگیں کہ میں نے قسم کھائی ہے اور قسم کا معاملہ بہت سخت و شدید ہے ــــــ غرض یہ دونوں صاحب حضرت عائشہؓ کو برابر سمجھاتے رہے یہاں تک کہ قسم توڑ کر ابن زبیرؓ سے بولیں، اور چالیس غلام (بطور کفارہ) آزاد کیے، اور زندگی بھر اُن کا یہ حال رہا کہ جب کبھی اپنی یہ غلطی یاد آجاتی رونے لگتیں۔ اِتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

(۴۳۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يَكْذِبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَأَشْتِمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک آدمی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور امانت میں خیانت کرتے ہیں، اور میری نافرمانی کرتے ہیں، اور میں اُن کو برا بھلا کہتا ہوں اور اُنھیں مارتا ہوں، تو اُن کے سلسلہ میں میرا کیا بنے گا؟

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَا وَعَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ، فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَقْرَءُ قَوْلَ اللهِ تَعَالٰى "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا، وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ" فَقَالَ الرَّجُلُ مَا أَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِهِمْ أُشْهِدُكَ أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ أَحْرَارٌ۔ (ترمذی)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اُن کی خیانت و نافرمانی اور جھوٹ اور تمھاری سزا جو تم انھیں دیتے ہو، دونوں کا حساب لگایا جائے گا، اگر تمھاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوئی تب تو تمھیں کچھ لینا رہے نہ دینا۔ اور اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے کم ہوئی تو یہ تمھارے حق میں رحمت کا باعث ہوگا۔ لیکن اگر تمھاری سزا اُن کے جرم سے بڑھی ہوئی نکلی تو بقدر زائد تم سے بدلہ لیا جائے گا ——— یہ سن کر وہ آدمی ایک گوشہ میں ہوکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، پھر اُس سے نبیؐ نے یہ کہا، کیا تو نے اللہ کی یہ بات قرآن میں نہیں پڑھی جو اُس نے فرمائی ہے؟ "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ" الخ ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو میں ہر شخص کے اعمال تولیں گے اور کسی کی تول میں کوئی ظلم نہ کیا جائے گا، اور ذرّہ برابر بھی کوئی عمل بُرا یا بھلا کسی کے نامۂ اعمال میں ہوگا تو ہم اُسے سامنے لائیں گے، اور ہم حساب لینے کے لیے بالکل کافی ہیں" تو اس آدمی نے کہا، اب میرے لیے یہی بہتر ہے کہ ان غلاموں سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو آزاد کیا۔

دُنیا میں بہت سے لوگ اپنے خادموں اور نوکروں کو پیٹتے رہتے ہیں، پھر یہ شخص کیوں

حضورؐ کے پاس آیا؟ اور کیوں اس نے پوچھا کہ میراان کے سلسلہ میں کیا حال ہوگا؟ اگر اس کو آخرت کی فکر نہ ہوتی تو یہ سوال اس کے دل میں اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ پھر دیکھیے وہ نبیؐ کی بات سُن کر پھوٹ کر رونے لگتا ہے یہاں تک کہ انھیں آزاد کر دیتا ہے تاکہ یہ عمل اُس کی پہلی زیادتیوں کے لیے جوان غلاموں پر ممکن ہے ہوگئی ہو کفارہ بنے۔

فکرِ آخرت

(۳۴۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ، فَمَرَّ بِقَوْمٍ، فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَامْرَأَۃٌ تَحْضِبُ بِقِدْرِھَا وَمَعَھَا ابْنٌ لَّھَا، فَاِذَا ارْتَفَعَ وَھَجٌ تَنَحَّتْ بِہٖ، فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ؟ قَالَ بَلٰی، قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا، قَالَ بَلٰی، قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ، فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبْکِیْ،

عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر جہاد میں تھے، تو آپ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ عبداللہؓ کہتے ہیں کہ وہاں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی، لکڑی ڈال ڈال کر آگ بھڑکا رہی تھی، اُس کی گود میں بچہ تھا، جب آگ کا شعلہ تیز ہوتا تو اپنے بچہ کو دُور کرلیتی۔ پھر حضورؐ کے پاس آئی، اور اُس نے کہا "آپ اللہ کے رسولؐ ہیں؟" حضورؐ نے کہا ہاں۔ اس نے کہا "میرے ماں باپ آپؐ پر قرباں، کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہے؟" آپؐ نے فرمایا، ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے جتنا ماں اپنے بچہ پر رحم کرتی ہے۔؟

ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ اِلَيْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (مشکوٰۃ)

آپؐ نے فرمایا ہاں، وہ ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے تو عورت نے کہا، لیکن ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتی۔ اس کی یہ بات سن کر حضورؐ نے سر جھکا لیا اور رونے لگے، اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللہ نہیں عذاب دے گا مگر اس سرکش متکبر کو جس نے کلمۂ توحید کو قبول کرنے سے انکار کیا ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ عورت مسلمان تھی، اور خدا کی رحیمیت اور دوسری صفات سے واقف تھی، پھر اس نے یہ سوالات کیوں کیے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں فکرِ آخرت نے گھر کر لیا تھا، وہ سب کچھ کرنے کے بعد یہی جانتی تھی کہ خدا کی جنّت پانے کے لیے اتنا ہی کافی نہیں ہے، اور اُس کو دوزخ کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے جو جواب دیا وہ یہ کہ اے خدا کی بندی جہنم میں تو وہ جائے گا جس کے سامنے دین آیا، اور اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو، تو مسلمان ہے، تجھے کیوں جہنّم میں پھینکے گا؟ خدا ایسے لوگوں کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا جو اسلام لائے ہوں اور اُس کے تقاضے پورے کر رہے ہوں، ایسے فکرمند مسلمان کے لیے حضورؐ کا یہ جواب حکمت پر مبنی جواب تھا۔

(۴۶۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِیْ الْاِسْلَامَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ اُبْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلْاُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِيْنَهُ، فَقَبَضْتُ يَدِیْ، فَقَالَ مَالَكَ

عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، میں نے کہا کہ آپؐ اپنا ہاتھ بڑھائیں، میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا (اس بات کا عہد کروں گا کہ اب مجھے خدائے واحد کی بندگی

يَا عَمْرُو، فَقُلْتُ اُرِيْدُ اَنْ اَشْتَرِطَ، فَقَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ فَقُلْتُ اَنْ يُّغْفَرَ لِيْ، قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ۔ (بخاری)

کرنی ہے) جب آپؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تم نے اپنا ہاتھ کھینچ کیوں لیا؟ میں نے کہا کہ میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں، آپؐ نے پوچھا کہ وہ کیا شرط ہے؟ میں نے کہا کہ وہ شرط یہ ہے کہ میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے جو اسلام لانے سے پہلے آدمی۔ نے کیے ہوتے ہیں۔

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ قرآن اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ غیر مسلم طبقہ میں اس ڈھنگ پر ہوتی تھی کہ آدمی کو اپنی نجات کی فکر ہو جاتی تھی، اور اسے اس بات کا یقین ہو جاتا تھا کہ اس کا آبائی مذہب اس کے کام نہیں آسکتا اور یہ کہ اس دُنیا کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے، اور وہی اس لائق ہے کہ اس کے لیے آدمی فکر مند ہو۔

(۴۳۷) عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰتِيْهِ بِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ سَلْنِيْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ، فَقَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ، قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ (مسلم)

ربیعہ بن کعبؓ (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم) فرماتے ہیں کہ میں رات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا، آپؐ کے لیے وضو کا پانی لاتا اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا تم کچھ مانگو۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ جنت میں رہنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اور کچھ؟ میں نے کہا کہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے، بس یہی چاہیے، تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتے ہو تو نماز کی کثرت سے میری مدد کرو۔

یعنی جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ذوق وشوق سے خدا کی بندگی کرو، کثرت سے نماز پڑھو، اس کے بغیر جنت میں میرا ساتھ نہیں ہو سکتا۔

(۴۳۸) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَامَ فِيْهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ وَالْاِيْمَانَ بِاللهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ، يَارَسُوْلَ اللهِ اَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ تُكَفَّرُ عَنِّىْ خَطَايَاىَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ؟ قَالَ اَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّىْ خَطَايَاىَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُّقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِىْ ذٰلِكَ۔

(مسلم)

ابو قتادہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی تقریر میں یہ مضمون بیان فرمایا کہ اللہ پر ایمان واعتماد رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا سب سے عمدہ کام ہیں، تو ایک آدمی اٹھا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کردوں تو کیا میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں، اگر تو خدا کی راہ میں لڑے اور دشمن کے مقابلہ جما رہے بھاگے نہیں، اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور تجھے قتل کر دیا جائے تو تیرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی تم نے کیا سوال پوچھا تھا؟ اس نے کہا میں نے یہ پوچھا تھا کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں، معاف ہو جائیں گے، جب کہ تو دشمن کے مقابلہ میں جمے اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے، اور میدان جنگ سے نہ

بھاگے، تو تیرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ البتہ جو قرض تیرے ذمہ کسی کا ہے وہ معاف نہ ہوگا، مجھے جب ریلؑ نے یہ بات ابھی بتائی ہے۔

آخرت کا یقین جب دل میں گھر کرلیتا ہے تو آدمی کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اِس فکر میں رہتا ہے کہ میرے پچھلے گناہ کیسے معاف ہوں گے

اِس حدیث سے حقوق العباد کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے، اگر کوئی شخص کسی کا قرض اَدا کرسکتا ہے لیکن نہ تو اُس نے اَدا کیا ہے اور نہ معاف کرایا ہے تو چاہے وہ اپنی جان خُدا کی نذر کردے مگر قرض کے محاسبہ سے نہیں بچ سکے گا۔

(۴۳۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِّنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ۔ (بخاری)

حضرت انسؓ اپنے زمانہ کے لوگوں سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے بہت سے کام کرتے ہو جو تمھاری نگاہوں میں بال سے زیادہ ہلکے ہوتے ہیں (یعنی غیر ہوتے ہیں) لیکن ہم انھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دین و ایمان کے لیے مہلک خیال کرتے تھے۔

آدمی چھوٹے چھوٹے گناہوں کو "ہلکا" سمجھنے لگے تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایک دِن ایسا آئے گا کہ وہ بڑے سے بڑا گناہ کرے گا اور اُسے ہلکا جانے گا۔

(۴۴۰) اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ، قَالَ اَنَسٌ فَمَا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا تمھارا بھلا ہو، تم نے اس کے لیے کچھ تیاری کی ہے؟ اس نے کہا، میں نے اس کے لیے کچھ زیادہ تیاری تو نہیں کی، البتہ اللہ اور اُس کے

رَأَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا۔ (بخاری، مسلم، انسؓ)

رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کو انہی لوگوں کی رفاقت نصیب ہوگی جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد لوگوں کو کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی حضورؐ کی یہ بات سُن کر لوگوں کو خوشی ہوئی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی عمل کے میدان میں جتنا آگے تھے قرآن نے اُس کی شہادت دی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بارے میں بہت فکرمند رہتے تھے۔ حضورؐ کی یہ بات سُن کر انھیں خوش ہونا ہی چاہیے تھا، اور ایسے فکرمند لوگوں سے یہ بات کہی بھی جاسکتی ہے۔